مالا (نمرہ احمد)

حصہ دوم "مکہ"

قسط نمبر:۱۳

"اس روز کے بعد میں نے جانا
ایک اَن مِٹ سچ...
میں نے جانا کہ محبت ہر چیز نہیں ہوتی۔
یہ ایک جذبہ ہے جس کو
بنا کسی درد کے محسوس کرنے کی نعمت
ہر ایک کے پاس نہیں ہوتی۔
اکثر لوگ کہتے ہیں کہ
محبت تمہیں آزاد کر دے گی
لیکن نہیں۔
محبت ایک پنجرہ ہے۔
ایک اذیت سے بھرا پنجرہ۔
اس کی طلائی سلاخیں بنی ہیں
تڑپ، دردِ دل اور ادھورے خوابوں سے
اور جس لمحے مجھے احساس ہوا
کہ کسی کی بقا کے لیے
محبت لازم نہیں ہے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

تو اس دن میں نے خود کو آزاد کر لیا۔
اب کسی کے پاس طاقت نہیں ہو گی
مجھے دکھ پہنچانے کی۔
(میا ایشر)

یہ وہ رات تھی جب پولیس کمشنر چنگیز نے پہلی دفعہ ماہر فرید کی آنکھوں میں خوف دیکھا تھا۔ ایک آفیسر ہتھکڑیاں لیے اس کی طرف بڑھ رہا تھا اور ماہر کی نظریں ان کے چمکتے لوہے پہ جم سی گئی تھیں۔

"ماہر جیل نہیں جائے گا۔" ماہر کے لب پھڑ پھڑائے۔

یاسمین پیتروا کے گھر کے باہر بارش رک چکی تھی۔ اب وہاں بس سیاہ گیلی رات تھی جو دم سادھے کھڑکی کے اندر جھانک رہی تھی جہاں زرد روشنی سے منور اسٹڈی روم میں وہ سب کھڑے تھے۔

"تمہیں خاموش رہنے کا حق ہے۔" چنگیز نے کھنکھار کے یاد دلایا۔ "اس وقت تمہاری کہی کوئی بات تمہارے خلاف عدالت میں پیش کی جا سکتی ہے...."

"ماہر جیل نہیں جائے گا۔" اس کی نظریں ابھی تک ہتھکڑیوں پہ جمی تھیں۔ آفیسر اب رک کے سوالیہ نظروں سے چنگیز کو دیکھنے لگا۔

"کیا تمہارے پاس اریسٹ وارنٹ ہے؟" یاسمین نے تشویش سے مداخلت کی۔ چنگیز نے ایک اچٹتی نظر اس پہ ڈالی۔

"جی۔ اور میں اسے آپ کو دکھانے کا پابند نہیں ہوں۔ آپ ایک طرف ہو جائیں۔"

یاسمین کے قدم خود بخود پیچھے ہو گئے۔ وہ کارنر لیمپ کے قریب جا کھڑی ہوئی اور بے بسی سے ماہر کو دیکھا۔

"ماہر... ابھی خاموشی سے گرفتاری دے دو۔ پھر بعد میں....."

"مجھے گرفتاری دینے سے پہلے تم سے بات کرنی ہے، چنگیز۔ ضروری بات۔"

چنگیز نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔ وہ ابھی تک ہتھکڑیاں دیکھ رہا تھا۔

"اس وقت تمہاری کہی کوئی بات..."

"پلیز..." اس نے نگاہ اٹھا کے چنگیز کو دیکھا تو آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ کچھ تھا ان میں۔ منت۔ اصرار۔ بے

www.facebook.com/nemrahahmedofficial

بسی۔

چنگیز کے کندھے ڈھیلے پڑے۔اس نے سر کو خم دیا۔پھر آفیسرز کو اشارہ کیا۔ان دونوں نے ناپسندیدگی سے کومسار بے کو دیکھا لیکن پھر یاسمین کی معیت میں چلتے ہوئے وہ اسٹڈی سے باہر چلے گئے۔

اب وہ دونوں تنہا تھے۔چنگیز تیوری چڑھائے اس کی طرف پلٹا۔

"مجھے دوستی کا واسطہ دے کر..."

"تم مجھے ہتھکڑی نہیں لگاؤ گے۔"وہ سفید پڑتی رنگت کے ساتھ بہت ضبط سے کہہ کر رہا تھا۔چنگیز چونکا۔

"تم جنایت (homicide) کیس کے مشتبہ ہو۔مجھے ہتھکڑی نہ لگانے پہ سزا ہو سکتی ہے۔"

"میں phobic ہوں۔"اس کی پیشانی پہ پسینہ تھا۔بہت سا تھوک نگلا۔یہ اعتراف کرنا جیسے اس کے لیے بہت مشکل تھا۔

"تم میرے ماضی سے واقف ہو۔جب میں ذہنی امراض کے وارڈ میں داخل تھا..."اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ایک تکلیف دہ خاموشی ہر طرف چھا گئی۔

پھر ماہر نے آنکھیں کھولیں۔گہری سانس خارج کی۔

"مجھے ہتھکڑی کا فوبیا ہے۔تم میری تھیراپسٹ سے پوچھ سکتے ہو۔اگر تم نے مجھے ہتھکڑی لگائی، تو مجھ سے کوئی ایسا غلط ردعمل سرزد ہو جائے گا جو میرا کیس خراب کرے گا۔پلیز، چنگیز۔"

چنگیز چند لمحے بے بسی بھری تلخی سے اسے دیکھے گیا۔

"اور میں سمجھتا تھا ماہر فرید کسی چیز سے نہیں ڈرتا؟"اس کے انداز میں طنز تھا۔وہ خاموشی سے کھڑا لب کاٹ گیا۔

"یہ آخری فیور ہے ماہر بے، جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔اب مجھے میری جاب کرنے دو۔"

دروازہ کھولا اور اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ماہر فرید نے تھروصوفے پہ ڈال دیا۔کوٹ کے بٹن بند کیے۔اور اٹھی گردن کے ساتھ باہر آیا۔اس کا چہرہ اب بے تاثر ہو چکا تھا۔البتہ رنگت بحال نہیں ہوئی تھی۔

ہتھکڑیوں والا آفیسر تیزی سے آگے بڑھا لیکن چنگیز نے اسے اشارہ کیا۔اس نے ناگواری سے چنگیز کو دیکھا۔اور پھر بہت ضبط سے ہتھکڑیاں جیب میں واپس ڈال لیں۔

وہ ان تین افراد کے ہمراہ آگے بڑھا۔وہ دونوں اس کے دائیں بائیں تھے اور چنگیز پیچھے۔سامنے راہداری تھی جس کے اختتام پہ دروازہ تھا۔چند گز کا سفر تھا لیکن اس کے قدم بھاری ہو رہے تھے۔ہر چیز جیسے سلوموشن میں

ہو رہی تھی۔

"میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہو؟"

ماہر کے قدم رکے۔ وہ تینوں بھی ساتھ ہی رک گئے۔

اس نے گردن موڑی۔ وہ راہداری میں پیچھے ایک ستون کے ساتھ کھڑی، بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ کچھ کہنے لگا، پھر نظر میں کچھ اٹکا۔ ایک طرف لکڑی کا زینہ اوپر جا رہا تھا۔ زینے کے ساتھ دیوار پہ کچھ چسپاں تھا۔

اوپر سے نیچے آتے سیاہ رنگ کے اسٹکرز۔ moon phases۔ سیاہ کاغذ کے بنے چاند کے مختلف ادوار۔ ہلال سے بدر۔ اور بدر سے ہلال۔ وہ چند لمحے ان کو دیکھے گیا۔

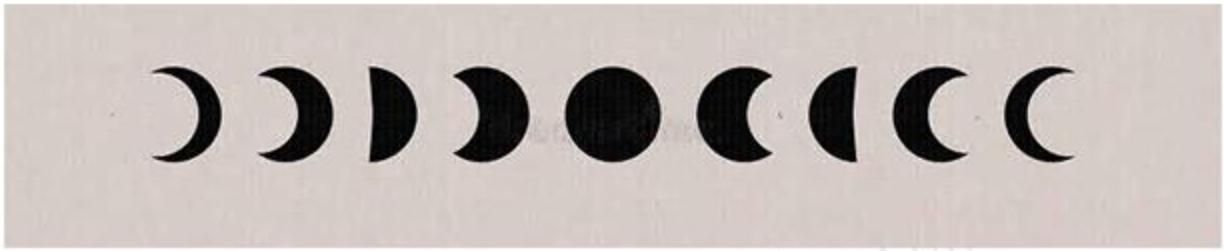

"شبنم سے کہو، ایڈووکیٹ ایاز بے کو پولیس اسٹیشن بھیجے۔"

وہ مون فیئرز کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ یاسمین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر اس نے چہرہ موڑ لیا۔ دروازہ قریب تھا۔

پولیس کارز باہر کھڑی تھیں جن کی نیلی اور سرخ بتیاں جل بجھ رہی تھیں۔ بارش رکے مدت بیت چکی تھی لیکن ساری دنیا بھیگ چکی تھی۔ جیسے کوئی سیلاب آ گیا ہو۔ ماہر نے کار میں بیٹھنے سے پہلے پلٹ کے ایک ملامتی نظر چنگیز پہ ڈالی۔

"میں درست تھا۔ ماہر فرید کا کوئی اعتبار نہیں کرتا۔" کہتے ہوئے وہ اندر بیٹھ گیا۔

"Nothing personal" چنگیز نے شانے اچکا دیے اور اس کے آگے دروازہ بند کر دیا۔ کار کے شیشوں پہ ابھی تک بارش کے قطرے جمے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"کشمالہ...." زیاد سلطان باہر کھڑا اسے پکار رہا تھا۔

وہ دونوں جہاں تھیں، وہیں کھڑی رہ گئیں۔ ایک دم شل۔ ساکت۔

"کشمالہ؟" اس نے دوبارہ گھنٹی پہ ہاتھ رکھا۔

مالا نے بے یقینی سے دروازے کو دیکھا۔ وہ تو پاکستان گیا تھا۔ اتنی جلدی واپس کیسے آ گیا؟ اور پھر لاؤنج میں بکھرے پھیلاوے کو۔ اس کے جسم سے جان آہستہ آہستہ نکلنے لگی۔

"ایک منٹ... زیاد بھائی..." رامین نے تیزی سے پکارا۔ "مالا باتھ روم میں ہے۔ آ رہی ہے بس۔" دستک رک گئی۔

رامین اب تیزی سے لاؤنج میں بکھرے کاغذ سمیٹ رہی تھی۔ وہ جو شل کھڑی تھی، جیسے ہوش میں آئی۔

جسم کا فائٹ یا فلائٹ رسپانس خود بخود حرکت میں آیا۔ نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آ گئی۔ اس نے خود کو رامین کے ساتھ آگے بڑھتے دیکھا۔ پھر تیز تیز ہاتھ چلنے لگے۔ لیپ ٹاپ بند کیا۔ آئی پیڈ بجھایا۔ جلدی جلدی کاغذ اور نقشے سمیٹ کے کارٹن میں ڈالے اور کارٹن صوفے کے ایک طرف رکھا۔ رامین بھاگ کے کسی باتھ روم سے تولیے اٹھا لائی جو اس نے کارٹن پہ یوں ڈال دیے جیسے لانڈری ہو۔

دستک اب بند ہو چکی تھی۔ زیاد جیسے انتظار کر رہا تھا۔

"کھولیں۔" رامین نے سرگوشی میں کہا۔ مالا ہراساں نگاہوں سے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

"مالا دروازہ کھولیں۔" اس نے مالا کا بازو جھنجھوڑا۔ مالا نے بہت سا تھوک نگلا۔ پھر دروازے کی طرف قدم اٹھائے۔ ہر شے جیسے سلوموشن میں ہو رہی تھی۔ ہر قدم بوجھل تھا۔ ہر سانس دشوار تھی۔

اس نے بولٹ کھولا۔ پھر چٹخنی۔ پھر لاک۔ دروازہ کھولا تو سامنے زیاد کھڑا تھا۔ ایک کان سے فون لگائے، ایک ہاتھ میں ٹرالی بیگ پکڑے، وہ فون پہ کچھ کہہ رہا تھا۔ اسے دیکھ کے موبائل کندھے سے لگایا اور خفگی سے بولا۔

"اتنی دیر لگا دی۔ مجھے جلدی تھی۔" فون واپس کان سے لگاتے ہوئے تیزی سے اندر آیا۔ پھر رامین کو دیکھ کے رکا۔

"سوری زیاد بھائی۔ ہم مووی دیکھ رہے تھے ہیڈ فونز لگا کے۔ آپ کا گھر بھی اتنا گندا کر دیا میں نے۔" وہ بظاہر مسکراتے ہوئے تیز تیز کہہ رہی تھی۔

"نو پرابلم۔ کیری آن۔ مجھے چیک بک چاہیے تھی۔ پھر میں جا رہا ہوں۔" وہ عجلت میں اپنے ہوم آفس کی جانب بڑھ گیا۔ کمرے کا لاک کھولا اور فون پہ عربی میں کچھ کہتے ہوئے اندر چلا گیا۔ دروازہ بند ہوا تو کشمالہ مبین کی سینے میں اٹکی سانس بحال ہوئی۔ کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے...

"شش..." رامین نے اس کا بازو دبایا۔ وہ دونوں صوفے کے ساتھ کھڑی تھیں۔ رامین کی پنڈلیوں کے پیچھے تولیوں سے ڈھکا کارٹن رکھا تھا۔ ہوم آفس سے کھٹ پٹ کی آواز آ رہی تھی۔

دفعتاً زیاد سلطان باہر نکالا۔ ٹرالی بیگ وہ یقیناً اندر چھوڑ آیا تھا اور اب ہاتھ میں ایک چیک بک اور ایک فولڈر تھا۔

"زیاد بھائی آپ بیٹھیں۔ میں بس جانے والی تھی۔"

"نہیں آپ بیٹھیں۔ مجھے کام کے سلسلے میں ریاض پہنچنا ہے۔ کل تک واپسی ہوگی۔" اس کا دماغ کہیں اور الجھا تھا۔

"کھانا نہیں کھائیں گے؟" زیاد دروازے تک گیا ہی تھا جب کشمالہ مبین نے خود کو کہتے سنا۔ زیاد چونک کے پلٹا۔ وہ جبراً مسکرائی تو وہ ہلکا سا مسکرایا اور نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں مجھے جلدی ہے۔ کال پہ بتاؤں گا۔" وہ واقعی جلدی میں تھا۔ اس نے شاید مالا کی رنگت دھیان سے نہیں دیکھی تھی۔ لیکن کچھ اور تھا جو اس کی نگاہ میں اٹکا تھا۔ وہ واپس مڑتے مڑتے ٹھہر گیا۔ نگاہ صوفے کے دوسرے حصے تک گئی۔ مالا کی نگاہوں نے تعاقب کیا۔ اور پھر جیسے اس کا سانس رک گیا۔

صوفے کے کشن کے ساتھ ایک رول ہوا کاغذ دکھائی دے رہا تھا۔ اُف... یہ کیسے یہاں رہ گیا؟

"یہ کیا ہے؟"

"وہ... ہم اپنا اپارٹمنٹ رینوویٹ کر رہے ہیں تو میں مالا کو اس کا ڈیزائن لے آؤٹ دکھانے آئی تھی۔ آپ کو دکھاؤں۔" رامین تیز تیز کہتی اس کاغذ تک گئی۔ اسے جھپٹ کے اٹھایا۔

"پھر کبھی سہی۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" زیاد اسی عجلت میں باہر نکل گیا۔

دروازہ بند ہوا تو کشمالہ نے سینے پہ ہاتھ رکھا۔ ایک مقید سانس بحال ہوئی۔ وہ بے اختیار وہیں کارپٹ پہ بیٹھتی چلی گئی۔ اس کا سارا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

رامین نے کھٹا کھٹ لاک واپس بند کیے۔ پھر اس کی طرف لپک کے آئی۔

"میں اس سے کھانے کا پوچھ رہی تھی۔" اس نے بے یقینی سے رامین کو دیکھا جیسے خود پہ حیرانی ہو۔ "میں اس سے کھانے کا کیسے پوچھ سکتی ہوں؟ وہ ایک قاتل ہے...."

"وہ قاتل نہیں ہے۔ ریلیکس۔ ریلیکس۔" اس نے مالا کو دونوں کندھوں سے تھام کے چہرہ اپنے سامنے کیا۔

"سانس لیں۔ گہرے سانس۔ جیسے آپ نے مجھے سکھایا تھا۔"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اس نے آنکھیں بند کیں۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ پھر روشنی ہوئی۔ اب وہ اوشن میں تھی۔ سرما کی دھوپ میں درخت تلے کرسی ڈالے بیٹھی، ٹانگ پہ ٹانگ جمائے، نیلی ہائی ہیلز پہنے ہوئے تھی۔ لیپ ٹاپ سامنے کھلا تھا اور وہ مسکرا کے آنکھیں بند کیے گہری سانس لے رہی تھی۔ تازہ روسٹ ہوئے کافی بینز کی مہک سارے میں پھیلی تھی۔

ایک۔ دو۔ تین۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ وہ اپنے فلیٹ میں تھی۔ رامین اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ اب اس کا جسم کانپ نہیں رہا تھا۔

"میں اس سے کھانے کا کیسے پوچھ سکتی ہوں، رامین؟" اب بے یقینی غائب تھی۔ صرف حیرت تھی۔

رامین نے دھیرے سے ہاتھ نیچے گرا دیے۔

"یہ آپ کا ریفلیکس تھا، مالا۔ کیونکہ ہم لڑکیوں کو ایسے ہی بڑا کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنے گھر کے مردوں کے موڈ کے مطابق اپنا موڈ درست کرنے کی پریکٹس بچپن سے ہو جاتی ہے۔ ہم لڑکیاں ساری عمر اداکاری کرتی ہیں۔"

اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا دیا۔ خوف، بے یقینی، حیرت۔ سب ایک ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔

"میں اس دنیا کی سب سے بے وقوف عورت ہوں۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک نیم تاریک کمرہ تھا۔ ایک دیوار آئینے کی بنی تھی جو چھت پہ جلتی ٹیوب لائٹ کی روشنی میں دمک رہی تھی۔ وسط میں ایک بڑی میز تھی جس کے ایک طرف چنگیز بیٹھا تھا اور دوسری جانب ماہر۔

ماہر کے ساتھ کرسی خالی تھی۔ اور اس کا چہرہ بھی کسی قسم کے تاثرات سے خالی تھا۔ بس ٹیک لگائے، ٹانگ پہ ٹانگ جمائے، وہ خاموش بیٹھا تھا۔ ہلکی بڑھی شیو۔ قدرے باسی ہوئے بال۔ اور آنکھوں میں بہت سی چبھن لیے وہ چنگیز کو دیکھ رہا تھا۔

"۱۹ تاریخ کی صبح تم کہاں تھے؟" چنگیز آگے ہو کے بیٹھا، ایک فائل کے صفحے پلٹاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

ماہر نے جواب نہیں دیا۔ اس کی خاموشی میں ڈھٹائی تھی۔ یاسمین کے گھر سے گرفتار ہونے والا چہرہ اب بدل چکا تھا۔

"ہمارے پاس بہت کچھ ایسا ہے جو تمہارے خلاف جاتا ہے۔" چنگیز سر جھکائے صفحے پلٹا رہا تھا۔ "چھری اور کین پہ تمہاری انگلیوں کے نشان۔ نیپکن پر تمہارا ڈی این اے۔ تمہارا لائٹر۔"

اس نے نگاہیں اٹھا کے افسوس سے ماہر کو دیکھا۔

"میرے منع کرنے کے باوجود تم غالب نواز کے اپارٹمنٹ گئے تھے۔سی سی ٹی وی فوٹیج کے مطابق دروازے پر تمہاری تلخ کلامی ہوئی تھی۔تم اندر گھسنا چاہتے تھے۔وہ تمہیں آنے نہیں دے رہا تھا۔تم نے جوتے سے اس کا دروازہ بند ہونے سے روکا تھا۔"

وہ آنکھیں چھوٹی کیے خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"تم غالب نواز کی اپارٹمنٹ بلڈنگ کے سامنے اسٹیک آؤٹ پہ بیٹھے میرے پولیس اہلکار سے بھی تین دفعہ ملے ہو۔اس کا بھی کیمرا زمیں ریکارڈ ہے۔اہلکار کے بیان کے مطابق تم اس سے پوچھ تاچھ کرتے رہے تھے۔اس کا کہنا ہے کہ اس نے تمہیں کچھ نہیں بتایا۔لیکن مجھے یقین ہے تم نے اسے پیسے دیے ہوں گے۔"

اس نے فائل بند کی اور پیچھے ہو کے افسوس سے ملامتی نظروں سے ماہر کو دیکھا۔

"تم نے میری بات مانی ہوتی تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔لیکن شاید تم سمجھتے ہو کہ اب بھی اپنے پیسے کے بل بوتے پہ تم اس مشکل سے نکل آؤ گے۔"

ماہر نے سامنے رکھا پانی کا گلاس اٹھایا اور ایک گھونٹ بھرا۔پھر اسے واپس رکھ دیا۔

"تم خاموش رہ کے اپنے لیے اچھا نہیں کر رہے۔تمہاری ریپوٹیشن سب جانتے ہیں' ماہر۔"اب کے چنگیز کا لہجہ نرم ہوا۔

"یہاں سب تمہیں ایک امیر آدمی کی حیثیت سے جانتے ہیں جو ہر کسی کو manipulate کرتا ہے۔تم نے مجھے بھی استعمال کر کے غالب نواز کو لاک اپ میں رکھوانا چاہا تھا۔"اس کی آواز میں ڈھیروں شکوے تھے۔

"لیکن جس مشکل میں تم پھنس چکے ہو' وہاں سے تمہیں نہ تمہاری دولت بچائے گی نہ ہی تمہاری manipulating skills۔اس لیے بہتر ہے کہ تم اپنی طرف کی کہانی سناؤ۔ورنہ تمام ثبوت تمہارے خلاف جاتے ہیں۔تم ایک psychiatric وارڈ میں رہ چکے ہو۔اور یہ سر کاٹنا کسی... کسی سائیکو پیتھ کا کام ہے۔میں کہاں کہاں سے تمہیں دفاع کروں ماہر؟"

"تمہاری تقریر ختم ہو جائے تو میرے وکیل کا پتہ کر دو۔اسے اب تک پہنچ جانا چاہیے تھا۔"وہ اسی ڈھٹائی سے چنگیز کو دیکھ رہا تھا۔

"وکیل کا انتظار وہ کرتے ہیں جنہیں اپنا جرم چھپانا ہوتا ہے۔بے گناہ لوگ ایسے نہیں کرتے۔وہ سچی اور صاف بات کرتے ہیں۔بہر حال... تمہارے وکلا کب کے پہنچ چکے ہیں۔ان کے آپس کے مسئلے ہی نہیں ختم ہو رہے۔"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

چنگیز تلخی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ فائل ہاتھ میں لیے وہ باہر آیا تو نیم تاریک کمرے کے برعکس راہداریاں روشن تھیں۔ ایک موڑ مڑ کے وہ ایک دوسری راہداری میں پہنچا تو سامنے وہی مچھلی منڈی لگی تھی جسے وہ چند منٹ پہلے یہاں چھوڑ کے آیا تھا۔

"وائی بے ... کومسار صاحب خود تشریف لا رہے ہیں۔" بیربل گلابی چہرہ اور غصے سے بھری آنکھیں اس پہ جمائے بنچ سے اٹھا۔ ''بس ماہر فرید کو مجرم ثابت کر دیں' پھر آپ کی ترقی پکی ہے۔" دیوار پہ ایک ہاتھ مارا۔

"بیربل!" ساتھ کھڑی شبنم نے خفگی سے اسے دیکھا۔ وہ عینک لگائے الجھے بالوں کا جوڑا بنائے' پریشان سی کھڑی تھی۔ لیکن چنگیز کی توجہ کا مرکز وہ دونوں نہیں تھے۔

" آپ کا مسئلہ حل ہوا؟" اس نے سوٹ میں ملبوس' بریف کیس اٹھائے' ناخوش سے کھڑے ایاز بے کو دیکھ کے پوچھا۔

" مسئلہ ہے ہی نہیں۔ میں ماہر بے کا وکیل ہوں۔ مجھے اندر جانا ہے۔ انہوں نے "مجھے" بلایا ہے۔"

"غلط۔ انہوں نے مجھے بلایا ہے۔ ان کی وکیل میں ہوں۔" لوہے کی کرسی پہ بیٹھی وہ لڑکی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان سب نے متفقہ ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔

وہ سفید یوگا پینٹس اور بلیک ٹاپ پہ تنگ سا خاکی کوٹ پہنے' ایک درمیانے قد کی دبلی پتلی لڑکی تھی۔ رنگت زرد سفید سی' اور آنکھیں بھوری تھیں۔ ماتھے پہ بال بینگ کی صورت کٹے تھے اور باقی بال کندھوں سے اوپر ختم ہو جاتے تھے۔ پیروں میں سفید جوگرز' اور کہنی پہ قدرے بڑے سائز کا ہینڈ بیگ لیے' وہ انگلیوں اور کلائیوں میں بہت سے سنہرے بریسلیٹ اور انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھی۔

"اور تم ہو کون؟" شبنم نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"سوزین۔ میں ماہر فرید کی وکیل ہوں۔ انہوں نے مجھے بلایا ہے۔ یقین نہیں آتا تو ان سے پوچھ لیں۔" اعتماد سے کہتی وہ چنگیز کی طرف گھومی۔ ''کیا میں ان سے مل سکتی ہوں تاکہ ان سب کی تسلی ہو جائے؟"

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ویسا ہی نیم تاریک تھا جیسا چنگیز چھوڑ کے گیا تھا۔ سوزین نے دروازہ بند کیا اور جوگرز سے چلتی اس کے سامنے آرکی۔ ماہر نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھا۔

" تم کون ہو اور ایاز بے کہاں ہیں؟"

"میں سوزی ہوں۔" رک کے تصحیح کی۔ ''سوزین۔ میں ایاز بے کی فرم میں جونیئر پارٹنر ہوں۔ دراصل....'' اس

کے چہرے پہ افسوس ابھرا۔ ''ایاز بے کی طبیعت بہت خراب ہے۔ان کا اپنی بیوی سے بہت برا جھگڑا ہوا ہے۔وہ اس ذہنی حالت میں نہیں ہیں کہ آپ کا کیس دیکھ سکیں۔اس لیے وہ مجھے ساتھ لائے ہیں۔اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کو گھر بھیج دیں؟''

ماہر نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس کو سر سے پیر تک دیکھا۔اس کا بیگ۔کوٹ۔جوتے۔

''مجھے کل کی پیشی پہ ضمانت چاہیے۔کیا تم میری ضمانت منظور کروا سکتی ہو؟''

''میں کل کی پیشی پہ آپ کو ضمانت پہ رہا کروا دوں گی' ماہر بے۔میں آپ کو اپنی زبان دے رہی ہوں۔'' وہ پورے وثوق سے کہہ رہی تھی۔اس نے سر کو خم دیا۔

وہ ''ایک منٹ'' کہہ کے باہر نکل گئی۔

راہداری میں کھڑے لوگ اسی طرح وہاں موجود تھے۔چنگیز البتہ اب وہاں نہیں تھا۔

''کیا کہا تھا میں نے؟'' اس نے جتاتی ہوئی نظر ان سب پہ ڈالی۔''ماہر بے کہہ رہے ہیں کہ آپ....'' ایاز صاحب کی طرف اشارہ کیا''....واپس جا سکتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔سوری... آپ کا سارا تجربہ ایک طرف' لیکن ان کو میرے جیسی ایک litigator کی ضرورت ہے۔'' پھر شبنم اور بیربل کو دیکھا۔

''اور آپ دونوں کے لیے انہوں نے کہا ہے کہ دروازہ اس طرف ہے۔'' راہداری کے اختتام کی طرف اشارہ کیا جہاں سڑک کی طرف دروازہ کھلتا تھا۔ایاز صاحب نے زور سے پیر پٹخا اور بڑبڑاتے ہوئے بریف کیس لیے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔شبنم نے افسوس سے انہیں جاتے دیکھا۔

''مجھے اس سے ملنا ہے۔'' بیربل کا چہرہ سرخ ہوا۔

''وہ اس وقت کسی سے نہیں ملنا چاہتے۔آپ کی ان کو کہی کوئی بھی بات انہیں خطرے میں ڈال سکتی ہے کیونکہ چنگیز کے minions ہر طرف سے کان لگائے بیٹھے ہیں۔''

بیربل کے کندھے ڈھیلے ہوئے۔سر کو خم دیا۔وہ واپس مڑ گئی اور اسی اعتماد سے ماہر کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

چنگیز اور وہ فربہ پولیس اہلکار اس وقت ایک دوسرے تاریک کمرے میں کھڑے تھے جس میں ایک شیشے کی دیوار بنی تھی۔اس کے پار ماہر تنہا بیٹھا نظر آ رہا تھا۔دفعتاً سوزین اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔

''یہ لڑکی جھوٹ بول رہی ہے۔ہمیں ماہر کو بتانا چاہیے یا....'' کافی کا گھونٹ بھرتا اہلکار کھنکھارا۔

''یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔'' چنگیز نے ناک سے مکھی اڑائی۔

" کیا معلوم اسے اصلی قاتل نے بھیجا ہو ماہر کو مزید پھنسانے کے لیے؟"

چنگیز نے گھور کے اسے دیکھا تو اہلکار نے شانے اچکائے۔

" کم آن کو مسار بے ... آپ کو خود بھی یقین نہیں ہے کہ ماہر فرید ایسے کسی کو مار سکتا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسے پھنسایا جا رہا ہے۔"

"اگر تم غالب نواز کی اپارٹمنٹ بلڈنگ کی نگرانی حاضر دماغی سے کرتے تو یہ نہ ہوتا۔"

"میرا کیا قصور؟" اس نے دوسرے ہاتھ میں پکڑا ڈونٹ دانتوں سے کاٹا۔ پھر اسے چباتے ہوئے بھرے منہ کے ساتھ کہنے لگا۔ ''میں نے اس صبح ایک دراز قد آدمی کو چہرے پہ ماسک چڑھائے بلڈنگ سے نکلتے دیکھا تھا۔ اس نے غالب نواز کا کوٹ اور مفلر پہن رکھا تھا۔ میں اسے غالب نواز سمجھا۔ ائیر پورٹ تک جا کے اس نے مجھے چکما دیا اور کہیں غائب ہو گیا۔ یقیناً وہی اصل قاتل تھا۔ اب اس نے اپارٹمنٹ بلڈنگ کے سی سی ٹی وی کیمرے ٹیمپر کر دیے تو میرا کیا قصور؟"

" کو مسار بے..." وہ لڑکی اب شیشے کی دیوار پہ دستک دے رہی تھی۔ یہاں سے وہ دیوار کے پار کھڑے چنگیز اور فربہ اہلکار کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔

'' آپ کی جاسوسی مکمل ہو گئی ہو تو واپس آئیں۔ مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ جمائے وہ ٹٹولتی نظروں سے آئینے کی دیوار کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ پیچھے ماہر خاموشی سے اسی طرح بیٹھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

" آپ زیاد بھائی کے بارے میں غلط سوچ رہی ہیں۔"

زیاد کو گئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ مگر وہ دونوں اسی طرح ایل شیپ صوفے پہ بیٹھی تھیں۔ مالا کشن گود میں رکھے چہرہ ہاتھوں میں گرائے ہوئے تھی اور رامین ایک بازو صوفے کی پشت پہ پھیلائے سوچ میں گم تبصرہ کر رہی تھی۔

"میں غلط نہیں ہوں۔" مالا نے برہمی سے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''اس کے نقشوں پہ رقم ہر تاریخ پہ اس شہر میں ایک ایسا ہی حیوانی قتل ہوا تھا۔ زیاد کو یہ تاریخیں پہلے سے کیسے معلوم ہوئیں؟"

"ان تاریخوں میں انہی شہروں میں ایک جیسی چوریاں بھی ہوئی ہوں گی۔ تو کیا زیاد بھائی چور بھی ہوئے؟"

مالا نے سینے پہ بازو لپیٹ لیے' اور پیچھے ہو کے بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پہ زخمی سا تاثر تھا۔

" کوئی میری بات پہ یقین نہیں کرے گا' ہے نا؟"

"زیاد بھائی ایک ڈیسنٹ انسان ہیں۔ان میں لاکھ عیوب ہوں' لیکن قتل... نہیں۔ مالا یہ نہیں ہوسکتا۔آپ غلط سوچ رہی ہیں۔"

"اس نے میرے سامنے تاریخ لکھی تھی۔اس کو ایک دن پہلے کیسے معلوم ہوا کہ اس تاریخ کو قتل ہونا تھا؟"

اس کی آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں اور چہرہ زرد۔

" کیا اس روز ان کے کسی انداز سے آپ کو لگا تھا کہ وہ قتل کر کے آئے ہوں؟"

مالا نے واپس صوفے سے ٹیک لگائی اور نگاہیں آتش دان کے اوپر بنے مینٹل شیلف تک چلی گئیں۔وہاں چند پودے' کتابیں اور ایک کینڈل رکھی تھی۔

''وہ نکاح کی صبح دوپہر دیر سے پہنچا تھا۔پھر وہ میرے سامنے ماہر سے ملا۔اس نے ماہر کو دھمکی دی۔میں نے ان کی باتیں سن لی تھیں۔اس کا انداز بہت سرد تھا۔خطرناک سا۔"وہ پودے کے پتے دیکھتے ہوئے یاد کر رہی تھی۔''میں نے زیاد کو ایسے بولتے کبھی نہیں سنا تھا۔وہ دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔میں نے ماہر سے پوچھا اس کے بارے میں۔لیکن....''

گہری سانس لے کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

"لیکن اس نے کچھ نہیں بتایا؟"رامین غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔کشمالہ مبین کے چہرے پہ بہت سی تلخی ابھری۔

"نہیں۔ہمارے درمیان اعتبار کا رشتہ ختم ہوئے عرصہ بیت چکا ہے۔"

"ماہر کو دھمکی دینے یا ان بے ضرر سے نقشوں سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ زیاد ایک قاتل ہے؟میں جتنا اس بارے میں سوچوں' مجھے آپ کا اندازہ ایک اوورری ایکشن لگتا ہے۔زیاد ایک رائٹر ہے جو....''

"وہ رائٹر نہیں ہے۔"اس نے اپنی بات دوبارہ دہرائی۔اتنے وثوق سے کہ رامین چونک کے اسے دیکھنے لگی۔

"یہ اندازہ ہے یا یقین؟"

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی' موبائل تھرتھرایا۔مالا نے بے توجہی سے اسے اٹھایا۔لیکن اسکرین پہ نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں پلک جھپکنا بھول گئیں۔غالب نواز کے نام کا لگایا گوگل الرٹ اسے ایک نئی خبر سے آگاہ کر رہا تھا جو ابھی ابھی ایک ٹیبلوئیڈ پہ ریلیز ہوئی تھی۔

"ماہر... پولیس نے ماہر کو قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔"اس نے بے یقینی سے رامین کو دیکھا۔

زیاد سلطان کی آواز سماعتوں میں گونجی تھی۔

(نہیں 'ماہر بے۔ ابھی تم میرے کام کرنے کے طریقے کو سمجھے نہیں ہو۔ میں اور کشمالہ اپنی زندگی جئیں گے اور تم اپنی بہن کی یاد میں خوشبودار موم بتیاں جلاتے رہو گے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نیم روشن کمرے کی واحد ٹیوب لائٹ ان تینوں کے سروں پہ روشن تھی۔ اس کی روشنی ایسی تیز تھی کہ سر میں درد ہونے لگتا تھا۔ وہ دونوں چنگیز کے مقابل ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔

"آپ نے میرے کلائنٹ کو ابھی تک چارج نہیں کیا۔" وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ "اگر چارج کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو میں اپنے کلائنٹ کو لے کر جا رہی ہوں۔" وہ کرسی پہ آگے ہوئی جیسے اٹھنے لگی ہو۔

"میں ماہر فرید کو چارج کرنے لگا ہوں۔" چنگیز نے ناگواری سے اس لڑکی کو دیکھا۔ بطور ایک پولیس کمشنر' دفاعی وکیل اس کی ناپسندیدہ ترین مخلوق تھے۔

"تمام۔ پھر آپ کو صبح میرے کلائنٹ کو عدالت میں پیش کرنا ہو گا جہاں میں ان کی ضمانت کروالوں گی۔" واپس پیچھے ہو کے بیٹھی اور مسکرائی۔

چنگیز نے ایک نظر خاموش بیٹھے ماہر کو دیکھا۔ "یہ عام قتل کیس نہیں ہے۔ یہ ایک ہائی پروفائل کیس بن چکا ہے۔ جج ضمانت منظور نہیں کرے گا۔ اس لیے آپ کے کلائنٹ کے لیے بہتر ہے کہ وہ ہمارے سوالات کے جواب دے۔"

"سوال پوچھیں۔" وہ دونوں اب چنگیز کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ انیس تاریخ کی صبح کہاں تھے؟" چنگیز نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ خاموش رہیں گے' ماہر بے۔" سوزی کی آواز بلند تھی۔

ماہر نے کچھ نہیں کہا۔ وہ اسی ڈھٹائی بھری خاموشی سے چنگیز کو دیکھے گیا۔

"آپ قتل سے پہلے تین دفعہ غالب نواز کی بلڈنگ میں کیوں گئے تھے؟"

"آپ جواب نہیں دیں گے۔"

"آپ کی غالب نواز سے کیا گفتگو ہوئی تھی؟"

"آپ جواب نہیں دیں گے۔"

چنگیز نے دانت پہ دانت جما کے اسے دیکھا۔

www.facebook.com/nemrahahmed.official

" آپ اپنے کلائنٹ کی مدد نہیں کر رہی ہیں۔ اس کا کیس خراب کر رہی ہیں۔"

" آپ جا کے میرے کلائنٹ کو چارج کریں۔ مجھے اب ان سے پرائیوٹ میں بات کرنی ہے۔ وکیل اور کلائنٹ کے پریویلیج کے تحت آپ کو ہمیں ایک ایسا کمرہ فراہم کرنا ہے جہاں...." آگے کو جھک کے سرگوشی کی" ....آپ کے ریکارڈنگ ڈیوائس نہ لگے ہوں۔" مسکرا کے پلکیں جھپکائیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک دوسرے کمرے میں بیٹھے تھے۔ یہ نارمل طریقے سے روشن تھا۔ میز کرسیاں لگی تھیں۔ اور دیواروں میں کوئی شیشہ نہ تھا۔

"پولیس صبح آپ کو عدالت میں پیش کرے گی۔ اس سے پہلے آپ کو دو اہم فیصلے کرنے ہیں۔"

" کیا؟" وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ درمیان میں میز تھی۔

" پہلا فیصلہ یہ ہے کہ...." اس نے غور سے ماہر کو دیکھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کے الفاظ ادا کیے۔

" آپ کو شیو کرنی چاہیے۔"

"شیو؟" اس نے بے اختیار بڑھی ہوئی شیو کو چھوا۔

"جج کلین شیو' صاف ستھرے ملزم کو پسند کرتے ہیں۔" وہ کندھے اچکا کے پیچھے ہو کے بیٹھی۔

"تھینکس۔ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ دوسرا فیصلہ؟"

"یہ کہ آپ کیا پہنیں گے؟" وہ قلم انگلیوں میں گھماتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ " آپ کو جج کے سامنے خود کو ایک سلجھا ہوا آرکیٹیکٹ ظاہر کرنا ہے۔" قلم لبوں پہ رکھ کے سوچا۔

"ڈارک سوٹ۔ ویسٹ۔ ٹائی۔ کف لنکس۔ آپ کو مکمل تیار ہونا چاہیے۔"

"میرے پاس بہت سے ڈارک سوٹس ہیں' سوزین حانم۔" وہ بھی اس کی آنکھوں میں غور سے دیکھ رہا تھا۔

"لیکن کل والا سوٹ مہنگا ہونا چاہیے۔ آپ کی ضمانت اس سوٹ پہ منحصر ہوگی۔ افورڈ کر لیں گے' ماہر بے؟" وہ آخر میں مسکرائی۔

" آف کورس۔ جتنا مہنگا ہو جائے' مجھے پرواہ نہیں۔ شبنم سے کہو' وہ ارینج کروا دے گی۔ مجھے صرف رہائی چاہیے کیونکہ...." وہ آگے کو جھکا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چبا چبا کے الفاظ ادا کیے۔ "ماہر فرید....جیل...نہیں جائے گا۔"

وہ مسکرا کے جگہ سے اٹھی اور بیگ لیے باہر کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے بیگ پہ ایک سرخ اسٹکر لگا تھا جو آدھا پھٹا

ہوا تھا۔ ماہر خاموشی سے اس اسٹکر کو دیکھے گیا یہاں تک کہ دروازے کے پار گم ہوگئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"آپ کو یقین کیسے ہے کہ زیاد رائٹر نہیں ہے؟"

رات اپارٹمنٹ کی کھڑکیوں کے باہر دھیرے دھیرے بھیگ رہی تھی۔ وہ دونوں کافی دیر ماہر فرید کی گرفتاری کی خبر پہ خاموش بیٹھی رہی تھیں۔ ایک عجیب سی فکرمندی تھی جس نے کشمالہ مبین کو گھیر لیا تھا۔ اس شخص سے سارے شکوے، ساری بے اعتباری ایک طرف ہوگئی تھی۔ یاد تھا تو صرف زیاد کا وہ لہجہ جس میں اس نے کہا تھا... تم ساری عمر خوشبودار موم بتیاں جلاتے رہو گے۔ وہ جیل جانے کی بات کر رہا تھا۔ وہ ماہر کو ساری عمر جیل میں رکھنا چاہتا تھا۔ یہ سب اس نے کیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ یا کم از کم زیاد ماہر کو جانتا تھا۔ وہ سبرینہ کا باس تھا اور زیاد کا سبرینہ سے کوئی ایسا تعلق تھا جسے وہ کور کرنے کے لیے منگیتر کا لفظ استعمال کرتا تھا۔ یقیناً دونوں کی کوئی...

"مالا؟" رامین نے اسے سوچوں کے سمندر سے نکالا۔ وہ چونک کے اسے دیکھنے لگی تو رامین نے سوال دہرایا۔

"مجھے ہمیشہ سے اس کا رائٹر ہونا کھٹکتا تھا۔ کیونکہ میں نے اسے کبھی اپنی نئی کتاب کے بارے میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔ تم شاعری لکھتی تھیں، تم ہمیشہ اپنی کتاب کے بارے میں بات کرتی تھیں۔ جوش سے۔ خوف سے۔ جب تم سے لکھا نہ جا رہا ہوتا، اور تم رائٹرز بلاک کا شکار ہو جاتیں۔ زیاد ایسا نہیں تھا۔ اس نے بہت شروع میں ایک دو دفعہ کے بعد اپنے کام کے حوالے سے بات نہیں کی۔ مارکیٹینگ ایجنسی کے بارے میں وہ بات کرتا تھا۔ لیکن کتابیں؟ وہ یہ ذکر گول کر جاتا۔"

"شاید وہ شائے ہو۔ کچھ رائٹرز...."

"وہ رائٹر نہیں ہے، رامین۔" اس کا لہجہ قطعی تھا۔ "اس نے ایک ہی کتاب لکھی تھی۔ لیکن وہ کتاب کہاں ہے؟ میں نے اس کی ایک کاپی اس فلیٹ میں نہیں دیکھی۔ لاہور والے گھر میں بھی نہیں۔ سامان میں بھی نہیں۔ کتاب آرڈر کرنے کا لنک انسٹاگرام پہ موجود ہے۔ ماہی نے آرڈر کرنی چاہی۔ لیکن لنک ہمیشہ بروکن ہوتا ہے۔ لوگ ایک دو دفعہ ٹرائی کر کے اپنے انٹرنیٹ کا قصور سمجھ کے چھوڑ دیتے ہیں۔ میرے اصرار پہ زیاد نے مجھے کتاب کا پی ڈی ایف بھیجا۔ میں نے چند چیپٹرز پڑھے تھے۔ لیکن...." وہ جیسے اپنی بات واضح نہیں کر پا رہی تھی۔

"وہ الفاظ زیاد کے نہیں تھے۔ زیاد تلخ ہے۔ pessimist۔ وہ تاریک پہلو دیکھتا ہے۔ اور وہ ایک نان فکشن کتاب تھی جو کسی optimist نے لکھی تھی۔ مجھے لگتا ہے اس نے کسی اور سے کتاب لکھوائی تھی۔"

رامین کا منہ کھل گیا۔ "لوگ پیسے دے کر رائٹر بھی بن سکتے ہیں؟"

"پیسے سے دنیا کے اکثر مسائل حل ہو جاتے ہیں' رامین۔ اس کا رائٹر ہونا صرف ایک کور ہے۔ تاکہ اس کے پاس ٹریولنگ کا بہانہ ہو۔ کیونکہ رائٹرز کو ویزے آسانی سے مل جاتے ہیں۔ اس نے اپنی ویب سائٹ' بلاگ' کتاب کی تصویریں ہر جگہ لگا رکھی ہیں۔ کوئی بھی اس کی پروفائل سرچ کرے تو بظاہر وہ ایک کامیاب رائٹر دکھائی دیتا ہے جس کے بہت سے فالوورز ہیں۔ نیو یارک ٹائمز کا ریویو بھی اس کی پروفائل کو چار چاند لگاتا ہے۔ میں بھی اس کے فالوورز کی طرح اسی ریویو سے متاثر ہوئی تھی۔ لیکن.... شاید وہ بھی اس نے پیسے دے کر لکھوایا ہو۔"

چند لمحے کے لیے اپارٹمنٹ کے لونگ روم میں ایک اداس سی خاموشی چھا گئی۔

"میں نے اتنا عرصہ زیاد کے تمام ریڈ فلیگز نظر انداز کیے۔ اس کی تلخی۔ اس کا طنز۔ اس کا مجھے میری اسکن اور عمر کا احساس دلانا۔ میں نے سوچا' ہر شادی ایسی ہوتی ہے۔ عورتیں رہتی ہیں اس سب کے ساتھ۔ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مرد بعد میں ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ لیکن نہیں۔ زیاد کی ہر بات میں کھوٹ ہے۔ وہ استنبول آیا تو مجھ سے جھوٹ بولا۔ اس نے جاب کے بارے میں جھوٹ بولا۔ جھوٹ اس کی ہر بات میں شامل ہے۔ میں اپنی ساری عمر اس کا سچ کھوجنے میں نہیں لگا سکتی۔" ایک دم جیسے سارے فیصلے ہو گئے۔

"میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ میں پاکستان واپس جا رہی ہوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے وہی کرنا تھا جو وہ ہمیشہ کرتی آئی تھی۔ فرار۔ اس کا coping میکنزم۔ ایک دفعہ وہ لاہور چھوڑ کے سعودی عرب آئی تھی تاکہ جادو اور جادوگروں کی باتیں پیچھے رہ جائیں۔ اس دفعہ اسے زیاد کو چھوڑ کے واپس لاہور جانا تھا۔

مالا نے تیزی سے اپنا بیگ اٹھایا جو اتنے دن سے سامنے پڑا تھا اور جس کی کھلی زپ سے کپڑے ابلتے دکھائی دے رہے تھے۔

"لیکن آپ زیاد کی اجازت کے بغیر ملک نہیں چھوڑ سکتیں' مالا۔"

وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔ لب بے یقینی سے کھل گئے۔

"ری انٹری..." تمام الفاظ ختم ہو گئے۔ اسے زیاد کی ابشر ایپ سے ری انٹری بنوانی تھی۔ اس کے بغیر وہ اس ملک سے نہیں جا سکتی تھی۔

"اگر وہ واقعی ایسا ہے جیسا ہم سوچ رہے ہیں تو کیا وہ آپ کو پاکستان واپس جانے دے گا؟"

اس نے بے اختیار سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ ایک دم ساری دنیا گول گول گھومنے لگی۔

وہ ایک قیدی تھی۔ وہ اپنی مرضی سے کہیں نہیں جا سکتی تھی۔

"اب؟ اب میں کیا کروں؟" زندگی ایک ہولناک سوال پوچھ رہی تھی۔

"اداکاری...." رامین سوچ سوچ کے بول رہی تھی۔

"اگر آپ اس سے دور جانا چاہتی ہیں تو آپ کو تھوڑی سی اداکاری کرنی ہوگی۔ جیسا کہ میں نے کہا... ہم لڑکیاں اداکاری کرتے کرتے بڑی ہوتی ہیں۔" رامین کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"سب سے پہلے..."

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"سب سے پہلے زیاد کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ آپ اس کی اصلیت جانتی ہیں...."

(مالا احتیاط سے نقشے اسی انداز میں رول کر کے کارٹن میں واپس ڈال رہی تھی۔ فلیش لائٹس کا شاپر بھی اندر رکھ دیا۔ قریب میں رامین فرش پہ ویکیوم لگا رہی تھی۔)

"آپ خود کو نارمل ظاہر کریں گی... جیسے آج کا دن کبھی آیا ہی نہ تھا۔"

(اپارٹمنٹ اب اپنی پرانی حالت پہ واپس آ چکا تھا۔ صبح کی کرنیں کھڑکی سے جھانک رہی تھیں۔ صاف ستھرا لونگ روم۔ دھلا دھلایا کچن۔ خاموشی اور سکون۔)

"زیاد اگر واقعی ایک قاتل ہے، تو وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔"

(وہ بیڈروم میں سنگھار میز کے سامنے کھڑی تھی۔ بے تاثر آنکھوں سے خود کو دیکھتے ہوئے برش سے چہرے پہ سیٹنگ پاؤڈر لگا رہی تھی۔)

"اور خطرناک آدمی کو کنفرنٹ کرنا زیادہ خطرناک ہو سکتا ہے۔"

(وہ نورہ کے آفس کی طرف جا رہی تھی۔ سرمئی عبایا پہنے، ہاتھ میں چند کاغذ پکڑے جب موبائل تھرتھرایا۔ اس

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

نے رک کے فون نکالا۔ زیاد کا میسج جگمگا رہا تھا۔

"میں کل شام تک پہنچ جاؤں گا۔"

"او کے۔" انگلیاں میکانکی انداز میں چلنے لگیں۔

"اور تم کیسی ہو؟")

"آپ کو چند دن تک اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا ہوگا۔ اور اپنا مقصد نہیں بھلانا۔ آپ کا مقصد خیر خیریت سے اپنے بھائی کے پاس پاکستان پہنچنا ہے۔ اور اس کے لیے زیاد کی اجازت چاہیے۔"

(اس کے چہرے پہ سرخی سی ابھرنے لگی۔ بے بسی۔ ایک عجیب سا خوف۔ لیکن اس نے آنکھیں بند کیں۔ ایک سانس کھینچ کے نکالا۔ دوسرا۔ تیسرا۔ پھر آنکھیں کھولیں تو چہرہ سپاٹ اور قدرے پرسکون تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔" کسی روبوٹ کی طرح جواب لکھ کے بھیج ڈالا۔)

"زیاد کی واپسی تک خود کو کمپوز ڈ رکھنے کے لیے آپ کسی دوسرے کام پہ دھیان دیں۔ جیسے نورہ کا پروجیکٹ۔"

(نورہ کرسی پہ بیٹھی تھیں اور مالا ساتھ جھک کے کھڑی تھی۔ عبایا کے آستین کہنیوں تک چڑھائے، انگوٹھیوں والے ہاتھ سے وہ اسکرین کی طرف اشارہ کرتی کچھ سمجھا رہی تھی۔ چہرہ بالکل سنجیدہ تھا۔ کسی بھی مسکراہٹ سے بے نیاز۔ نورہ عینک لگائے ساتھ بیٹھی توجہ سے سن رہی تھیں۔ پھر آخر میں وہ مسکرائیں۔ اور سر اثبات میں ہلایا۔)

"اس دوران آپ کو زیاد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

(وہ اپنے ڈیسک پہ بیٹھی تھی۔ سامنے زیاد کی کتاب کے پرنٹ آؤٹس رکھے تھے۔ شیلڈن مرجھایا ہوا سا اسے دیکھ رہا تھا جو بے توجہی سے کتاب کے صفحے پلٹا رہی تھی۔ پھر اس نے موبائل اٹھایا اور عبدالمالک فرید کی چیٹ کھولی۔

"میں غلط تھی۔ مجھے سبرینہ کی فائل کی ضرورت ہے۔" سینڈ کا بٹن دباتے ہوئے اس کے ہاتھ ذرا برابر نہ کپکپائے۔)

"آپ کو کسی بھی تعصب سے پاک ہو کے زیاد سلطان کی ایک نئی پروفائل اپنے ذہن میں بنانی ہے۔ وہ کون ہے؟ وہ کیا کرتا ہے؟"

(وہ آفس ڈیسک پہ بیٹھی تھی۔ سامنے اسکرین پہ ایک سر کٹی لاش کی تصویر تھی۔ وہ اردن کا ایک مشہور عرب رائٹر تھا۔ دوسری ٹیب میں اس رائٹر کی بیٹی کا انسٹاگرام کھلا تھا جہاں وہ اپنے باپ کی تیسری برسی پہ اس کی ادھوری کتاب سے ایک اقتباس پڑھ کے سنا رہی تھی جو اس کے باپ نے کئی برس پہلے اسے سنایا تھا۔

"میرے بابا کی موت کے وقت ان کے چوری ہونے والے مسودے کی ایک جھلک۔"

مالا اس کے الفاظ سنتے ہوئے تیزی سے زیاد کی کتاب کے پرنٹ آؤٹس کے صفحات پلٹ رہی تھی۔ پھر ایک صفحے پہ وہ رکی۔ ویڈیو ریوائنڈ کی۔ ایک ایک لفظ سنا۔ پھر ایک تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں پہ پھیل گئی۔

زیاد نے کتاب پیسے دے کر نہیں لکھوائی تھی۔ اس نے کتاب چوری کی تھی۔ وہ درست تھی۔ وہ رائٹر نہیں تھا۔)

"آپ نے زیاد کے تمام جھوٹ کھوجنے ہیں۔"

(وہ ساحل کے کنارے ننگی پاؤں چل رہی تھی۔ ہوا سے عبایا اڑ اڑ کے پیچھے جا رہا تھا۔ کانوں میں ائیر پوڈز لگے تھے۔

"نیویارک ٹائمز کے آرٹیکل کا وہ اسکرین شاٹ جو زیاد نے کسی تمغے کی طرح پوسٹ کر رکھا ہے، وہ اس تاریخ کے اصل اخبار میں موجود ہی نہیں ہے۔ لوگ اسکرین شاٹ سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ برسوں پہلے کے اخبار کا جریدہ ڈاؤن لوڈ کر کے کراس چیک کرے۔" وہ تلخی سے رامین سے کہہ رہی تھی۔ "اس کے انسٹاگرام فالوورز بھی fake ہیں۔ خریدے ہوئے۔ سب کچھ جعلی ہے۔ اس کا کام بھی۔ اس کی شخصیت بھی۔")

"آپ کو سبرینہ والے کیس کو بھی ایک نئی نظر سے دیکھنا ہے۔"

(وہ اپارٹمنٹ کے اندھیر لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ ایک مدھم لیمپ جل رہا تھا۔ لیپ ٹاپ گھٹنوں پہ رکھے وہ غور سے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ ایک کے بعد ایک صفحہ آگے جا رہا تھا۔ ایک سیاہ بالوں اور اونچی پونی والی مسکراتی ہوئی لڑکی۔

"مجھے تم اونچی پونی میں اچھی لگتی ہو۔" زیاد نے کئی دفعہ کہا تھا۔ وہ اس کے اندر کس کا عکس ڈھونڈ رہا تھا؟

وہ فرید ہولڈنگ میں کام کرنے والی ایک سیکرٹری تھی۔ غیر شادی شدہ۔ اس کے قتل کے بعد پولیس کو دیے گئے اس کے خاندان کے بیانات اور اس کے کولیگز کے بیانات میں کسی منگیتر کا ذکر نہیں تھا۔)

"آپ کو ماہی کو کال کر کے اسے اعتماد میں لینا ہوگا۔ اس وقت آپ کو اس کی ضرورت ہے۔"

(وہ سمندر کے کنارے بیٹھی تھی۔ ریت پہ آلتی پالتی کیے۔ ہوا سے پھڑ پھڑاتا اسکارف بدقت گردن تلے اڑس رکھا تھا۔ سن گلاسز آنکھوں پہ تھے اور فون کان سے لگا تھا۔

"کیسی ہو ماہی؟" اس کی آواز بھیگ گئی۔

"عجیب ہیں یہ عباد کے گھر والے۔ امریکہ میں کوئی فوتگی ہوئی ہے۔ مجھے حکم آ گیا ہے کہ جا کے اٹینڈ کروں۔ مطلب عباد خود تو کہیں جاتا نہیں۔ ہر وقت جاب کا بہانہ۔ کہ چھٹی نہیں ملتی۔ اس کی جگہ یہ سب مجھے بھگتانا پڑتا ہے۔ کیسے میں اتنے چھوٹے بچے کے ساتھ جاؤں؟ کوئی میرا کیوں نہیں سوچتا؟"

"ماہی...."

"اب میں نہ گئی تو سب کہیں گے کہ اپنے بھائی کی شادی کے لیے یورپ چلی گئی۔ ساتھ ہی تو تھا امریکہ۔ ماہی آ سکتی تھی۔ لیکن نہیں آئی۔" وہ تلخی سے بولے جا رہی تھی۔ "یہ سب اس لیے میرے ساتھ یہ کرتے ہیں کیونکہ میں جاب نہیں کرتی۔ ان کو میں ایک فارغ ہاؤس وائف لگتی ہوں۔ حالانکہ...."

اس نے دھیرے سے فون بند کر دیا۔ پھر سر گھٹنوں میں دے دیا۔)

"آپ کو معید کو بھی اعتماد میں لینا ہوگا۔ وہ آپ کا بھائی ہے۔ اس وقت وہ آپ کی سب سے بڑی سپورٹ بنے گا۔"

(وہ "ڈوز" کافی شاپ میں بیٹھی تھی۔ میز پہ کافی کا بھرا ہوا اَن چھوا کپ رکھا تھا۔ اور وہ ائیر پوڈز کانوں میں لگائے خاموشی سے سن رہی تھی۔

"ماہی کو سمجھاؤ یار۔" معید ناخوشی سے کہہ رہا تھا۔ "میں ہنی مون پہ ہوں۔ کچھ دن ریلیکس کرنا چاہتا ہوں۔ مگر جب میں نے فیملی گروپ میں تصویریں بھیجیں تو وہ وہی بات کرنے لگ گئی۔ باغ باغ۔ یار ایک باغ ہی تو تھا۔ دے

دوں گا پیسے۔میری زندگی کی پہلی خوشی ہے۔اس میں ضروری ہے کہ وہ مجھے ٹینشن دے؟اوپر سے وہ شفق کے ساتھ بھی ایسے بی ہیو کرتی ہے کہ....''

اس نے ائیر پوڈ کان سے نکال کے میز پہ رکھ دیا۔اس میں معید کی آواز ہنوز ابھر رہی تھی لیکن اب وہ نہیں سن رہی تھی۔

دور دور تک میزوں پہ چند لوگ بیٹھے تھے۔شارٹس میں ملبوس آدمی اپنے اپنے لیپ ٹاپ پہ کام کر رہے تھے۔کہیں کوئی گروپ بیٹھا کسی بحث میں مشغول تھا۔کہیں آئی پیڈ اٹھائے سیاہ عبایوں والی لڑکیاں تھیں جو اپنی کافی کی تصویر کھینچ رہی تھیں۔سب کی اپنی دنیا تھی۔

اور وہ اپنی دنیا میں اکیلی تھی۔)

''زیاد کی واپسی پہ آپ خود کو بالکل نارمل ظاہر کریں گی۔ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔''

(وہ میرون چوڑی دار آستین والی لمبی قمیض' ٹراؤزر میں ملبوس' ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے' کچن میں کھڑی تھی۔بال ایک طرف ڈال رکھے تھے چہرہ ہلکے میک اپ سے سجا تھا۔البتہ آنکھیں اسی طرح سپاٹ تھیں۔)

''آپ اس کا ویسے ہی استقبال کریں گی جیسے پہلے کرتی تھیں۔''

(مالا نے پین کا ڈھکن اٹھا کے دیکھا۔اندر سے خوشبو دار بھاپ نکل کے چہرے پہ آئی۔بھاپ چھٹی تو چاؤمن کی شکل دکھائی دی۔اس نے ڈھکن بند کیا اور چولہا آف کر دیا۔باہر بیل ہوئی تھی۔وہ پہنچ چکا تھا۔)

''اگر اس کو آپ کے موڈ کو دیکھ کے کوئی شک ہوگا تو آپ طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنائیں گی۔''

(زیاد سلطان اور مالا کچن ٹیبل پہ آمنے سامنے بیٹھے خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے۔چاپ اسٹکس کے پلیٹ سے ٹکرانے کی آواز ہر شے پہ غالب تھی۔دونوں کے درمیان گلدان میں پھول رکھے تھے اور موم بتیاں جل رہی تھیں۔

''تم چپ چپ ہو؟''

مالا نے چونک کے اسے دیکھا۔ پھر زبردستی ہلکا سا مسکرائی۔

" کچھ نہیں۔ بس ذرا سر میں درد ہے۔ اور کمر میں بھی۔ " نگاہیں جھکا کے پلیٹ پہ مرکوز کر دیں۔)

" جب زیاد آپ کی طرف سے مطمئن ہو جائے تو آپ پاکستان جانے کا کوئی بہانہ بنائیں گی۔ کسی کی شادی۔ کسی کی فوتگی۔ کچھ بھی۔ "

(" نگینہ آنٹی کی طبیعت کیسی تھی؟ آپ بہت جلد واپس آ گئے؟"

"اب ٹھیک تھیں۔ سرجری ہونی تھی۔ وہ ہو گئی تو آ گیا۔" زیاد مطمئن نہیں ہوا تھا۔ وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

" ہم نے ان کو یوں اکیلا چھوڑ دیا ہے۔" وہ چاپ اسٹکس چلاتے ہوئے چہرہ جھکائے کہہ رہی تھی۔" میں سوچ رہی تھی مجھے ان کے پاس چند دن گزارنے چاہئیں۔ وہ کیا سوچیں گی کہ میں ان کے پاس بالکل نہیں رہی۔"

زیاد نے آنکھیں چھوٹی کر کے غور سے اسے دیکھا۔ بولا کچھ نہیں۔ البتہ پلیٹ سے ہاتھ کھینچ لیا۔)

" آپ اسے بالکل بھی شک نہیں ہونے دیں گی کہ آپ کو اس پہ شک ہے۔ آپ اوشن میں ہر کرائسز بہت اچھے سے ہینڈل کر لیتی تھیں، مالا۔ چند دن کی اداکاری ہی تو ہے۔ آپ کر لیں گی۔ "

" اور سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے رامین کہ میں اداکاری کرنے میں بالکل اچھی نہیں ہوں۔ "

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(مالا کچھ بھی ہو جائے، آپ اس سے اس کے کسی جھوٹ کے بارے میں نہیں پوچھیں گی۔)

"وہ کیا سوچیں گی کہ میں ان کے پاس بالکل نہیں رہی۔ ان کی کوئی خدمت نہیں کی۔" وہ پلیٹ پہ چہرہ جھکائے کہہ رہی تھی۔

"امی کے پاس ملازم اور ابو دونوں ہیں۔" زیاد کی نظریں مالا کے ہاتھوں پہ تھیں۔ وہ پلیٹ میں چاپ اسٹکس گھما رہی تھی۔ کھا نہیں رہی تھی۔

"ہاں لیکن مجھے بھی وہاں ہونا چاہیے تھا۔"

زیاد اس کو گہری نظروں سے دیکھتا پیچھے ہو کے بیٹھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"تم پاکستان جانا چاہتی ہو؟"

مالا نے نگاہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ان کی نظریں ملیں۔کچھ تھا اس کی آنکھوں میں۔

(مالا کچھ بھی ہو جائے' آپ اس سے اس کے کسی جھوٹ کے بارے میں نہیں پوچھیں گی۔)

"ہاں۔کچھ دن کے لیے۔نگینہ آنٹی کے پاس کچھ دن رہوں گی۔ماں سے بھی ملوں گی۔شاید میں ماں کے لیے اداس ہوں۔"

"تمہاری ماں کون سا وہاں موجود ہے۔ایک قبر ہی ہے۔"زیاد سلطان کے چہرے پہ زمانے بھر کی تلخی در آئی۔

"زیاد...."اس نے چاپ اسٹکس زور سے پلیٹ میں رکھی۔آنکھوں میں زخمی سا تاثر ابھرا۔

"ماں کی قبر میرے لیے میری ماں کا گھر ہے۔"

"ابھی تو تم ٹریول کر کے آئی ہو۔پھر ایک نیا خرچہ۔"زیاد نے سر جھٹک کے وسط میں رکھی بروسٹ کی ڈش سامنے کی اور اسٹیک کاٹنے والی چھری اٹھائی۔

(مالا کچھ بھی ہو جائے' آپ اس سے اس کے کسی جھوٹ کے بارے میں نہیں پوچھیں گی۔)

"خرچہ اپنے پیسوں سے کروں گی۔آپ سے تھوڑا ہی مانگ رہی ہوں۔"مالا کی نظریں اس کے ہاتھ پہ جم گئیں۔چمکتی ہوئی چھری اس نے مٹھی میں دبا رکھی تھی۔اس کے دل کے اندر بہت کچھ ڈوب کے ابھرا۔غالب نواز کی سر کٹی لاش۔

"یہ اپنا تمہارانہ کیا کرو۔عجیب ہو تم۔"زیاد کا موڈ جیسے خراب ہو چکا تھا۔وہ بروسٹ کا ٹکڑا کاٹنے کی بجائے بگڑ کے اسے دیکھ رہا تھا۔اور وہ اس کے ہاتھ کو۔

"میں اتنا کہہ رہی ہوں کہ میں آپ کا خرچہ نہیں کرواؤں گی۔"اس کا ہاتھ نامحسوس انداز میں پلیٹ کے ساتھ رکھی دوسری اسٹیک نائف تک بڑھا۔

"بات خرچے کی نہیں ہے۔تمہیں ہر کچھ دن بعد کہیں جانا کیوں ہوتا ہے؟"

مالا کے ہاتھ نے ٹھنڈی چھری مٹھی میں بھینچ لی۔ایسے زور سے کہ ہاتھ کی نسیں ابھرنے لگیں۔

"مجھے ماں یاد آ رہی ہیں۔ بس۔" چھری والا ہاتھ گود میں چلا گیا۔ گرفت مزید مضبوط ہوگئی۔ دل البتہ زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

(مالا کچھ بھی ہو جائے، آپ اس سے اس کے کسی جھوٹ کے بارے میں نہیں پوچھیں گی۔)

''فی الحال تم کہیں نہیں جا رہی ہو۔ آرام سے بیٹھ کے اپنا گھر بساؤ جیسے دوسری لڑکیاں بساتی ہیں۔" زیاد نے چھری بے زاری سے رکھی اور پلیٹ پرے دھکیل دی۔ اس کی بھوک جیسے ختم ہوگئی تھی۔

"دوسری لڑکیاں؟" اس کی رکی سانس بحال ہوئی۔ چھری اب زیاد سے دور تھی اور وہ نیپکن بھی مروڑ کے پرے پھینک رہا تھا۔

"ہاں دوسری لڑکیاں۔ عام لڑکیاں۔" وہ طنز سے کہتے ہوئے کرسی دھکیل کے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''تم اپنے آپ کو خاص لڑکی سمجھنا چھوڑ دو۔ اپنے گھر پہ توجہ دو۔ میں تمہارے tantrums اب مزید برداشت نہیں کر سکتا۔"

(مالا کچھ بھی ہو جائے، آپ اس سے اس کے کسی جھوٹ کے بارے میں نہیں پوچھیں گی۔)

کشمالہ مبین نے چہرہ اٹھایا۔ اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔

"آپ استنبول ایک رات پہلے کیوں آئے تھے؟" سارے ضبط، سارے بند، زبان کے آگے کھڑی کی ہر رکاوٹ کھل گئی۔

زیاد کمرے کی طرف جاتے ہوئے ٹھہر گیا۔ چونک کے اسے دیکھا۔

"کیا؟" زیاد سلطان کی ساری حسیات جاگ گئیں۔

"آپ نے مجھے کہا تھا کہ آپ صبح میں پہنچے ہیں۔ حالانکہ آپ پچھلی رات آئے تھے۔" وہ پیچھے کو ٹیک لگا کے بیٹھی اور گردن اٹھا کے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے ایک ایک لفظ ادا کیا۔

"میں نے آپ کا بورڈنگ پاس دیکھا تھا۔" اس کی آواز دھیرے دھیرے بلند ہو رہی تھی۔

زیاد چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر چھوٹے قدم اٹھاتا واپس میز تک آیا۔ اپنی کرسی کے کنارے کھڑا ہوا۔

"آپ نے ہمیشہ کی طرح مجھ سے ایک اور جھوٹ بولا....''۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

زیاد نے میز سے پلیٹ اٹھائی۔

اور پھر پوری قوت سے اسے دور کچن کی دیوار پہ دے مارا۔ وہ چھناکے سے چکنا چور ہو گئی۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے؟" وہ پوری قوت سے چلایا تھا۔

وہ جہاں تھی وہیں ساکت رہ گئی۔ آنکھیں پلک جھپکنا بھول گئیں۔

"ہر کچھ دن بعد تم مجھے کٹہرے میں کھڑا کر دیتی ہو جیسے میں کوئی مجرم ہوں۔" وہ زور سے چلا رہا تھا۔ "میں تنگ آ گیا ہوں تمہیں صفائیاں دیتے دیتے۔"

"زیاد...." اس کا شل ہوا جسم جیسے جاگا۔ وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"مجھ سے اس ٹون میں بات مت کریں۔" اس کی آواز دھیمی لیکن اٹل تھی۔

"تمہیں یہی ٹون سمجھ میں آتی ہے' کشمالہ۔" وہ اسی طرح چلایا۔ پھر گھوم کے اس کی طرف آیا۔

کوئی ریفلیکس ایکشن تھا یا جسم کا اپنا مدافعتی نظام... وہ بے اختیار الٹے قدموں پیچھے ہٹتی گئی۔

"تمہیں میری کوئی بات ایسے سمجھ ہی نہیں آتی۔" وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ ٹانگوں میں جیسے جان نہیں رہی تھی۔

تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تمہیں صفائیاں دوں۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ دھاڑتے ہوئے قریب آ رہا تھا۔

مالا پیچھے ہٹ رہی تھی۔ پھر اس کے کندھے دیوار سے ٹکرائے۔ پیچھے راستہ بند تھا۔ بالوں کی پشت دیوار سے جا لگی۔

سارے راستے مسدود تھے۔ اس کا سانس رکنے لگا۔ چہرہ سفید پڑتا گیا۔ مٹھی میں بھنچی چھری پہ گرفت مضبوط ہو گئی۔

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ میں کیوں دوں تمہیں صفائیاں؟" وہ اس کے سامنے آیا اور ایک دم زور سے اسے کندھوں سے پکڑ کے جھنجھوڑا۔ اس کی گرفت کسی لوہے کے پنجے جیسی تھی۔

"تم کس حیثیت سے مجھ سے سوال کرتی ہو؟ تم میرے سامنے کچھ بھی نہیں ہو' کشمالہ۔" اس کے اوپری بازوؤں سے اسے جکڑے وہ سرخ چہرے سے غرا رہا تھا۔ وہ بنا پلک جھپکائے بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ یہ وہ آدمی نہیں تھا جس سے اس نے شادی کی تھی۔

"تم ایک ناکام عورت ہو۔ تمہارے پاس نہ کیریئر ہے' نہ باپ کی چھوڑی ہوئی دولت۔ سوائے ایک شکل کے

تمہارے پاس کچھ نہیں ہے' کشمالہ مبین۔تم ایسی نہیں تھیں کہ تمہیں مجھ سے بہتر کوئی رشتہ ملتا۔"وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہر لفظ چبا چبا کے ادا کر رہا تھا۔"تم تیس سال کی ہونے والی ہو۔تمہارے سر پہ نہ ماں باپ ہیں' اور نہ ہی تمہارے بھائی کو تمہاری پرواہ ہے۔اس گھر کے علاوہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے۔اس لیے اب تم وہی کرو گی جو میں کہوں گا۔"

اس کا چھری والا ہاتھ پہلو میں گرا ہوا تھا۔وہ ہاتھ بہت بھاری تھا۔اس میں اٹھنے کا حوصلہ نہیں تھا۔

"تم آج سے مجھے اپنے شوہر کی طرح ٹریٹ کرو گی۔میں تمہیں اب کوئی صفائی نہیں دوں گا۔میں کیا کرتا ہوں' کہاں جاتا ہوں' تم اب مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گی۔"اس نے جھٹکا دے کے اس کے کندھوں کو چھوڑا۔وہ ابھی تک شل سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور پاکستان جانے کا خیال... بلکہ اس گھر سے نکلنے کا خیال بھی اپنے اس چھوٹے سے دماغ سے نکال دو۔"

ایک انگلی سے اس کی کنپٹی کو زور سے دبایا اور پھر غصیلی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

وہ بالکل ساکت سی زیاد سلطان کو جاتے دیکھ رہی تھی۔وہ بکتا جھکتا' اسے بہت سے القابات سے نوازتا اپنے ہوم آفس کی طرف بڑھ رہا تھا۔اندر جاتے ہی اس نے دروازہ دھاڑ سے بند کیا۔

اب ہر طرف خاموشی تھی۔میز پہ رکھی موم بتیاں پگھل پگھل کے ختم ہو رہی تھیں۔پھولوں کی خوشبو باسی ہو چکی تھی۔

وہ دھیرے دھیرے وہیں دیوار کے ساتھ بیٹھتی گئی۔اس کا سارا جسم کپکپا رہا تھا اور چہرہ خوف سے سفید پڑ رہا تھا۔

سارے راستے مسدود تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عدالتی کمرے میں اس وقت سب سے ناگوار آواز اسٹینوگرافر کی ٹائپنگ کی تھی جو وہاں بولے جانا والا ہر حرف ٹائپ کر رہا تھا۔اسٹینوگرافر عدالتی کارروائی کا ایک ایسا ایکسٹرا کردار تھا جو سب کے سامنے ہوتے ہوئے بھی سب کی نگاہوں سے اوجھل رہتا تھا۔اگر تم اسٹینوگرافر کے کندھے کے پیچھے سے جھانک کے اس کے سامنے لکھی تحریر پڑھو تو وہ کچھ یوں نظر آتی تھی۔

سوزین (وکیل دفاع):"ماہر فرید ایک معزز آرکیٹیکٹ ہے جس کے اس شہر میں بیسیوں کلائنٹس موجود ہیں۔کیا

ماہر فرید جیسا شخص ایک فلائٹ رسک ہے؟ کیا وہ ملک چھوڑ کے بھاگ سکتا ہے؟ نہیں۔ ایسے میں معزز عدالت کو اس کی ضمانت منظور کرنے میں کیا قباحت ہو سکتی ہے؟"

اسٹینوگرافر کی انگلیاں کھٹ کھٹ چل رہی تھیں۔ اس کی مشین سے نگاہ اوپر اٹھاؤ تو عدالتی کمرے کا منظر دکھائی دیتا تھا۔

جج صاحب اپنے روسٹرم پہ بیٹھے تھے۔ گاؤن پہنے' عینک لگائے' وہ ہاتھ میں پکڑے کاغذوں کا مطالعہ کر رہے تھے۔

یہ ضمانت کی سماعت تھی۔ اس لیے کمرہ چھوٹا تھا اور اس میں زیادہ رش نہ تھا۔ صرف پراسیکیوٹر اور وکیل دفاع اپنے ایسوسی ایٹس کے ساتھ موجود تھے۔ تماش بینوں کی عقبی کرسیوں پہ بیربل فرید اور شبنم براجمان تھے۔ استغاثہ کی طرف کی کرسیاں خالی تھیں۔ غالب نواز کی پولیس آفیسر منگیتر ملک میں نہیں تھی اور اس کی ہنوز واپسی نہیں ہوئی تھی۔

ماہر دفاعی ڈیسک پہ بیٹھا تھا۔ بڑھی ہوئی شیو کا نفاست سے خط بنائے' گیلے بال پیچھے کو جمائے' وہ گہرے گرے سوٹ میں ملبوس' ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' سکون سے کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس کے بوٹ' کف لنکس' ٹائی پن' ر شے دمک رہی تھی۔ وہ اسٹک بھی جو اس کے ساتھ رکھی تھی۔

"عزم مآب..." سوزین اپنی تقریر جاری رکھے ہوئے تھی۔ وہ جج کے سامنے بنے پلیٹ فارم پہ کھڑی تھی۔ ماتھے پہ کٹے بال۔ اور اونچا جوڑا بنائے' آج اس نے سفید سوٹ پر سیاہ گاؤن پہن رکھا تھا۔ اور (... ماہر کی نظریں سوزی کے ٹخنوں تک گئیں...) پیروں میں سیاہ اونچی ہیلز والے اسٹائیلیٹوز تھے۔

"میرے کلائنٹ نے حال ہی میں کارتال میں اپنی نئی عمارت کا آغاز کیا ہے۔ یہ عمارت میرے کلائنٹ کی کیریئر کا ایک اہم سنگِ میل ہے۔ اس عمارت کو چھوڑ کے بھاگنے کا مطلب ہے کیریئر کی خودکشی۔ کیا ماہر فرید جیسا workaholic شخص ایسا کر سکتا ہے؟" چہرہ موڑ کے طنز سے پراسیکیوٹر صاحب کو دیکھا۔

"پراسیکیوٹر صاحب کی تقریر کے برعکس' ماہر فرید کے پاس لوگوں کو قتل کرنے کا وقت نہیں ہے۔ وہ اس وقت کوئی بھی ایسا کام نہیں کر سکتا تھا جس سے "کیف" کو نقصان پہنچے۔ اور نہ ہی وہ بھاگ کے اپنی کریڈیبلٹی خراب کرے گا۔ آپ سب بار بار یہ بھول جاتے ہیں کہ میرا کلائنٹ اس سارے قصے میں اصل وکٹم ہے۔" بازو بڑھا کے ماہر کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ ابھی تک ٹھیک سے چل نہیں سکتا۔"

جج سمیت سب کی نگاہیں ماہر فرید تک اٹھیں۔وہ جوٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھا تھا' چہرے پہ بہت سی بے چارگی لیے کندھے افسوس سے اچکا دیے۔اور ایک ہاتھ سے واکنگ اسٹک مزید اپنے قریب کر لی۔

" آپ کا کلائنٹ چند دن پہلے تک دوڑ بھی رہا تھا۔آج اس کی اسٹک نکل آئی ہے۔" پراسیکیوٹر صاحب نے تلخی سے لقمہ دیا۔سوزی نے پلٹ کے انہیں بہت افسوس سے دیکھا۔

" آپ ایک disabled شخص کی جسمانی تکلیف کا مذاق اڑا رہے ہیں؟ چچ... افسوس۔میں اس کمنٹ پہ آبجیکشن کرنا بھی اپنے کلائنٹ کی توہین سمجھتی ہوں۔" پھر واپس جج کی طرف مڑی۔

" ہماری دوسری استدعا یہ ہے کہ...." کھنکھار کے گلا صاف کیا۔

"باش کومسار چنگیز کو اس کیس کی تفتیش سے ہٹا دیا جائے۔"

عقبی کرسیوں پہ بیٹھا چنگیز اپنا نام لیے جانے پہ بری طرح چونکا۔گردن اونچی کر کے دیکھا۔یہاں سے اگلی نشست پہ بیٹھے ماہر کے سر کی پشت دکھائی دیتی تھی۔ماہر نے پلٹ کے نہیں دیکھا۔سو وہ اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکتا تھا۔

" آپ کو تفتیشی افسر پہ اعتراض کیوں ہے؟" جج صاحب نے عینک ناک پہ پیچھے کو دھکیلی۔

"میں چنگیز کو کٹہرے میں بلا کے چند سوالات پوچھنا چاہتی ہوں۔اپنا اعتراض میں ان سوالات میں واضح کر دوں گی۔"

چند منٹ کی بحث وتمحیص کے بعد بعد چنگیز کٹہرے میں کھڑا حلف لے رہا تھا۔اس کے انداز میں کچھ غیر آرام سا تھا۔وہ بار بار سامنے مطمئن سے بیٹھے ماہر کو دیکھتا تھا جو اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔وہ اپنی وکیل کو دیکھ رہا تھا جو نازک ہیل سے چلتی ہوئی اب چنگیز کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

" کیا یہ درست ہے کہ آپ ماہر فرید کے دوست تھے؟"

"اس کامیری جاب سے...."

"ہاں یا ناں' کومسار بے؟"

"ہاں۔" اس نے گہری سانس لی۔" لیکن اس دوستی کا میری جاب سے کوئی تعلق نہیں۔"

" آپ کی دوستی کتنی پرانی ہے؟"

"ڈھائی تین برس پرانی۔" وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ جواب دینے لگا۔

" آپ اور ماہر یقیناً دوستوں کی طرح اکٹھے لنچ یا ڈنر کرتے ہوں گے؟"

" کرتے تھے۔" اس نے ماضی کے صیغے پہ زور دیا۔ "جیسے عام دوست کرتے ہیں۔ لیکن جب سے ماہر نے غالب نواز کے کیس..."

"عام دوست ایک دوسرے کے ساتھ سینتورینی بھی جاتے ہیں کیا؟" وہ سینے پہ بازو لپیٹے مسکرا کے پوچھ رہی تھی۔

چنگیز بری طرح چونکا۔ بے اختیار ماہر کو دیکھا۔ وہ اب اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سرد اور خاموش تھا۔

"میں ایک دفعہ...."

" آپ ماہر اور اس کے بھائی بیربل کے ساتھ سینتورینی گئے تھے ناویکیشن پہ؟"

"جی لیکن اس کا..."

"اس ویکیشن کے تمام بلز کس نے ادا کیے تھے؟ یعنی ہوٹل' ائیر ٹکٹ وغیرہ؟"

چنگیز نے تھوک نگلا۔

"ماہر نے کیونکہ...."

" کیونکہ امیر دوست ہمیشہ خود بل ادا کرتے ہیں۔ کاش میرے بھی ایسے امیر دوست ہوتے۔" مسکرا کے پلکیں جھپکائیں۔

" آبجیکشن۔" پراسیکیوٹر نے برہمی سے پکارا۔

"اعتراض برقرار ہے۔" جج صاحب بھی تنبیہی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"تمام... تمام... سوری۔" اس نے مسکرا کے ہاتھ اٹھا دیے۔ اور واپس گواہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میرے کلائنٹ کو آپ کی جانبداری پہ اعتراض ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ اس سے' اور اس کی دولت سے جیلیس ہیں۔ اور ہر وقت اس کو manipulate کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کیس میں بھی آپ یہی کریں گے۔"

" آبجیکشن... وکیلِ دفاع حقائق سے دور جا رہی ہیں۔ وہ کو مسار بے کی جانبداری ثابت نہیں کر سکتیں۔"

"میں اسی طرف آ رہی ہوں۔" وہ مسکرا کے چند قدم اوپر کھڑے چنگیز کو دیکھ رہی تھی۔

" کیا یہ درست ہے کہ گرفتاری کے وقت آپ نے ماہر فرید کو ہتھکڑی نہیں لگائی تھی؟"

چنگیز بری طرح چونکا۔ بے اختیار پیچھے بیٹھے ماہر کو دیکھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ماہر پہلی دفعہ مسکرایا۔اس کی آنکھوں میں دیکھ کے۔ایک پرسکون مسکراہٹ۔

"نہیں کیونکہ...." چنگیز ہکلایا۔

"قانوناً آپ کو جنایت (قتل) کے ملزم کو ہتھکڑی لگانی چاہیے تھی۔"

"ماہر phobic ہے اس لیے...." اس کی پیشانی پہ پسینہ آنے لگا۔بے اختیار ماہر کو دیکھا۔پھر جج کو۔"وہ ہتھکڑی سے ڈرتا تھا اس لیے...."

ماہر فرید کھنکھارا۔قدرے آگے ہوا اور مسکرا کے چنگیز کا چہرہ دیکھا۔

"ماہر فرید کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔تم میری تھیراپسٹ سے پوچھ سکتے ہو۔"

اگلے چند لمحے اسٹینوگرافر اس ڈانٹ کو ٹائپ کرتا رہا جو جواباً جج صاحب نے ملزم کو عدالتی کارروائی کے درمیان میں بولنے پہ پلائی تھی۔

"اس نے درخواست کی تھی کہ اسے ہتھکڑی نہ لگائی جائے۔کیونکہ وہ phobic ہے۔" چنگیز پھیکے چہرے کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"گرفتاری کے وقت کہی ہر بات ریکارڈ پر ہونی چاہیے۔آپ کے ساتھ اس وقت دو پولیس اہلکار بھی تھے۔کیا کسی نے ان کی یہ درخواست سنی تھی؟"

"نہیں۔" چنگیز نے ایک زخمی نظر اس پہ ڈالی۔وہ ڈھٹائی سے مسکرا رہا تھا۔

"آپ نے اپنے دوست کے لیے نرم رویہ رکھا۔یا آپ اس کو ایک رعایت دے کر اپنے تابع کرنا چاہتے تھے۔دونوں صورتوں میں میرے کلائنٹ کو آپ کی جانبداری پہ شک ہے' چنگیز بے۔" وہ جج کی طرف بہت ادب سے متوجہ ہوئی۔"ماہر فرید قانون کی پاسداری کرنے والا شہری ہے۔وہ نہیں چاہتا کہ وہ کسی کے ہاتھوں میں استعمال ہو۔اس لیے ہماری عدالت سے استدعا ہے کہ نہ صرف ماہر کی ضمانت منظور کی جائے بلکہ ایک ایسے افسر کو اس کیس پہ تعینات کیا جائے جو اپنا کام ایمانداری اور...."

اسٹینوگرافر کی کھٹ کھٹ میں اس کی آواز مدھم ہوتی گئی۔

کمرہ عدالت سے سب سے پہلے سرخ چہرے کے ساتھ نکلنے والا شخص چنگیز تھا۔باہر بنچ پہ بیٹھا فربہ پولیس آفیسر اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ایک ہاتھ میں کافی کا کپ اور دوسرے میں گرم گرم ہاٹ ڈاگ تھا۔

"سوری سر۔ہمیں خبر مل گئی ہے۔" اس نے افسوس سے چنگیز کو دیکھا۔"عدالت نے ماہر کو ضمانت پہ رہا کر دیا ہے

کیونکہ....''

" کیونکہ؟" چنگیز جو آگے بڑھ رہا تھا' تیورا کے گھوما اور گھور کے اسے دیکھا۔

" کک ..... کیونکہ...." اس نے تھوک نگلا۔ " آپ نے اس کو ہتھکڑی نہیں لگائی تھی۔"

چنگیز چند لمحے کھڑا اسے گھورتا رہا۔

" تم واقعی اتنے بے وقوف ہو یا بنتے ہو؟"

" مطلب؟"

" تمہیں واقعی سمجھ نہیں آیا کہ جج نے ضمانت کیوں منظور کی ہے؟"

" کیونکہ آپ کی credibility مشکوک ہوگئی تھی؟" اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

چنگیز نے پیر زور سے زمین پہ مارا اور آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پولیس اسٹیشن کے اندر ایک طویل راہداری بنی تھی جہاں مختلف کاؤنٹرز نصب تھے۔ ہر کاؤنٹر کے آگے ایک کھڑکی تھی۔ ماہر فرید بھی ایک ایسے ہی کاؤنٹر کے سامنے کھڑا تھا۔ کھڑکی کے پار بیٹھے آفیسر نے ایک باکس اس کی طرف بڑھایا۔ اس میں اس کی تمام اشیاء تھیں۔ گھڑی۔ موبائل۔ چابیاں۔ والٹ۔

"شکریہ۔" اس نے مسکرا کے آفیسر کو دیکھا اور باری باری تمام چیزیں اٹھانے لگا۔ تبھی قدموں کی آہٹ پہ سر اٹھایا۔

چنگیز سامنے سے چلا آرہا تھا۔ اس کا چہرہ ابھی تک سرخ تھا اور ماتھے پہ بل تھے۔

" تم نے اچھا نہیں کیا۔" جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اس کے عین سامنے آرکا۔ ''تم نے جان بوجھ کے مجھے ہتھکڑی سے منع کیا تھا۔ تاکہ بعد میں تم اس چیز کو میرے خلاف استعمال کرسکو۔"

" تمہیں مجھے ہتھکڑی لگانی چاہیے تھی۔" وہ مسکرا کے گھڑی پہن رہا تھا۔ اسٹک ساتھ کھڑی کر رکھی تھی۔

"ہمیشہ کی طرح ماہر فرید نے اب بھی حالات کو اپنی مرضی سے manipulate کیا۔" چنگیز کے چہرے پہ زخمی تاثر تھا۔'' کاش تم مجھ پہ بھروسہ کرتے۔ میں اس کیس کی تفتیش کر رہا تھا۔ تم بے گناہ تھے تو میں تمہیں بے گناہ ثابت کرتا۔"

ماہر نے گھڑی بند کی اور مسکرا کے کو دیکھا۔

"یہ تمہیں مجھے ہتھکڑی لگاتے ہوئے سوچنا چاہیے تھا۔اوہ سوری ...(ماتھے کو چھوا۔)وہ تو تم نے لگائی ہی نہیں تھی۔" پھر دھیرے سے اس کے کندھے کو تھپکا۔

"Nothing personal" اور والٹ جیب میں ڈالتے ہوئے' اسٹک کی مدد سے لنگڑا کے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جج نے تمہیں کیوں رہا کیا ہے۔"

ماہر کے قدم زنجیر ہوئے۔گہری سانس لے کر وہ چنگیز کی طرف پلٹا۔

" کیونکہ تم نے اپنی جاب ٹھیک سے نہیں کی تھی' کومسار بے۔"

لیکن چنگیز نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔

" نہیں بلکہ اس لیے کہ...." وہ قدم قدم چلتا ماہر کے عین سامنے آرکا۔وہ دونوں تھانے کے سرمئی کاریڈور میں اب ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔

" کہ تم نے جج کو خرید لیا تھا۔"

"واٹ؟" ماہر فرید کے ابرو تعجب سے اٹھے۔

"جج نے ضمانت میری غلطی کی وجہ سے منظور نہیں کی۔ بلکہ اس لیے کی کہ تم پہلے ہی جج کو پیسے کھلا چکے تھے۔میری کریڈیبلٹی خراب کرنا صرف ایک ڈرامہ تھا تا کہ کسی کو شک نہ ہو۔"

ماہر کے ماتھے کی رگیں تن گئیں۔آنکھیں میں بھرے استعجاب کی جگہ ڈھیروں افسوس نے لے لی۔

"تم...." وہ جیسے صدمے سے کچھ بول نہ سکا۔

"میں تمہیں دوست سمجھتا تھا اور تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ بس ایک بگڑا ہوا امیر زادہ جو ہر مسئلے کو پیسے سے حل کرتا ہے؟ یہ ہوں میں تمہاری نظر میں چنگیز؟ واللہ مجھے تمہاری دوستی کی ضرورت نہیں ہے۔" ملامتی نظروں سے اسے دیکھتا' وہ آگے بڑھ گیا۔اسٹک کی ٹک ٹک راہداری میں گونجتی رہی۔

پولیس اسٹیشن کے باہر سبزہ زار بنا تھا۔ بہت سی دھوپ اس کی طرف لپک کے آئی یہاں تک کہ اس کا سارا منظر منور ہوگیا۔وہ گیٹ سے نکلا تو دو گاڑیاں اس کی منتظر تھیں۔شبنم اور بیربل پیچھے ایک گاڑی کے ساتھ کھڑے تھے۔اور سوزین ان سے دور بالکل سامنے کھڑی تھی۔ ماتھے پہ گلاسز اٹکائے' وہ دھوپ سے آنکھیں چھوٹی کیے مسکرا کے اس کو قریب آتے دیکھ رہی تھی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"مبارک ہو ماہر بے۔ آپ آزاد ہیں۔"

وہ بھی ہلکا سا مسکرایا اور اس کے قریب آیا۔

"جج نے کتنے پیسے لیے؟" دھیمی آواز میں پوچھا۔

"اتنے۔" اس نے موبائل اسکرین پہ لکھا ایک نمبر اس کے سامنے کیا۔

"شبنم نے ارینج کیے اور میں نے پہنچوا دیے۔"

"اتنے زیادہ؟"

عدد دیکھ کے ماہر کے ابرو استعجاب سے اٹھے۔

"جیسا کہ آپ نے کہا تھا' جتنا مہنگا ہو جائے' پرواہ نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "البتہ جج صاحب کا اصرار تھا کہ میں ایک اچھا آرگومنٹ پیش کروں تاکہ ان کے ضمانت دینے پر کسی کو شک نہ ہو۔ سو مجھے چنگیز کی قربانی دینی پڑی۔" ہلکے سے شانے اچکائے۔

پسِ منظر میں وہ بیربل اور شبنم کو قریب آتے دیکھ سکتا تھا۔ البتہ وہ اس وقت سوزی کی طرف متوجہ تھا۔

"اب تم مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

سوزین چونکی۔ "میں...."

"تم ایازبے کے ساتھ کام نہیں کرتیں۔ تم کل ائیر پورٹ سے آ رہی تھیں۔"

"اچھا؟ آپ کو کیسے معلوم؟" وہ اسی چیلنج کرنے والے انداز میں مسکرائی۔

"تمہاری جیولری سے ظاہر ہوتا تھا کہ تم money old فیملی سے تعلق رکھتی ہو۔ (اس کی کلائیوں میں پہنے بریسلیٹ اور انگوٹھیوں کی طرف اشارہ کیا) لیکن تمہارا کوٹ cheap تھا۔ چیپ اور تنگ۔ جسے تم نے خود کو پروفیشنل ظاہر کرنے کے لیے جلدی میں خریدا تھا۔ یقیناً ائیر پورٹ پہ بنے کسی سستے برانڈ سے۔ تمہارا بیگ بھی نیا تھا۔ اس پہ ڈیوٹی فری کا اسٹکر تھا۔ کسی نے تمہیں بہت جلدی میں میرے پاس بھیجا تھا سو تمہیں لباس بدلنے کا وقت نہیں ملا تھا۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ تمہیں کس نے بھیجا تھا؟"

"وہ جو یہ جانتا ہے کہ آپ جیل نہیں جا سکتے۔" وہ مسکرائی۔ "اس لیے نہیں کہ جانا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس لیے کہ... جا... نہیں... سکتے۔" توڑ توڑ کے الفاظ ادا کیے۔

"مالک...." ایک سوگوار مسکراہٹ اس کے لبوں پہ بکھر گئی۔ "تمہیں مالک نے بھیجا تھا۔"

سوزی نے مسکرا کے سر کو خم دیا۔اسی اثناء میں شبنم اور بیربل قریب پہنچ چکے تھے۔وہ چاروں اب پارکنگ لاٹ میں آمنے سامنے کھڑے تھے اور ہر گزرتے پل دھوپ تیز ہوتی جا رہی تھی۔

"مالک بے میرے بابا کے دوست ہیں۔یاسمین نے انہیں کال کی۔اور انہوں نے مجھے۔میں دوستوں کے ساتھ تعطیلات پہ جا رہی تھی۔لیکن مالک بے نے مجھے واپس آنے کے لیے کہا۔"

"اور یقیناً وہ تمہاری تعطیلات ری فنڈ کروا دیں گے۔واللہ تمہارے پاس بھی چنگیز کی طرح امیر دوستوں کی کمی نہیں ہے۔"

بیربل فرید نے اسے گھور کے دیکھا۔وہ شدید جلا کٹا دکھائی دے رہا تھا' لیکن وہاں جیسے کسی نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

"تم مجھے یہ بات کل بھی بتا سکتی تھیں۔جھوٹ کیوں بولا؟"ماہر خفا نہیں تھا۔وہ جیسے محظوظ ہوا تھا۔

"جھوٹ نہ بولتی تو وکیل کیسے ہوتی' ماہر بے۔اور مجھے یقین ہے کہ آپ اندر سے جانتے تھے کہ مجھے کس نے بھیجا ہے۔"

"میں ماہر کی جگہ ہوتا تو مالک کی تجویز کردہ وکیل کو کبھی ہائر نہ کرتا۔"بیربل اسی طرح بگڑ کے بولا تو سوزی نے فرصت سے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔

"لیکن میں نے تو مالک کے تجویز کرنے پہ تمہاری بیکری سے اپنی سالگرہ کا کیک بنوایا تھا۔"

بیربل کا منہ کھل گیا۔

"مالک نے.....میری بیکری...."

"اور میٹھا کم ڈالا کرو۔"سن گلاسز آنکھوں پہ واپس لگاتے ہوئے مسکرا کے بیربل کو دیکھا۔''ذیابطیس ہوگئی تو اپنی فلاپ بیکری کیسے چلاؤ گے؟"

وہ پھر ماہر کو ہاتھ ہلا کے آگے بڑھ گئی' اور بیربل ہکا بکا وہیں کھڑا اسے دیکھے گیا۔

"اب گھر چلو' بیربل۔مجھے اس اسٹک سے آزادی چاہیے۔"ناگواری سے چھڑی کو دیکھتے ہوئے وہ اس کے سہارے چلتا کار کی طرف بڑھ گیا۔بیربل فرید ابھی تک ششدر تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ دیوار سے لگی' فرش پہ بیٹھی تھی۔اس کا دماغ شل تھا۔اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔وہ کون تھی' وہ کہاں تھی' وہ

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

آدمی جو ابھی ابھی غصے سے چلاتا' اس کے بازوؤں کو جھنجھوڑتا ایک کمرے میں غائب ہوا تھا' وہ کون تھا؟ کیا وہ سب حقیقت تھی؟ یا وہ کسی اسٹیج ڈرامے کا حصہ تھی؟ ابھی کوئی "سین" پکارے گا اور سب ختم ہو جائے گا۔

ایسے میں صرف ایک شے حقیقی معلوم ہوتی تھی۔

اس کے اوپری بازوؤں پہ آہنی گرفت کا نشان۔ وہ اتنا تکلیف دہ تھا جیسے اسے کسی نے اندر تک سلاخوں سے داغ دیا ہو۔

جانے کتنی دیر گزری جب اس کے ہاتھ پہ کچھ گیلا سا گرا۔ وہ چونکی۔ گردن جھکائی۔ پانی کے قطرے۔ پھر انگلیوں سے چہرے کو چھوا۔ اس کی آنکھوں سے گرم قطرے ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

ان قطروں نے جیسے اسے کسی خواب سے جگایا۔ اس کے دماغ کو نہیں۔ دماغ ہنوز ماؤف تھا۔ محض اس کے جسم کو۔ اور جسم کو معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

آگے سب کچھ کسی سلوموشن فلم کی طرح ہونے لگا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ وہ آنکھیں رگڑ رہے تھے۔ پھر پیروں نے سہارا دیا۔ وہ اٹھی اور کسی روبوٹ کی طرح چلتی ہوئی ایک کمرے تک آئی۔ یہ بیڈروم تھا۔ کس کا بیڈروم؟ کس کا گھر؟ دماغ بالکل گم صم تھا۔ لیکن پیر خود بخود جسم کو راستہ دکھا رہے تھے۔ ہاتھوں نے الماری کھولی۔ چہرے پہ گرم قطرے ویسے ہی گر رہے تھے۔ پھر گھٹنے موڑ کے' نیچے دوہرے کر کے وہ نیچے بیٹھی اور جھک کے الماری کے زیریں خانے سے وہ سرمئی باکس نکالا۔

اس کے اندر بہت کچھ تھا۔ کاغذات۔ ڈگریز۔ نکاح نامہ۔ چیک بک۔ پھر اس نے لاکر کھولا اور چند دوسری دستاویزات اس میں ڈالتی گئی۔ کارڈز۔ پاسپورٹ۔ جیولری۔ پھر ٹرالی بیگ بیڈ پہ لا کے رکھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے اور کیوں کر رہی ہے۔ لیکن جسم کو معلوم تھا۔

ہاتھ میکانکی انداز میں چل رہے تھے۔ کپڑے۔ لیپ ٹاپ۔ آئی پیڈ۔ میک اپ پاؤچ۔ ہائی ہیلز۔ مینٹل شیلف پہ رکھے پودے۔ اور ماہی کی دی ہوئی کینڈل۔ اس نے کسی خودکار مشین کی طرح سب کچھ اندر بھرنا شروع کیا۔ زپ بند کی اور کھونٹی سے عبایا اتارا لیکن پہنا نہیں۔ اسے بازو پہ لپیٹ کے وہ اس کمرے کے باہر رکی جہاں وہ مرد اندر گم ہوا تھا۔ اندر سے ٹی وی چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ یا شاید وہ اس کا کمپیوٹر تھا۔

پانی ہنوز آنکھوں سے گرتا تھوڑی سے نیچے ٹپک رہا تھا۔ اس نے ہونٹ کھولے' لیکن الفاظ ختم ہو گئے۔ بازوؤں کا درد سوا ہو گیا۔ وہ خاموشی سے باہر نکلی۔

مالا کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ لیکن جسم کو معلوم تھا۔

اس نے خود کو لفٹ میں داخل ہوتے دیکھا۔

پھر لفٹ سے نکلتے ہوئے۔

پھر ایک شناسا دروازے کے سامنے رکتے ہوئے۔

انگلی گھنٹی پہ رکھی۔ آنکھیں گیلی تھیں اور دماغ یہ یاد کرنے سے قاصر تھا کہ یہ کس کا فلیٹ تھا۔

دروازہ کھلا اور ایک مرد کا چہرہ دکھائی دیا۔ یہ کون تھا؟

"رامین... رامین کو بلا دیں' ہارون بھائی' پلیز۔" اس نے خود کو کہتے سنا۔ رامین کون تھی؟

"رامین تو پاکستان چلی گئی ہے۔" اس کا لہجہ روکھا سا تھا۔

مالا ناسمجھی سے اسے دیکھے گئی۔ دماغ نے اسے جھنجھوڑا۔ رامین کون تھی اور وہ یہاں اس وقت اس کے گھر کے سامنے کیوں کھڑی تھی؟

"کیوں؟" بدقت حلق سے نکلا۔

"اس کی فیملی میں ایمرجنسی ہوگئی تھی۔ میں بھی صبح چلا جاؤں گا۔" وہ دروازے پہ یوں ہاتھ رکھے کھڑا تھا جیسے اسے بند کرنے کی جلدی ہو۔ چہرے پہ رکھائی بھرا تاثر تھا۔ مالا کی نگاہیں جھکیں۔ دروازے کی اوٹ سے شوریک دکھائی دے رہا تھا۔ ترتیب سے قطار میں لگے جوتے۔ رامین کے زرد کوٹ شوز۔ ساتھ ایک جامنی پرس۔ اس نے اس مرد کو دیکھا' پھر جوتوں کو۔ پھر بدقت جسم نے چہرے پہ مسکراہٹ طاری کی۔

"شیور۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ میں اسے کال کرلوں گی۔"

دماغ ہنوز پوچھ رہا تھا کہ رامین کون ہے' زیاد کون ہے' لیکن جسم نے چہرے پہ ایک مسکراہٹ طاری کر دی اور خود کو وہاں سے پلٹا لیا۔ البتہ اس کا ہاتھ فون تک نہیں گیا۔ جسم جانتا تھا نہ اسے کال کرنی تھی نہ رامین نے کال اٹھانی تھی۔

وہ ٹرالی بیگ ہینڈل سے پکڑ کے چلاتے ہوئے اب لفٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ عبایا فولڈ کر کے بازو پہ اٹھا رکھا تھا۔ کھلے بال کانوں کے پیچھے اڑسے ہوئے تھے۔

وہ بس چلتی جا رہی تھی۔ قدم اپنی مرضی سے اسے کسی سمت میں لے کر جا رہے تھے۔ وہ مزاحمت نہیں کر رہی تھی۔ وہ جسم کے تابع تھی۔

لفٹ ایک فلور پہ اتری تو وہ باہر نکلی۔ یہ لابی نہیں تھی۔ یہ بیسمنٹ تھی۔ وہ یہاں کیا کر رہی تھی؟ اس نے جسم سے پوچھا۔ لیکن جواب موصول نہیں ہوا۔ قدم خود بخود ایک سمت میں اٹھنے لگے۔

وہ ایک نیم تاریک راہداری تھی۔ دونوں اطراف میں بڑے بڑے اسٹوریج یونٹ بنے تھے جن کے لوہے کے دروازے بند تھے۔ وہ ایک دروازے کے سامنے رکی۔ کارڈ فلیش کیا۔ دروزہ کھلتا چلا گیا۔

اندر کارٹن ایک دوسرے کے اوپر ویسے ہی رکھے تھے۔ کیا وہ کبھی پہلے اس جگہ آئی تھی؟ دماغ کو یاد نہ تھا۔ قدموں کو تھا۔ وہ خود ہی ایک سمت میں اٹھے۔ ہاتھوں میں کندھوں کے درد کے باوجود بہت سی توانائی بھر آئی۔ انہوں نے ایک کارٹن کے اوپر رکھا فلیش لائٹس والا شاپر اٹھالیا۔ یہ کس کی فلیش لائٹس تھیں؟ اسے یاد نہ تھا۔ صرف اتنا معلوم تھا کہ وہ اسے عزیز تھیں۔

اس کے قدم اب اس کو اپارٹمنٹ کی لابی میں لے آئے۔ وہ ایک صوفے پہ بیٹھی' اور موبائل کھول کے میکانکی انداز میں انگلیاں چلانے لگی۔ ایک نیلے رنگ کی ایپ۔ بکنگ ڈاٹ کام۔ پھر سیاہ سفید اوبر ایپ۔ اس کی انگلیاں میکانکی انداز میں بہت کچھ بک کر رہی تھیں۔ پھر اس نے خود کو اٹھتے دیکھا۔

باہر ایک اوبر (ٹیکسی) اس کی منتظر تھی۔ وہ خاموشی سے اس کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی' اور ڈرائیور سے لوکیشن کے بارے میں سوال کرنے لگی۔ کیا اس کو لوکیشن مل چکی تھی؟ ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کار روانہ ہوگئی۔

رات کا اندھیرا اجدہ پہ پھیل رہا تھا۔ اونچی عمارتوں کی ساری بتیاں جل اٹھی تھیں۔ ایسے میں وہ ٹیکسی خاموشی سے کسی نئے راستے پر گامزن تھی۔

دماغ نے دھیرے سے پوچھا' ہم کہاں جا رہے ہیں؟

لیکن جسم خاموش تھا۔ خاموش اور دکھی۔ اسے آج دماغ کے غلط فیصلوں کی وجہ سے درد ملا تھا۔ اسے آج جیسی تکلیف پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ آج سارے فیصلے خود کرنے جا رہا تھا۔ اسے نہ دماغ کی پرواہ تھی' نہ دل کی۔ اسے بس اپنے آپ کو بچانا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہارون دروازہ بند کر کے واپس لاؤنج میں آیا تو صوفے پر بیٹھی رامین شا کی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں اس سے کیوں نہیں مل سکتی' ہارون؟" وہ دکھی تھی۔

"تمہارا دماغ درست ہے؟" وہ آنکھیں نکال کے اسے دیکھتا سامنے آیا۔

"میں اپنی دوست کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ منمنائی لیکن ہارون کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ تم ایک انتہائی پیٹ کی ہلکی عورت ہو' رامین۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ میاں بیوی کے معاملے میں مت پڑو۔ لیکن پہلے تم نے اسے زیادکی جاب کا بتایا تو اسے شک ہوا۔ پھر تم اس کی تفتیش میں حصہ ڈالنے پہنچ گئیں۔" وہ اس پہ گرج برس رہا تھا۔ رامین نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔

"اس کا بندہ ایک قاتل ہے۔ اگر اسے شک ہو گیا کہ ہم کچھ جانتے ہیں تو وہ ہمیں مار دے گا۔"

"وہ اس کو بھی مار سکتا ہے۔" رامین نے شکوہ کناں نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔

"یہ مالا کا اپنا مسئلہ ہے۔ ہمارا نہیں۔ ہم صبح ہوتے ہی کچھ دن کے لیے تبوک جا رہے ہیں۔"

"مگر ہارون...." اس نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ "مالا نے مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔ اس نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا۔"

"اپنے ریستوران میں بیٹھنے کی جگہ دینا اور فری کافی فراہم کرنا الگ بات ہے' رامین۔ ہم اس کے کسی پلان کا حصہ نہیں بنیں گے۔ وہ اپنے ساتھ ہمیں بھی مروائے گی۔ یہ اسے ایک قاتل سے شادی سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ سوری لیکن میں تمہاری طرح جذباتی ہو کے اپنی فیملی کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔" ہارون غصے سے کمرے میں دائیں بائیں ٹہل رہا تھا۔ بار بار ماتھے کو چھوتا جیسے اسے رامین سے اس سب کی توقع نہ تھی۔

"ہم پولیس کو...."

"نام بھی مت لینا پولیس کا۔ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ وہ بندہ قاتل ہے؟ چند نقشے؟ وہ سائیکو پیتھ اتنا پاگل نہیں کہ ثبوت چھوڑ کے بیٹھا ہو گا۔ الٹا ہم بہتان بازی کے کیس میں اتنی بری طرح پھنسیں گے کہ حد نہیں۔"

"مالا ٹرالی بیگ کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے گھر چھوڑ دیا ہو گا۔ وہ کہاں جائے گی؟ وہ اکیلی ہے اس شہر میں۔" رامین کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"اس کا بھائی زندہ ہے نا؟ اس کو بلائے۔ ہم اس کے ذمے دار نہیں ہیں۔ ویسے بھی وہ پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ ایسی لڑکیاں بہت اسٹرانگ اور بہادر ہوتی ہیں۔ ان کو کوئی abuse نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے مسئلے خود حل کر لے گی۔ لیکن اگر تم درمیان میں پڑیں....." اس نے انگشتِ شہادت اٹھا کے تنبیہہ دی۔ "تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا' رامین۔ اب جاؤ' پلیز... کھانا لگاؤ۔ پہلے ہی میرا اتنا دماغ خراب کر دیا ہے تم نے۔" وہ ڈسپنسر کے سامنے کھڑا اب پانی گلاس میں ڈال رہا تھا۔ اس کو رہ رہ کے رامین پہ غصہ آ رہا تھا۔

اور شوہر کے غصے کے آگے رامین کی ساری دلیری جھاگ بن کے بیٹھ گئی تھی۔ وہ اس کا شوہر تھا۔ اور ہر عورت اتنی ہی آزاد ہوتی ہے جتنی آزادی کی اجازت اس کے گھر کا سربراہ مرد اس کو دے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فرید لا رنامی اپارٹمنٹ کے لونگ روم کے سیاہ پردے ہٹے تھے اور دور نیچے بہتے باسفورس کا کارنش صاف دکھائی دے رہا تھا۔ پانی کے کنارے بندھی کشتیاں' اور ان کی جگمگاتی بتیاں رات کے اس پہر بہت حسین دکھائی دے رہی تھیں۔

ماہر اونچی کھڑکی کے سامنے کھڑا نیچے دیکھ رہا تھا۔ سیاہ پینٹ پہ سیاہ شرٹ پہنے' آستین کہنیوں تک چڑھائے' وہ ایک ہاتھ میں موبائل پکڑے ہوئے تھا۔ وقفے وقفے سے وہ ایک نمبر ملاتا۔ پھر خودکار پیغام سن کے سر جھٹک دیتا۔

چند ثانیے گزرے ہی تھے کہ اس نے پھر سے موبائل سامنے کیا۔

اور تبھی کسی نے زور سے اسے کھینچا۔

وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ چونک کے سر اٹھایا۔

بیربل اس کا موبائل پکڑے' برہمی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جانتا ہوں تم کس کو بار بار کال کر رہے ہو۔"

ماہر کے کندھے ڈھیلے پڑے۔ وہ خاموشی سے باہر دیکھنے لگا۔

"نہیں اٹھا رہی نا وہ فون؟" بیربل کی آواز میں خفگی سے زیادہ طنز تھا۔

"میرے پاس اس کا سعودی عرب کا لوکل نمبر نہیں ہے۔ صرف واٹس ایپ ہے جو اس نے صبح سے نہیں دیکھا۔"

اس کی آنکھوں کے کنارے پہ فکرمندی سے لکیریں پڑیں۔

"کیونکہ اس نے اپنا نمبر بدل لیا ہوگا' ماہر بے۔"

"کیا پتہ وہ کسی مشکل میں ہو۔" اس کی نظریں دور نیچے دکھائی دیتی کشتیوں پہ جمی تھیں۔

"اچھی بات ہے۔ ہونے دو اس کو مشکل میں۔"

"بیربل...."

"ڈونٹ بیربل می۔" اس کی آواز بلند اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ "یہ مالا کی اپنی لڑائی ہے۔ اس نے خود غلط فیصلے کر کے اپنی زندگی خراب کی ہے۔ اب اسے اس کا انجام خود بھگتنے دو۔ تم اپنی اور میری زندگی اس کی وجہ سے خراب

کرنا بند کردو۔ میں تھک گیا ہوں تمہارے پیچھے ہسپتالوں اور تھانوں کے کاریڈورز میں رات گزارتے ہوئے' ماہر۔"

ماہر نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا اور آنکھیں گلابی۔

"میں اسے نہیں بتا سکا زیاد کے بارے میں۔ مجھے بتانا چاہیے تھا۔"

"تم اسے زیاد کے بارے میں بہت دفعہ بتا چکے تھے۔اس نے تمہاری بات نہیں مانی۔"

"اس دفعہ وہ ماننا چاہتی تھی۔لیکن میں پیچھے ہٹ گیا۔اگر زیاد نے اسے کوئی نقصان...."

"ہر فیصلے کا ایک نتیجہ ہوتا ہے' ماہر آفندی۔اور وہ ہر انسان کو بھگتنا پڑتا ہے۔"اس نے ماہر کا فون زور سے صوفے پہ پھینکا۔"تم مالا کو اس کے حال پہ چھوڑو اور اپنی فکر کرو۔تمہیں اس قتل کیس سے نکلنا ہے۔کیونکہ اب میرے اندر حوصلہ نہیں ہے کہ میں اس سب کو دوبارہ دیکھ سکوں جو چار سال پہلے ہوا تھا۔"

"میں جیل نہیں جاؤں گا' بی۔"وہ بیربل کے تمتماتے ہوئے چہرے کو دیکھ کے نرمی سے بولا۔

"مجھے یقین نہیں ہے۔"وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گیا اور اپنے کمرے میں جا کے زور سے دروازہ بند کر دیا۔

"میں جیل نہیں جاؤں گا' بیربل آفندی۔"اس نے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے زور سے پکارا۔لیکن دوسری جانب خاموشی تھی۔

ماہر نے صوفے پہ گرا موبائل اٹھایا اور ایک دفعہ پھر اسی نمبر پہ انگلی رکھی۔

پھر گہری سانس لی۔اور میسیج کا بٹن دبایا۔چند لمحے وہ کی پیڈ کو دیکھتا رہا۔پھر انگلیاں حرکت کرنے لگیں۔

" کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟ میں تمہیں زیاد کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔"

پیغام لکھ کے بھیج دیا۔پھر آتش دان کے ساتھ رکھی ونگ چیئر پہ آ بیٹھا اور پیر اوتومن پہ رکھ کے آنکھیں موند لیں۔موبائل سائیڈ ٹیبل پہ رکھا تھا۔اور اسے اس کے تھرتھرانے کا انتظار تھا۔

اندر کمرے میں بیربل فرید اسی غصے اور بے بسی سے دائیں بائیں چکر کاٹ رہا تھا۔پھر اس نے موبائل نکالا اور انسٹاگرام کھولا۔اندر مالا کا چند گھنٹے پہلے کا آیا میسیج جگمگا رہا تھا۔

"میں نے نیوز میں دیکھا کہ پولیس نے ماہر کو گرفتار کر لیا ہے۔مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کہوں۔آئی ایم سو سوری فار ایوری تھنگ۔مجھے یقین ہے کہ یہ ایک الزام ہے۔کیا میں تم لوگوں کے لیے کچھ کر سکتی ہوں؟"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وہ اس میسیج کو ان چند گھنٹوں میں کئی دفعہ پڑھ چکا تھا۔ اس دفعہ پڑھتے ہوئے ماتھے پہ لکیریں ابھرنے لگیں۔ اس نے وائس میسیج ریکارڈ کرنے کا بٹن دبایا۔

"آپ نے اور آپ کے شوہر نے میرے بھائی کو جتنا نقصان پہنچانا تھا' پہنچا لیا۔ اب آپ ہمارے لیے بس اتنا کریں کہ ہم سے دور رہیں۔ آپ کی وجہ سے میرا بھائی اگر جیل گیا' تو میں آپ کو معاف نہیں کروں گا۔ پلیز مجھے دوبارہ میسیج مت کیجئے گا۔" سینڈ کا بٹن دبایا اور ساتھ ہی اسی تیزی سے مالک کی طرف ایک دوسرا پیغام بھیجنے لگا۔

"مالا کی وجہ سے میرا بھائی ایک دفعہ پھر جیل چلا جائے گا۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ اگر تمہیں میرا اور ماہر کا ذرا سا بھی احساس ہے' تو تم مالا سے ہر قسم کا رابطہ ختم کر دو گے۔ ورنہ زیاد ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔" تلخی سے کہہ کے اس نے فون اٹھا کے زور سے بیڈ پہ دے مارا۔

"تم نے درست کیا' بیر بل۔ تم ماہر کو دوبارہ جیل نہیں جانے دو گے۔" اس کا دماغ اس کو تسلی دے رہا تھا لیکن دل... وہ بس خفگی سے چہرہ موڑ کے بیٹھ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ہوٹل کے زرد روشنیوں سے منور کمرے میں تھی جب اسے بیر بل کا میسیج موصول ہوا۔

نائٹ سوٹ پہنے' گیلے بال تولیے میں لپیٹے' وہ کافی بار کے سامنے کھڑی کیتلی سے گرم پانی کپ میں انڈیل رہی تھی۔ ہوٹل روم نفاست سے سجا تھا۔ صاف ستھرا بیڈ' جس کا لحاف پائینتی سے ایسے پھنسایا گیا تھا کہ نکالنے کے لیے بہت قوت چاہیے تھی۔ ایک طرف اسٹڈی ٹیبل۔ اونچے پردے اور بالکونی۔

مالا نے موبائل اسکرین کو چھوا اور کافی ساشے کھولا۔ بیر بل کی آواز خاموش کمرے میں گونجنے لگی۔

پیغام مکمل ہونے تک کافی گھل گئی تھی اور اس کا دل زخمی ہو چکا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے بالکونی کی شیشے کی دیوار تک آئی۔

باہر رات پھیلی تھی اور قریبی عمارتوں کی روشنیاں اس شیشے کی دیوار پہ پڑ رہی تھیں' ایسے کہ مالا کو اپنا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ گیلا تولیہ اب سر سے نیچے پھسل چکا تھا۔ وہ کمزور لگ رہی تھی۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ دماغ اور جسم کا تعلق بحال ہو چکا تھا اور دونوں جانتے تھے کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے۔ کندھے میں اب درد نہیں ہو رہا تھا لیکن زیاد کی انگلیوں کے نشان وہاں ثبت ہو چکے تھے۔

یہ پہلی دفعہ تھا جب کسی انسان' مرد یا عورت نے کشمالہ مبین پہ ہاتھ اٹھایا تھا۔ لیکن نہیں... اس کا ہاتھ بے اختیار

گردن تک گیا۔نہیں۔ یہ دوسری دفعہ تھا۔اس سے پہلے اس جادوگر نے اس کی گردن بھی دبوچی تھی۔لیکن اس کی تکلیف ایسی نہ تھی جیسی آج محسوس ہوئی تھی۔

مالا نے بالکونی کا دروازہ کھولا تو گرم ہوا اندر آئی۔کمرہ اے سی نے ٹھنڈا کر رکھا تھا۔باہر موسم گرم تھا۔وہ شاور سلیپرز سے چلتی ہوئی باہر آئی۔

یہاں سے ہوٹل کا عقبی حصہ دکھائی دیتا تھا جو رات کے باعث مصنوعی بتیوں سے روشن تھا۔کئی منزلیں نیچے ایک وسیع وعریض سا پول بنا تھا جس کا نیلا پانی چمک رہا تھا۔

وہ پول کے پانی کو دیکھے گئی۔چمکتی ہوئی نیلاہٹ ہر طرف چھانے لگی۔

یہاں تک کہ وہ ایک نیلے لباس میں بدل گئی۔

مالا نے آنکھیں بند کر لیں۔

بانو....

نیلے پھولوں والا لباس پہنے، تخت کے کنارے بیٹھی بانو سر جھکائے رو رہی تھی۔

وہ مبین منزل کا لاؤنج تھا۔

تخت پہ ماں براجمان تھیں۔ایک ٹانگ سیدھی رکھے۔ایک موڑے۔درمیان میں پراٹ رکھے، وہ ساگ کے پتے چن رہی تھیں۔ساتھ ہی افسوس سے بخت بی کو دیکھا جو بانو کا کندھا سہلا رہی تھی۔

"اس نے تمہیں تھپڑ مارا اور تم چپ کر کے گھر چھوڑ کے آ گئیں؟"

کافی کا کپ پکڑے وہ کچن سے کمرے تک جا رہی تھی جب راستے میں ان کو دیکھ کے رکی۔چند فقروں میں بخت بی نے سارا قصہ سنا دیا تو کشمالہ مبین نے اُف کر کے ماتھے کو چھوا۔

"اور کیا کرتی؟" بانو نے سرخ آنکھیں اٹھائیں۔

"واپس ایک تھپڑ لگا دیتیں۔شور مچاتیں۔ہنگامہ کرتیں۔تاکہ آئندہ اس کی جراءت نہ ہوتی تمہیں مارنے کی۔"

"شوہر ہے میرا۔کیسے مارتی؟"

بات ایسی تھی، سب خاموش ہو گئے۔

"ہاں ٹھیک ہے۔شوہر کا ایک رتبہ ہوتا ہے۔مار نہیں سکتی تھیں تو آواز تو نکالتیں۔یہ کیا کہ چپ کر کے سامان اٹھایا اور آ گئیں؟"

"میں اس سے ڈر گئی تھی' باجی۔ جب شوہر پہلی دفعہ ہاتھ اٹھاتا ہے نا' تو کافی دیر تک کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ لگتا ہے دماغ ماؤف ہو گیا ہے۔ کبھی امید ہی نہیں کی تھی کہ وہ ایسے غصہ کرے گا۔ اس کی وہی شکل جو اچھی لگتی تھی' غصہ کرتے وقت ایسے بگڑ گئی کہ لگتا اس سے بدصورت کوئی نہیں ہو گا۔"

"اس سے ناراض ہو کے اکیلے بیٹھ جانے سے کیا ہو گا' بانو۔ تمہیں یہ سب اس کو communicate کرنا چاہیے تھا۔ پہلے دن سے healthy boundaries سیٹ کرنی چاہیے تھیں تاکہ اس کو تمہیں مارنے کے نتائج معلوم ہوں۔" اس نے افسوس سے ماتھے کو چھوا۔ اسے بانو پہ غصہ آ رہا تھا۔ غریب اَن پڑھی لڑکیاں کتنی کمزور ہوتی ہیں۔ شوہر کے ہاتھوں پٹ کے یوں بھاگ آتی ہیں۔ پہلے دن سے حدود کا تعین کیوں نہیں کرتیں؟ کاش وہ پڑھی لکھی ہوتی تو اس کے ساتھ یہ نہ ہوتا۔

"اس نے ٹھیک کیا جو اس کا گھر چھوڑ دیا۔" ماں نے اپنے ازلی انداز میں مالا کو گھورا تھا۔ ''تشدد کرنے والے شوہر کا پہلا حربہ بیوی کو تنہا کرنا ہوتا ہے۔ اسے اس کے رشتوں سے کاٹ کے دور لے جانا۔ نہ کوئی قریب ہو' نہ کوئی اس سے حساب مانگے۔ اگر یہ وہاں رہتی' تو روز پٹتی اور روز اسے معاف بھی کر دیتی۔ گھر چھوڑنا غلط نہیں ہے' مالا۔" پھر وہ بانو کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ''اب تم نے اکیلے میں بیٹھ کے بنا کسی دباؤ کے یہ سوچنا ہے کہ کیا تم اس زندگی میں واپس جاؤ گی؟ اگر ہاں' تو کن شرائط پہ؟"

"پپی برتھ ڈے ٹو یو...."

وہ بالکونی میں بیٹھی بیٹھی جانے کب سو گئی تھی' اسے پتہ بھی نہیں چلا۔

لیکن اس مانوس آواز نے اسے نیند سے جھنجھوڑ دیا۔ وہ چونک کے سیدھی ہوئی۔ دائیں بائیں دیکھا۔ کپ ہنوز ہاتھ میں تھا۔

موسیقی کی مدھم' پراسرار آواز سنائی دے رہی تھی۔

"بس کر دو' ہلال۔" کشمالہ نے زور سے کافی کا کپ رکھا۔ ذرا سی کافی میز پہ چھلک گئی۔

"مجھے مت پکارو۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔" وہ بے بسی سے چلائی۔ ''میری زندگی میں اور بھی مسئلے ہیں۔"

آواز ایک دم رک گئی۔ ایسے جیسے دھن مکمل ہوئے بغیر ہی کسی نے اسے خاموش کروا دیا ہو۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ ایک دفعہ وہ آواز سنائی دیتی تو نغمے کی دھن آخر تک جاتی تھی۔ اسے کانوں پہ تکیے رکھنے پڑتے۔

لیکن آج... وہ دھن خاموش ہوگئی تھی۔

اب ہر طرف خاموشی تھی۔

کافی اب ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کے فون اٹھایا اور واٹس ایپ کھولا۔ اس نے کل سے واٹس ایپ کی نوٹیفیکیشن آف کر رکھی تھیں۔ اب کھولا تو خلاف توقع ماہی یا معید کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہیں ہوا تھا۔ معید نے فیملی گروپ پہ تصویریں بھیجنا بھی چھوڑ دی تھیں اور ماہی فوتگی کی وجہ سے امریکہ جا رہی تھی۔ وہ دونوں مصروف تھے۔

زیاد کی طرف سے بھی کوئی میسیج یا کال نہیں موصول ہوئی تھی۔ اسے گھر چھوڑے چند گھنٹے بیت چکے تھے۔ کیا زیاد نے اس کے پیچھے آنے کی یا اسے تلاش کرنے کی کوشش تک نہ کی تھی؟

صرف ایک نمبر تھا جو اسے کئی میسیجز اور کالز کر چکا تھا۔ وہ اس کو زیاد کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا تھا۔ لیکن کیا تھا جو وہ نہیں جانتی تھی؟ جو اہم تھا، وہ اسے معلوم تھا۔

اس نے ماہر کے میسیج دیکھ لیے۔ پڑھ بھی لیے۔ سن بھی لیے۔

پھر پلائی کے خانے پہ انگلی رکھی تو بیربل فرید کے الفاظ کان میں گونجے۔

"آپ نے اور آپ کے شوہر نے میرے بھائی کو جتنا نقصان پہنچانا تھا، پہنچا لیا۔ اب آپ ہمارے لیے بس اتنا کریں کہ ہم سے دور رہیں۔ آپ کی وجہ سے میرا بھائی اگر جیل گیا، تو میں آپ کو معاف نہیں کروں گا۔"

مالا نے چیٹ ڈیلیٹ کر دی۔ اسے اس خاندان سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہیے تھا۔

وہ فون واپس رکھنے ہی لگی تھی کہ وہ بجنے لگا۔

مالا ایک دم ڈر سی گئی۔ جیسے جھٹکا سا لگا ہو۔ فون کی گھنٹی ہی تو تھی۔ لیکن وہ ڈری کیوں؟ اسے خود پہ حیرت ہوئی۔ اس کا دماغ نہیں ڈرا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ فون ایسے ہی تیزی سے بجتا ہے۔ پھر جسم کیوں ڈرا؟ کیا جسم کچھ ایسا جانتا تھا جس سے دماغ واقف نہ تھا؟

"آپ مجھے کیوں فون کر رہے ہیں؟" اس کے لہجے میں کوئی خفگی، کوئی اعتراض نہ تھا۔ بس اداسی تھی۔

"کیونکہ مجھے ابھی بیربل کا میسیج ملا ہے جس میں اس نے مجھے آپ سے رابطہ رکھنے سے منع کیا ہے۔" مالک فرید

کی بے تاثر، مشینی سی آواز گونجی۔ ''اور میں آپ سے بات کر کے اس کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس کی بات کی کتنی اہمیت ہے۔"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔ ''اس نے مجھے بھی میسیج کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔"

"وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔" ان کی صاف گوئی ہمیشہ کی طرح برقرار تھی۔

"اور وہ یہ چاہتا ہے کہ میں آپ لوگوں سے رابطہ نہ رکھوں۔"

"ہر انسان اپنے فیصلے کرنے کے لیے آزاد ہے، مالا۔ ہر فیصلہ درست یا غلط نہیں ہوتا۔ بس اس کا...."

"نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔ مالک فرید نے گہری سانس لی۔

"آپ نے سبرینہ کی فائل پڑھ لی؟"

"جی۔ اس فائل میں نہ زیاد کا ذکر تھا، نہ کسی منگیتر کا۔"

"پھر؟"

"پھر میں نے زیاد کا گھر چھوڑ دیا۔"

"لڑائی کر کے یا اس کے بغیر؟"

"لڑائی کر کے۔" وہ یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ زیاد نے اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا۔ کسی عورت کے لیے یہ اعتراف کرنا کہ اس کے شوہر نے اس پہ ہاتھ اٹھایا ہے، اتنا آسان نہیں ہوتا تھا جتنا وہ سمجھتی تھی۔

"آپ کے بہن بھائی کی کیا رائے ہے؟" وہاں کوئی جذبہ نہیں تھا۔ وہ کسی روبوٹ کے انداز میں سوال پہ سوال کر رہے تھے۔

"ان دونوں کے پاس میرے مسئلوں کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"یہ ایک بہانہ ہے۔ آپ ان کو خود ہی انوالو نہیں کرنا چاہتیں، ورنہ اگر آپ انہیں بتاتیں، تو وہ وقت نکال لیتے۔"

مالا نے گہری سانس لی، اور گردن پہ پڑا تولیہ کھینچ کے اتارا۔

"زیاد سے شادی کرنا میری غلطی تھی۔ ماہی نے مجھے منع کیا تھا۔" تولیہ ریلنگ پہ ڈال کے وہ گیلے بالوں کو انگلیوں سے سلجھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''اب میں کیسے اس کے پاس جاؤں اور کہوں کہ مجھے اس کی مدد چاہیے؟ اور کوئی میرا اعتبار نہیں کرے گا۔ میرا شوہر...." اس نے الفاظ ادھورے چھوڑ دیے۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"ایک قاتل ہے۔"

وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔ "آپ جانتے ہیں؟"

"یہ ماہر کی تھیوری ہے۔ کیا آپ کو اس پر یقین ہے؟"

فون کان سے لگائے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ لیکن بولی کچھ نہیں۔

"زیاد جس رات استنبول آیا تھا' وہ ماہر سے ملا تھا۔ ماہر کے پاس اس ملاقات کی ویڈیو ہے۔ اس نے ماہر کے کاٹیج سے اس کے فنگر پرنٹ والی چند چیزیں اٹھا کے جائے وقوعہ پہ چھوڑ دی تھیں۔ صاف ظاہر ہے یہ اس نے خود کیا ہے' اور وہ ماہر کو پھنسا رہا ہے۔" ان کا لہجہ کسی قسم کے تفکر سے خالی تھا۔

"اب اس کا کیا ہوگا؟" اس نے بے بسی سے لب کاٹے۔

"ماہر کو عدالت میں خود کو بے گناہ ثابت کرنا ہوگا۔ سمپل۔"

"قتل کی صبح وہ معید کی شادی پہ تھا۔ اگر عدالت کو میری گواہی چاہیے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔ ماہر نے یہ قتل نہیں کیا۔"

کہتے ہوئے اسے چند منٹ پہلے اپنی بینکنگ ایپ میں موجود عدد یاد آیا۔ یہ عدد اب اتنا زیادہ نہیں رہا تھا جتنا مکہ آنے سے پہلے تھا۔ کوورنگ اسپیس کا کرایا' مہنگی کافیز' استنبول ٹرپ کا خرچ ... وہ نمبر ہر روز گھٹ رہا تھا۔

"آپ کو گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ماہر کو کچھ عرصہ اس کیس میں پھنسے رہنا چاہیے۔ اس کی انا کے لیے یہ ایک اچھا سبق ہوگا۔"

مالا نے فون کان سے ہٹا کے اسے گھورا۔

"آپ اس کے سگے چچا ہیں نا؟"

"قسمت سے۔" وہاں اطمینان تھا۔ مالا نے سر جھٹکا۔ وہ کیا سوچ رہی تھی؟ اسے بیربل کی بات یاد آئی۔ اسے ان لوگوں سے دور رہنا چاہیے تھا۔ ویسے بھی اس کا بینک اکاؤنٹ مزید کسی خرچے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

"آپ کے بینک اکاؤنٹ کے کیا حالات ہیں؟" ان کے اگلے سوال پہ وہ بری طرح چونکی۔

"ٹھیک.... ٹھیک ہے۔ میرے پاس سیونگز ہیں کافی۔" لہجے کو سرسری بنا لیا۔

"آر یو شیور؟" اسے پہلے دفعہ ان کے لہجے میں کچھ محسوس ہوا۔ ایک ہلکی سی فکرمندی۔ یا شاید اس کا وہم تھا۔

"مجھے پیسوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ میں ایک ہوٹل میں ہوں اور یہاں کئی ہفتے بھی قیام کر سکتی ہوں۔" تھوک نگل

www.facebook.com/nemrahahmed.official

کے بظاہر جی کڑا کے کہا۔ ''مجھے صرف....''

اور یہاں آ کے بہت سے سوالیہ نشان سامنے لہرانے لگتے تھے۔

"صرف کیا؟"

"مجھے صرف یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔" ایک دم ڈھیروں شرمندگی اور بے بسی نے اسے گھیر لیا۔ ''وہ مجھ پہ چیخا' چلایا اور میں بس چپ کر کے وہاں سے نکل آئی۔ ایسے تو بانو کرتی تھی۔"

"بانو کون؟"

"میری ہاؤس ہیلپ کی بیٹی۔ وہ پڑھی لکھی نہیں تھی۔ غریب تھی۔ میری طرح کیریئر وومن نہیں تھی۔ یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔ اس نے violence against women کے سیمینارز اٹینڈ نہیں کیے تھے۔ لیکن پھر بھی میں نے وہی کیا جو وہ کرتی تھی۔ مجھ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں رہا۔ میں ایک لفظ نہیں بولی۔ کیوں؟" اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اور چہرہ احساسِ توہین سے سرخ ہونے لگا۔

"میرے ہاتھ میں چھری تھی۔ لیکن ہاتھ ہی نہیں اٹھا۔ کیوں؟"

" کوئی عورت نہیں بول سکتی جب تک وہ محبت کو اس equation سے مائینس نہیں کر دیتی۔"

" مجھے نہیں لگتا کہ مجھے اس سے محبت تھی۔ اس نے اپنی تلخ طبیعت کے باعث کبھی محبت ہونے ہی نہیں دی۔"

"میں اس محبت کی بات کر رہا ہوں جو آپ کو شادی شدہ رہنے کے آئیڈیے سے ہے۔ اس تصور سے محبت کہ کوئی ہماری زندگی کا ساتھی ہو۔ ہم اکیلے نہ ہوں۔ ہم دنیا کو دکھا سکیں کہ ہمارے پاس ایک پارٹنر ہے۔ کیونکہ شادی اور بچوں کے بغیر آپ دنیا کی نظر میں کامیاب نہیں ہوتے۔"

"اس میں غلط کیا ہے؟"

"اگر شوہر اچھا ہے تو اس میں کچھ غلط نہیں۔ آپ خود کو اور دنیا کو اس دھوکے میں رکھ سکتے ہیں کہ آپ کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن آپ کا شوہر زیادہ سلطان ہے۔"

"اور میں بانو ہوں۔" اس کا انداز ملامتی تھا۔ انہوں نے جواباً گہری سانس بھری۔

" آپ بانو نہیں ہیں۔ دنیا کی ساری عورتیں پہلی دفعہ ذہنی یا جسمانی تشدد پہ دو قسم کے قدم اٹھاتی ہیں۔ یا وہ اپنے abuser کو معاف کر کے موو آن کر جاتی ہیں۔ یا وہ خاموشی سے اس کے گھر سے دور چلی جاتی ہیں۔ اس پہلے قدم کا ان کی تعلیم یا woke ہونے سے تعلق نہیں ہوتا' کشمالہ۔ دوسرے کا ہوتا ہے۔ بانو اور آپ میں فرق آپ کا

دوسرا قدم کرے گا۔"

"دوسرا قدم؟" اسے پہلے حیرت ہوئی، لیکن پھر اگلے ہی لمحے جیسے کسی نے اس کا سانس روک دیا ہو۔ دماغ اور جسم، سب ایک ساتھ چونک گئے۔

وہ جانتی تھی وہ کیا کہنے جا رہے ہیں۔

وہ انہیں روکنا چاہتی تھی۔

وہ چاہتی تھی کہ وہ اگلا لفظ منہ سے نہ نکالیں۔ وہ چپ رہیں۔ چپ رہنا اچھا تھا اس ایک لفظ سے جس سے وہ ساری عمر ڈرتی آئی تھی۔

"یہی کہ آپ اس سے جتنی جلدی طلاق لیتی ہیں۔"

"طلاق؟" اس کے لب پھڑپھڑائے۔ آنکھیں جھپکنا بھول گئیں۔ ایک عجیب سا خوف پنڈلیوں سے ہوتا اوپر سینے تک پہنچا اور دل کو جکڑ لیا۔ کندھے کا درد اس خوف کے سامنے بالکل ہیچ ہو گیا۔

"میں زیاد سے طلاق نہیں لے سکتی۔" اس نے خود کو کہتے سنا۔ دماغ اور جسم ایک ساتھ بولے تھے۔ یہاں کوئی اختلاف نہ تھا۔

"طلاق کے بغیر یہ چیز کہاں ختم ہو گی؟"

"میں... میں پاکستان واپس چلی جاؤں گی۔ اور... پتہ نہیں۔ لیکن میں طلاق... نہیں..." الفاظ ٹوٹ سے گئے۔ ماتھے پہ پسینے کے قطرے ابھرے۔

"کیا آپ اس کے ساتھ واپس رہنا چاہتی ہیں؟"

"نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی۔"

"پھر طلاق میں کیا مسئلہ ہے؟"

"کیا مسئلہ ہے؟" وہ جیسے بے یقین تھی۔ وہ اتنی آسانی سے یہ سوال کیسے پوچھ سکتے تھے؟

"آپ کو معلوم ہے یہ کتنا بڑا لفظ ہے؟ یہ کتنا بھاری ہے؟ ہمارے گھروں میں اس لفظ کو استعمال نہیں کیا جاتا، مالک صاحب۔" آنکھوں سے گرم گرم آنسو گرنے لگے۔ "میری شادی تین ماہ پہلے ہوئی ہے۔ ہم نکاح نامے پہ حق مہر لکھواتے وقت آواز اونچی نہیں کرتے کیونکہ ہم اس لفظ سے ڈرتے ہیں۔ یہ لفظ میرے جیسی لڑکیوں اور ان کی ماؤں کو ساری عمر خوفزدہ رکھتا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں اس میں کیا مسئلہ ہے؟"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

"میں کوئی راستہ ڈھونڈ لوں گی۔ میں ہمیشہ راستہ ڈھونڈ لیتی ہوں۔ لیکن یہ ایک لفظ.... یہ میری ساری زندگی تباہ کر دے گا۔" اس نے خفگی سے کال کاٹ دی۔ اور زور سے پاور کا بٹن دبایا۔

اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور ہاتھ کپکپا رہے تھے۔

وہ کیسے اتنی آسانی سے طلاق کا لفظ بول سکتے تھے؟ کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ اس معاشرے میں جب کسی عورت کی طلاق کی خبر موصول ہوتی ہے تو ہر سننے والے کے چہرے پہ ایک ایسا افسوس ابھرتا ہے جو یہ بتاتا ہے کہ اب اس کی زندگی ختم ہو چکی۔ اب وہ ایک بے چاری لڑکی ہے جس کی ذات پہ طلاق نے ایک دھبہ لگا دیا ہے۔ وہ اب داغدار ہے۔ ایک برتی ہوئی عورت جس کو اب کوئی اپنانا نہیں چاہے گا۔ وہ ساری عمر اکیلی رہ جائے گی اور وہ ایسے ہی بوڑھی ہو گی۔ اکیلے۔ اس کی عمر بڑھتی جائے گی۔ جھریاں آ جائیں گی۔ اس کے بہن بھائی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ زندگی میں آگے بڑھتے جائیں گے اور وہ گھر میں قید ہو کے تنہا رہ جائے گی۔ ماں باپ پہ بوجھ۔ ان کے بعد بھائی بھابھی پہ بوجھ۔ ایک شرمندگی۔

لوگ طلاق پہ کہانی نہیں پوچھتے۔ وجہ پوچھتے ہیں۔ غلطی کس کی تھی؟ کیوں طلاق ہوئی؟ کسی کی طلاق ایک مسٹری ہوتی ہے۔ اور سب کو وجہ جاننے کی جلدی ہوتی ہے۔

پھر وجہ جاننے کے بعد اس عورت کی زندگی ایک تبصرہ بن جاتی ہے۔

گزارہ کر لیتی۔ اتنی جلدی اتنا بڑا فیصلہ لے لیا۔ تھپڑ تو نہیں مارا تھا۔ کندھے ہی جھنجھوڑے تھے۔ اتنی بڑی بات نہ تھی۔ بہت سی عورتیں اس سے برے حالات میں بھی رہتی ہیں۔ مرد وقت گزرنے کے ساتھ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ ذرا سا صبر، تھوڑا سا کمپرومائز، اور گھر بس جاتا ہے۔ گھر بسانے کے لیے قربانیاں تو دینی پڑتی ہیں نا۔ ہم سب نے بھی دیں۔ وہ کیوں نہیں دے سکی؟

طلاق لینے والی لڑکی کون ہوتی ہے؟

ایک ناکام لڑکی جو اپنا گھر نہیں بسا سکی۔ کیا فائدہ اتنی ڈگریز کا، کیریئر کی کامیابی کا اگر وہ اپنا گھر نہیں بسا سکی؟

گھر بسانا اس معاشرے کی سب سے بڑی کامیابی تھا اور جو عورت گھر نہ بسا سکے، وہ ایک ناکام عورت ہوتی ہے۔ طلاق ایک ناکامی تھی۔ اور سمجھوتہ کامیابی۔ اس نے اپنی ساری عمر ایک کامیاب عورت بننے میں صرف کی تھی۔ یونیورسٹی سے اوشن کے پانچ سال.... جو کیا، کامیاب کہلائے جانے کے لیے کیا۔

مالک فرید کیوں نہیں سمجھ رہے تھے کہ وہ کیسے خود پہ ناکامی کا ٹھپہ لگا سکتی تھی؟

وہ کیسے اپنے خاندان والوں کو یہ کہنے کا موقع دے سکتی تھی کہ حور جہاں کی بیٹی اپنا گھر نہیں بسا سکی؟

وہ کیسے طلاق جیسے بھاری لفظ کو اپنی زندگی کو داغدار کرنے دے سکتی تھی؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ونگ چیئر پہ بیٹھے ماہر نے آنکھیں کھولیں۔ایک نظر خاموش رکھے فون کو دیکھا۔پھر جھک کے اسے اٹھالیا۔

اسکرین روشن کی تو چند نیلے ٹک اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

وہ زیاد کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتی تھی۔وہ اس کی بات کا جواب بھی نہیں دینا چاہتی تھی۔بیربل درست کہتا تھا۔اسے کشمالہ مبین کو ایک طرف رکھ کے اپنے کیس کے اوپر کام کرنا تھا۔آزادی اس کے لیے کشمالہ مبین سے زیادہ ضروری تھی۔

وہ ایک دفعہ پھر قید میں نہیں جا سکتا تھا۔

اس نے گرین آئیز نامی چیٹ انگوٹھے سے سلائیڈ کی اور اسے archive میں ڈال دیا۔ایک طرح سے اسے ذہن کے کسی عقبی خانے میں بند کر دیا۔پھر سوزین کا نمبر ملایا اور فون کان سے لگایا۔

"صبح مجھ سے ملو۔ہمیں اگلی ساعت کی تیاری کرنی ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس صبح موسم پہلے سے کئی گنا گرم تھا۔عجیب سی حدت تھی جو سارے جدہ کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔

"تمہارا فون آف تھا؟" نورہ نے اسے اپنے آفس میں داخل ہوتے دیکھا تو فوراً تنبیہہ کی۔

"ابھی تک آف ہے۔" وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ قدم قدم چلتی اندر آئی۔نورہ نے عینک کے اوپر سے بغور اسے دیکھا۔سرمئی عبایے میں ملبوس، آستین کہنیوں تک چڑھائے، اسکارف سر پہ لپیٹ کے گردن تلے اڑسے، وہ بنا میک اپ کے سنجیدہ سی لگ رہی تھی۔سامنے سے کھلے عبایے سے ہائی ویسٹ ٹراؤزر اور سفید ٹاپ نظر آتا تھا جس کے گریبان پہ داغ لگا تھا۔آج وہ جیسے ڈھنگ سے تیار نہیں ہوئی تھی۔

"آپ کی کہی گئی improvisation کے بعد کی فائل۔" اس نے ایک فلیش ڈرائیو سامنے رکھی اور کھڑے کھڑے بتانے لگی۔

اس کے چہرے پہ دائیں طرف دو نئے دانے ابھر رہے تھے۔

"تم جلدی میں ہو؟"

"میں پاکستان واپس جا رہی ہوں۔ مزید کام نہیں کر سکوں گی۔"

"چچ... ایسے تو تم کبھی اپنا کیریئر سیٹ نہیں کر سکو گی۔"

"کیریئر؟" اس کے ہونٹوں پہ ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھری۔ "میری زندگی میں کیریئر سے بڑے مسائل ہیں، نورہ۔" پھر کھنکھاری۔

"میں جانتی ہوں میں نے کہا تھا کہ میں آپ سے کسی قسم کی پے منٹ نہیں مانگوں گی، لیکن... مجھے پیسوں کی ضرورت ہے۔" انداز میں شرمندگی در آئی۔

"میں جانتی تھی تم آخر میں یہی کہو گی۔ پاکستانیز۔" نورہ نے مسکرا کے جیسے طنزیہ سر جھٹکا۔ وہ بہت سی تلخی کھارے پانی کے گھونٹ کی طرح پی گئی۔ چہرہ سنجیدہ رکھا۔ ڈھیٹ اور سنجیدہ۔

"صبح تمہارا شوہر آیا تھا۔" چیک کاٹتے ہوئے وہ سرسری انداز میں کہنے لگیں۔

وہ جہاں تھی، وہیں رہ گئی۔ ساکت۔ جامد۔

"پھر؟" سانس تک رک گیا۔

"وہ تمہیں تلاش کر رہا تھا۔ پریشان لگ رہا تھا۔ میں نے بتا دیا کہ تم یہاں نہیں ہو۔" وہ قلم کو ہاتھ میں گھماتے ہوئے بغور اسے دیکھ کے کہہ رہی تھیں۔

"کہاں رہ رہی ہو؟" مالا نے چیک اٹھا کے دیکھا۔ وہ اس کی توقع سے کم تھا۔ لیکن غنیمت تھا۔

"جگہ ہے میرے پاس۔" وہ زبردستی مسکرائی۔ ظاہر ہے وہ اس کے پیچھے آیا ہوگا۔ اس نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ نہیں آئے گا۔

"تمہارے حقوق ہیں اس ملک میں۔ یہ مت بھولنا۔ اگر کوئی مسئلہ ہو تو حکومت تمہیں بچا سکتی ہے۔"

"کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا۔" وہ اس دفعہ مسکرائی تو اس کی آنکھیں گیلی تھیں۔

"مزید پیسے چاہئیں؟" ان کی آنکھوں میں کچھ تھا۔ ایک نرم سا تاثر جو اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ آنسوؤں کا ایک گولا حلق سے اوپر آنے لگا لیکن اس نے اسے نیچے دھکیل دیا۔ وہ حورِ جہاں کی بیٹی تھی۔ اٹھی گردن سے مسکرائی اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"صرف اپنی محنت کے چاہیے تھے۔ وہ مل گئے۔ بہت ہیں۔"

وہ واپس دروازے تک جا رہی تھی جب ان کی آواز سنائی دی۔

"وہ نہیں بدلے گا۔ کوئی کسی کے لیے نہیں بدلتا۔"

وہ مڑی نہیں۔ بس دروازہ کھول کے آگے بڑھ گئی۔ کیا نورہ کو لگتا تھا کہ وہ اب تک اتنا نہیں سمجھ سکی؟

اپنے ڈیسک پہ جا کے اس نے ایک باکس اٹھایا۔ اس کا رنگ خاکی تھا۔ اب وہ اپنی چیزیں باری باری اس میں بھرنے لگی۔ ماں کی تصویر کا فریم۔ کاغذ۔ چارجرز۔ اور اس کے پودے۔ ننھے ننھے ہاتھ جتنے سفید گملے۔ شیلڈن سب سے اوپر تھا۔

ذہن کے سامنے ایک منظر لہرایا۔

وہ اوشن میں کھڑی تھی اور سرمئی باکس میں اپنا سامان ڈال رہی تھی۔ آنکھیں بار بار بھر رہی تھیں۔ شیلڈن کو سب سے اوپر رکھا اور باہر نکلی۔

کیف سامنے کھڑا تھا۔ وہ دیوار پہ بنی الوژن پینٹنگ کو دیکھ رہا تھا۔ اسے آتے دیکھ کے پلٹا۔ اس کو دیکھا اور مسکرایا۔ گال میں گڑھا سا بنا۔

"چلیں باس؟"

مالا نے گیلی آنکھیں کھولیں۔ اوشن کہیں نہیں تھا۔ وہ خاکی باکس لیے جدہ کے اس آفس میں کھڑی تھی۔ صرف باکس کا رنگ بدلا تھا یا زندگی بدل گئی تھی؟ وہ ایک سال پہلے اپریل کے مہینے میں اوشن سے یونہی نکلی تھی۔ آج ایک سال بعد مارچ کے مہینے میں وہ جدہ کی اس کوورکنگ اسپیس کو چھوڑ رہی تھی۔

اس کا کیریئر اب کبھی دوبارہ نہیں بن سکے گا۔

کشمالہ مبین کیریئر کے حوالے سے ایک ناکام عورت تھی۔

اور مالک صاحب کہتے تھے کہ وہ ذاتی زندگی میں بھی ناکام ہو جائے؟

اس نے آخری دفعہ اس مین ہال کو دیکھا۔ اپنے ڈیسک کو۔ کھڑکی سے دکھائی دیتے منظر نامے کو۔ یہاں بیٹھ کے کام کرنے کی خواہش، یہاں سے اپنے ایک نئے کیریئر کی ابتدا کرنے کی تمنا۔ سب خاکی باکس کے ساتھ خاک ہوا تھا۔

وہ باکس لیے لفٹ میں سوار ہوئی تو ایک ایک قدم بھاری تھا۔

ایک ایک قدم ہلکا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

لفٹ کے دروازے بلڈنگ کی لابی میں کھلے۔ سامنے شیشے کی دیواریں نظر آئیں جن کے پار سڑک دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کسی کو دیکھے بنا ناک کی سیدھ میں چلتی آگے آئی جب...

"کشمالہ...."

اس کے قدم زنجیر ہوئے۔

اسے سب مالا کہتے تھے۔ اس کے بہن بھائی بھی۔ صفورا بھی۔ ماہر بھی۔ مالک بھی۔ بیربل بھی۔ یہاں تک کہ نورہ بھی۔

اسے کشمالہ صرف ایک شخص کہتا تھا۔

وہ جس نے اسے کبھی مالا کہہ کے نہیں پکارا تھا۔

دھیرے سے وہ پلٹی۔

زیاد سلطان سامنے کھڑا تھا۔

ان دونوں کے درمیان چند فٹ کا فاصلہ تھا۔ وہ ایک صوفے کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے کل رات والا لباس پہن رکھا تھا جو اب ملگجا سا ہو چکا تھا۔ بال ماتھے پہ بے ترتیبی سے بکھرے تھے اور آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔ فکرمندی۔ زمانے بھر کی شکستگی۔

وہ چند لمحے اسے دیکھے گئی۔ اس کی آنکھوں میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں خالی تھیں۔

"کیا ہم بیٹھ کے کچھ دیر بات کر سکتے ہیں؟"

وہ کہنا چاہتی تھی کہ نہیں۔ وہ اس کے ساتھ چند منٹ بھی نہیں گزار سکتی تھی۔ وہ راستہ بدلنا چاہتی تھی۔

لیکن پھر منظر بدلا۔

وہ سفید کامدار دوپٹہ سر پہ پہنے، انگوٹھیوں اور مہندی سے بھری ہاتھ سے مسکرا کے سر جھکائے ایک کاغذ پہ دستخط کر رہی تھی۔ مولوی صاحب اس سے کچھ پوچھ رہے تھے۔ شیروانی میں ملبوس زیاد ساتھ تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔

وہ دعا عام دعا نہیں ہوتی۔ وہ دو انسانوں کو باندھ دیتی ہے۔ ایسے کہ وہ اتنے آرام سے رستہ نہیں بدل سکتے۔

مالا نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔

منظر پھر سے بدلا۔

وہ مالدیپ کے ایک ساحل پہ چل رہے تھے۔اس نے سر پہ ہیٹ پہن رکھا تھا۔وہ اسے کوئی قصہ سنا رہا تھا۔وہ ہنس رہی تھی۔

ہر دفعہ قدم پیچھے کرتے وقت بہت سی یادیں سامنے آجاتیں۔

برے دنوں کی اچھی یادیں۔

وہ اس کا شوہر تھا۔وہ ایسے راستہ نہیں بدل سکتی تھی۔

"میرے پاس دس منٹ ہیں۔"اس نے خود کو کہتے سنا۔دماغ اور جسم ساتھ ساتھ تھے۔دل خاموش تھا۔

وہ دونوں لابی میں رکھے صوفوں کی طرف ایک ساتھ بڑھے۔

وہ اس کے سامنے ایک صوفے پہ بیٹھی۔ٹانگ پہ ٹانگ جمالی۔

وہ سامنے بیٹھا تو ٹانگ پہ ٹانگ نہیں جمائی۔آگے کو ہوئے' صوفے کے کنارے بے چین سا بیٹھا۔ہاتھ باہم پھنسائے' ملتجی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں تمہارے لیے اتنا پریشان رہا کہ تم کہاں چلی گئی ہو۔میں رات سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں۔"

"یہ آپ کو میرے اوپر ہاتھ اٹھانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا' زیاد۔"ایک دم ساری یادیں پیچھے چلی گئیں۔جیسے کسی نے انہیں کنویں میں دھکیل کے اوپر سے بہت سا پانی گرا دیا ہو۔

اب صرف اوپری بازوؤں پہ گرم سلاخوں جیسا درد رہ گیا تھا۔

"کشمالہ آئی ایم سوری۔آئی ایم سو سوری۔میں غصے میں آ گیا تھا۔کیا تم وہ سب بھول سکتی ہو؟ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔"وہ بے بسی سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے نہ کبھی تمہیں تھپڑ وغیرہ مارا ہے' نہ سوچ سکتا ہوں۔وہ تو بس غصے میں...."

"manhandling کہتے ہیں اس کو زیاد۔"اس نے اپنے کندھے کو چھو کے یاد دلایا۔زیاد پہ جمی اس کی آنکھوں میں غصہ بھی تھا اور نمی بھی۔وہ نمی جانے کیوں پیچھا نہیں چھوڑتی تھی۔

"آئی ایم سوری۔میرا یہی غصہ ہمیشہ مجھے خسارے میں لا کھڑا کرتا ہے۔تم ایک ہی ہفتے میں دوسری دفعہ ملک سے باہر جانے کا کہہ رہی تھیں۔"

"کبھی اپنے باس پہ ایسا غصہ کیا؟اگر وہ ایک ہی ہفتے میں دو انٹرنیشنل ٹرپس کا کہتا؟کبھی باس کے بازوؤں کو ایسے جھنجھوڑا کہ اس پہ نیل پڑ جائیں؟نہیں نا؟کیوں؟"

وہ خاموش ہو گیا البتہ اس کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

"میں بتاتی ہوں کیوں نہیں' زیاد سلطان۔ کیونکہ آپ کے غصے کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر باس پہ ہاتھ اٹھایا تو وہ جواباً مار مار کے لہولہان کر دے گا۔ وہ مرد ہے۔ آپ کا رزق اس سے بندھا ہوا ہے۔ اس لیے اس کے سامنے آپ کو اپنا غصہ دبانا پڑتا ہے۔ لیکن بیوی پہ ہاتھ اٹھایا جا سکتا ہے کیونکہ وہ جواب نہیں دے سکتی۔ چاہے وہ حورِ جہاں کی بیٹی ہو یا بخت بی کی۔ وہ ڈر جاتی ہے۔" تیز تیز بولتے اس کا سانس پھولنے لگا۔

" آئی ایم سوری۔ میں وعدہ کرتا ہوں یہ آئندہ نہیں ہوگا۔ مجھے خود احساس ہے کہ یہ بہت غلط ہوا۔"

" آئندہ؟" وہ گہرے گہرے سانس لیتے اسے دیکھتی رہی۔ ابھی آئندہ بھی آنا تھا؟

"پلیز میرے ساتھ گھر چلو۔ تم جیسے کہو گی ہم ویسے کریں گے۔ ہم پاکستان چلے جائیں گے۔ یا جہاں تم کہو۔ سمجھو وہ سب ہوا ہی نہیں۔"

وہ آگے کو ہو کے بیٹھا' منت بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

وہ ایک لمحے کے لیے گنگ ہو گئی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔ وہ زیاد سے لڑنے' اس پہ چلانے کے لیے تیار تھی۔ لیکن وہ اس کی منت کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس کے معافی مانگنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

دل کے کنویں سے پھر وہی اچھی یادیں ہاتھ باہر نکالنے لگیں۔ آنسو آنکھوں میں بھر گئے۔

وہ دونوں چند لمحے خاموشی سے اس لابی میں بیٹھے رہے۔ صوفوں پہ آمنے سامنے۔

"میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔" وہ بخت بی کی بیٹی نہیں تھی۔ اس کا دوسرا قدم اس سے مختلف ہوگا۔

"یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔" زیاد نے جیسے سنا ہی نہیں۔ اس نے صوفے پہ ساتھ رکھا ایک چھوٹا سا گفٹ بیگ اٹھایا۔ مالا کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔ زیاد نے ہاتھ ڈال کے اندر سے ایک ڈبی نکالی۔ پھر اس کو کھولا۔

"میں اپنے رویے کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ یہ صرف ایک gesture ہے کہ میں شرمندہ ہوں اور آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

ڈبی میں ایک ننھا سا نازک ہیرے کا لاکٹ جگمگا رہا تھا۔

وہ چند لمحے ساکت سی اس لاکٹ میں چمکتے ہیرے کو دیکھے گئی۔ وہ دو کیرٹ کا ڈائمنڈ تھا۔

" کشمالہ پلیز... مجھ سے لڑو' جو کہو' بلکہ تم بھی مجھے مار لو... میں...."

"میں کیوں مار لوں؟" وہ دبا دبا سا چلائی۔ "مجھے ایسے بڑا نہیں کیا گیا زیاد۔" اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"میرا غصہ بھی میری محبت کا حصہ ہے' کشمالہ۔ ہم غصہ بھی اپنوں پہ کرتے ہیں۔ اور اگر ان کا دل دکھا دیں تو اس کی تلافی بھی کرتے ہیں۔ میں تلافی کرنا چاہ رہا ہوں۔ بھول جاؤ اس رات کو۔ ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔" وہ ڈبی ہاتھ میں لیے بیٹھا اسے دیکھے گیا۔

"میں بتاؤں محبت کیا ہوتی ہے؟" وہ گلابی چہرے اور نم آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔ "ماں بچپن میں ہمیں بھی مار دیتی تھیں۔ جب ہم بہت چھوٹے تھے۔ کبھی جوتا۔ کبھی ہینگر۔ لیکن بڑے ہونے کے بعد انہوں نے کبھی ہم پہ ہاتھ نہیں اٹھایا۔ سوائے معید کے' جب وہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ نماز کے علاوہ ماں ہمیں نہیں مارتی تھیں۔ اگر انہیں غصہ آتا تو وہ ناراض ہو جاتی تھیں۔ بالکل خاموش۔ اور وہ اتنا بولنے والی خاتون جس دن خاموش ہوتیں ہمیں معلوم ہو جاتا کہ وہ ناراض ہیں۔ وہ بات کیے بنا چپ چاپ اپنے کام کرتیں۔ سلائی مشین لے کر بیٹھ جاتیں۔ خوامخواہ کے ٹانکے لگاتیں۔ اور ہم تینوں ان کے ارد گرد منڈلاتے۔" اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔

"ہم سہم جاتے۔ پریشان ہو جاتے۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھتے کہ وہ کیوں ناراض ہیں۔ پھر ان کے پاس جاتے' ان سے معذرت کرتے۔ ان کے گرد منڈلاتے رہتے یہاں تک کہ وہ مسکرا دیتیں۔ ان کی اس پہلی مسکراہٹ کا ہم انتظار کرتے تھے۔ اور تب ہمیں معلوم ہوتا کہ اب وہ ناراض نہیں ہیں۔ یہ ہوتی ہے محبت۔ محبت میں ناراضی دکھانے کے لیے ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا۔ مجھے ہیرے نہیں چاہیے ہیں۔ مجھے وہ عزت چاہیے تھی جس کی میں مستحق تھی۔"

وہ خاکی باکس لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ زیاد نے ڈبی بند کی۔ اور ساتھ ہی اٹھا۔

"تم جو کہو گی ہم وہ کر لیں گے۔" وہ ملتجی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اب دیر ہو چکی ہے۔ مجھے کچھ وقت چاہیے۔"

"کتنا وقت؟" اس کی امید جاگی۔

"مجھے نہیں معلوم۔ لیکن کچھ وقت چاہیے۔ چند دن۔ چند ہفتے۔ آپ مجھے کال نہیں کریں گے۔ میں ابھی بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔۔ جب ہوں گی تو میں خود آپ کو بتا دوں گی۔"

زیاد نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"او کے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"آپ میرے پیچھے نہیں آئیں گے۔ میں کہاں رہ رہی ہوں' کیا کر رہی ہوں' آپ اس کی کھوج میں نہیں

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

پڑیں گے۔آپ مجھے کچھ دن کے لیے تنہا چھوڑ دیں گے۔"

زیاد نے جیب میں ڈبی واپس رکھی اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔وہ اسے جاتے دیکھتی رہی۔

اس نے نہیں پوچھا تھا کہ اسے پیسے چاہئیں یا نہیں۔وہ اتنے دن اس کے بغیر کیسے رہے گی۔

اس کے نکلنے کے چند منٹ بعد تک وہ وہیں بیٹھی رہی۔گہرے سانس لیتی رہی۔پھر ٹیکسی کال کرنے لگی۔

باہر سڑک کے کنارے ایک کار میں بیٹھے زیاد سلطان نے اسے ٹیکسی میں سوار ہوتے دیکھا۔پھر گلاسز آنکھوں پہ چڑھا لیے اور کار اس کی ٹیکسی کے پیچھے لگا دی۔درمیان میں ایک محتاط سا فاصلہ برقرار تھا۔

ٹیکسی ایک ہوٹل کے سامنے رکی تو زیاد نے چند گز دور اپنی کار روک لی۔وہ خاموشی سے اسے ٹیکسی سے نکلتے دیکھے گیا۔وہ باکس لیے اندر جا رہی تھی۔اس کا عبایا ہوا سے پیچھے کو اڑ رہا تھا۔

زیاد نے وہ سیاہ مخملیں ڈبی اٹھائی اور اسے کھولا۔اندر جگمگاتے ہیرے کی چمک دوپہر کی روشنی میں آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

اس چمک میں ایک دم سارے مناظر دھندھلا گئے۔

چمکیلی دھند چھٹی تو وہ ایک نیم تاریک سا لونگ روم تھا جہاں صوفوں پہ کپڑے چڑھے تھے۔

مرکزی صوفے پہ ایک گورا چٹا دراز قد آدمی بیٹھا تھا۔

سامنے ایک کم عمر سانولے رنگ کا لڑکا کھڑا تھا۔اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے ایک رپورٹ کارڈ پکڑ رکھا تھا۔اس پہ بڑا بڑا زیاد سلطان لکھا تھا۔آنکھوں پہ عینک لگی تھی اور پلکیں گیلی تھیں۔

کچن کے دروازے کے ساتھ ایک سفید دوپٹے والی دبلی پتلی سی عورت کھڑی تھی۔اس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے اور اس نے چوکھٹ کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

"ادھر دکھاؤ...." آدمی نے کارڈ کھینچ لیا۔پھر اسے کھول کے دیکھا۔اس کی سرخ آنکھیں لڑکے کی طرف اٹھیں۔

لڑکے کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا اور چہرہ سفید ہو رہا تھا۔

آدمی نے کارڈ ایک طرف پھینکا۔پھر وہ کھڑا ہوا۔لڑکا جانتا تھا اب کیا ہونے جا رہا تھا۔وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہوا۔آدمی نے پینٹ میں لگی بیلٹ کا بکل کھولا۔

لڑکے کی رنگت اب نچڑ چکی تھی۔وہ ایک قدم مزید پیچھے ہوا۔

ان کے ہاتھ نے بیلٹ پوری کھینچ لی۔پھر اسے اشارہ کیا۔

www.facebook.com/nemrahamed.official

لڑکے نے پلٹ کے ماں کو دیکھا۔ وہ خاموش کھڑی تھیں۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

لڑکے کے قدم خود بخود ایک دروازے کی طرف اٹھنے لگے۔ وہ اس کمرے میں چلا گیا اور آدمی بیلٹ لیے اس کے پیچھے داخل ہوا۔ پھر اس نے دروازہ بند کر دیا۔

اب وہ عورت بھیگی آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

منظر بدلا۔

وہی لونگ روم تھا لیکن رات کھڑکیوں کے پردوں کے پیچھے اتری دکھائی دیتی تھی۔ عورت نے اس کمرے کا دروازہ کھولا۔ کم عمر لڑکا تنہا بیڈ پہ بیٹھا سر جھکائے ہوئے تھا۔ آہٹ پہ چہرہ اٹھایا۔ ایک آنکھ کے ساتھ نیل تھا۔ بازوؤں پہ بیلٹ کے نشان تھے۔ اور بہت سے آنسو آنکھ میں اٹکے تھے۔

"باہر آجاؤ۔ تمہارے ابو آفس سے آگئے ہیں۔ وہ تمہارا فیورٹ فرائیڈ چکن لائے ہیں۔ وہ کھانے پہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ پیار سے اس کے بال سہلاتی کہہ رہی تھی۔ اس نے شکوہ کناں نظروں سے عورت کو دیکھا۔

"ان کو احساس ہے کہ انہوں نے غلط کیا۔ وہ اسی لیے چکن لائے ہیں۔ وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں' بیٹا۔ یہ ان کی محبت ہی ہے۔ غصہ بھی محبت کا حصہ ہوتا ہے۔ اب باہر آجاؤ اور جو ہوا اسے بھول جاؤ۔ جیسے وہ ہوا ہی نہیں۔"

آنسو اس کے چہرے پہ لڑھکتے گئے۔ لیکن اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا اور ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔ زبردستی چہرے پہ ایک مسکراہٹ سجائی اور ان کے ساتھ چلتا باہر آیا۔ ابو ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھے تھے۔ وہ مسکرا رہے تھے۔

جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

زیاد سلطان ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا زخمی نظروں سے اس جگمگاتے ہوئے ہیرے کو دیکھ رہا تھا۔

وہ اس کی پسندیدہ شے لایا تھا۔ ہیرا۔ دو کیرٹ کا ہیرا۔

یہ ہیرا کافی کیوں نہیں تھا کشمالہ مبین کو یہ محسوس کروانے کے لیے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فرید لارنامی اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کے بیربل فرید اندر داخل ہوا' تو پہلی نظر جوتوں کے ریک پہ پڑی۔ ماہر کے جوتوں کے ساتھ ایک اسٹائیلیٹو بھی رکھے تھے۔ لونگ روم سے آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ نا چاہتے

ہوئے اس نے جوتے اتارے' اور چابیوں کا گچھا انگلیوں میں گھماتا راہداری عبور کر کے آگے آیا تو چہرے پہ بہت سی کڑواہٹ پھیل گئی۔

سوزی (Suzi) ایک صوفے کے ہتھ پہ ایسے بیٹھی تھی کہ ٹانگ پہ ٹانگ جمار کھی تھی۔ ہاتھ میں کاغذوں کا ایک پلندہ تھا۔ سامنے ماہر کھڑکی کے ساتھ کھڑا تھا۔ دیوار سے ٹیک لگائے' بازو سینے پہ لپیٹے' پیروں کی قینچی بنائے۔ وہ ٹراؤزرز اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔ شیو بڑھی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ آفس نہیں گیا تھا۔

''وقوعے کی صبح آپ...'' سوزی ماہر کو دیکھ کے کچھ پوچھ رہی تھی۔ ماتھے پہ کٹے بینگز' اور بقیہ بالوں کی چھوٹی سی اونچی پونی بنائے' اس کے چہرے پہ سنجیدگی تھی۔

''مجھے یاد کرواؤ کہ تم کون ہو۔'' بیربل فرید چیونگم چباتا ہوا سامنے آیا اور اسے دیکھ کے جیسے سوچنے لگا۔

''اوہ ہاں۔'' ماتھے کو ہاتھ مارا۔ ''تم وہ ہو جس نے دھوکے سے خود کو ماہر کی وکیل ظاہر کر کے مجھے تھانے سے بھیج دیا تھا۔''

''نہیں' بیربل۔ میں وہ ہوں جس نے تمہیں چند فقروں میں ایسے کنونس کیا تھا کہ تم اپنے سگے بھائی کو تھانے میں تنہا چھوڑ کے چلے آئے تھے۔ چچ...'' سوزی نے افسوس سے پلکیں جھپکائیں۔

بیربل کا چہرہ سرخ ہوا۔ پہلے بے بسی سے ماہر کو دیکھا جو اب موبائل کی طرف متوجہ تھا۔ اور پھر اسے۔

''سنو... میرے ساتھ گیمز نہ کھیلو۔ میں یہ تب سے کھیل رہا ہوں جب سے...'' بہت ضبط سے خود کو روکا۔

''جب سے؟'' سوزی مسکرائی اور اس کی مسکراہٹ بیربل کو تپانے کے لیے کافی تھی۔

''Sen portakalda vitaminken'' چباچبا کے بولا۔ (جب تم ایک مالٹے کا وٹامن تھی۔)

(ایک ترکش محاورہ جس کا معنی ہے... جب تم پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔)

''بیربل...'' اس نے فون سے چہرہ اٹھا کے اسے گھورا۔ بیربل نے کندھے اُچکائے (ہونہہ) اور ایل شیپ صوفے کے کنارے پہ آ بیٹھا۔ ٹانگ پہ ٹانگ رکھی اور اب کے قدرے مسکرا کے اسے دیکھا۔

''آپ جاری رکھیں۔''

سوزی ایک ناپسندیدہ نظر اس پہ ڈال کے واپس ماہر کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ ہنوز صوفے کے ہتھ پہ بیٹھی تھی اور وہ سامنے کھڑا تھا۔

''ماہر بے... آپ وقوعے کی صبح...''

''ویسے تمہارے بابا مالک کے دوست کیسے بنے؟ روبوٹس کے دوست بھی ہوتے ہیں کیا؟'' اب کے وہ شیو کھجاتے ہوئے قدرے سادگی سے پوچھ رہا تھا۔ سوزی نے ضبط سے خود کو روکا اور ایک تیز نظر اس پہ ڈالی۔

''مالک بے دوستوں کے دوست ہیں۔ انہوں نے مجھے صرف ماہر کی ضمانت کروانے کے لیے کہا تھا لیکن ماہر چاہتا ہے کہ میں آگے بھی اس کی نمائندگی کروں۔ اس لیے میں یہاں موجود ہوں۔ آپ کو کوئی اعتراض ہے؟''

''نہیں پلیز... کیری آن....''

''ماہر بے...'' اب کے اس نے آواز اونچی کی اور لہجہ تیز۔ اس سے پہلے کہ بیربل دوبارہ مداخلت کرے۔ ''جج کے ضمانت منظور کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آپ کو رہا کر دے گا۔ آپ اس کیس میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ آپ کا ہر جواب آپ کو مزید پھنسائے گا۔''

''میں نے غالب نواز کا قتل نہیں کیا۔ میں اس وقت میں معید کی شادی میں تھا۔'' وہ دھیمی آواز میں کہتا کھڑکی سے ہٹا اور بیربل کے بائیں جانب آ بیٹھا۔ موبائل اس نے کہیں پیچھے رکھ دیا تھا۔ وہ اب پوری طرح سوزی کی طرف متوجہ تھا۔

''شادی کا فنکشن صبح گیارہ بجے شروع ہوا تھا۔ آپ وہاں ساڑھے گیارہ پہنچے تھے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق قتل صبح آٹھ بجے ہوا تھا۔ آپ قتل کرنے کے بعد با آسانی لباس تبدیل کر کے وینیو پہ پہنچ سکتے تھے۔''

''صبح آٹھ بجے میں گھر پہ تھا۔'' ایک نظر بیربل کو دیکھا۔ ''اپنے بھائی کے ساتھ۔''

''بھائی کی گواہی کو جج پھونک مار کے اڑا دیتے ہیں، ماہر بے۔ آپ کا ایلی بائی بہت کمزور ہے۔''

''فیضی حانم بھی گھر پہ تھیں۔ میری ہاؤس ہیلپ۔''

''ملازم اور بھائی.... دونوں جھوٹ بول سکتے ہیں۔ بے کار۔'' اس نے شانے اچکائے۔ بیربل فرید نے مٹھی بھینچ کے جیسے بہت مشکل سے ضبط کیا۔

''اور یہ ویڈیو؟'' ماہر نے میز پہ رکھے ٹیب کی اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ ''میں اس ویڈیو میں زیادسلطان کے ساتھ اس کاٹیج میں کھڑا نظر آ رہا ہوں۔ یہ رہا وہ کین اور یہ رہا وہ لائٹر۔''

سوزی نے ایک نظر ویڈیو کو دیکھا اور پھر سنجیدگی سے ماہر کو۔

''اول تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ وہی کین اور وہی لائٹر ہے۔ اور اگر ہے بھی تو ویڈیو میں آپ نے دونوں چیزوں کو چھوا ہے۔ یعنی جائے وقوعہ پہ ملنے والی چیزوں پہ آپ کے فنگر پرنٹ اصلی ہیں۔ اس ویڈیو سے کہیں ثابت نہیں

ہوتا کہ زیاد نے یہ چیزیں اٹھا کے کرائم سین پہ رکھی تھیں۔"

ماہر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"اسٹیک نائف سے کسی کی گردن نہیں کاٹی جا سکتی' سوزی۔"

"گردن نہیں کاٹی جا سکتی۔ لیکن شہہ رگ کاٹی جا سکتی ہے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق شہہ رگ اسٹیک نائف سے کاٹی گئی اور گردن اتارنے کے لیے بون سا (bone saw) استعمال کی گئی جو کہ سرجن استعمال کرتے ہیں۔ وہ اصل آلہ قتل ہے۔ آپ اسے جیکٹ میں چھپا کے لے گئے ہوں گے۔ غلطی سے چھری وہیں بھول گئے۔"

"اور غلطی سے نیپکن بھی چھوڑ دیا؟"

"حقیقی زندگی میں ۹۹ فیصد قتل کیسز ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کوئی قتل فلموں کی طرح پلان نہیں ہوتا کہ سب پرفیکٹ ہو۔ قاتل اپنا ڈی این اے' فنگر پرنٹ' آلہ قتل تک چھوڑ جاتے ہیں۔"

وہ دونوں دوبدو بول رہے تھے اور بیربل کی آنکھیں ایک سے دوسرے تک کا سفر ایسے کر رہی تھیں جیسے ٹینس کورٹ میں گیند کا پیچھا کر رہی ہوں۔

"ہم ڈنر پہ گئے تھے۔ میں نے وہ نیپکن وہیں استعمال کیا تھا۔ زیاد نے اسے اٹھا لیا ہوگا۔"

"اتفاق سے اس ریستوران کا کیمرہ کام نہیں کر رہا تھا۔" اس نے شانے اچکائے۔ "شاید آپ نے نیپکین خود جیب میں ڈال دیا ہو اور قتل کے وقت غلطی سے وہاں گر گیا ہو۔"

اس سے پہلے کہ ماہر جواب دیتا' بیربل کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"آپ کس کی سائیڈ پہ ہیں؟ پہلے یہ فیصلہ کر لیں۔"

سوزی نے اب کے بہت خفگی سے بیربل کو دیکھا۔

"میں صرف یہ بتا رہی ہوں کہ پراسیکیوٹر کیسے اس کیس کے بخیے ادھیڑے گا۔"

"حالانکہ میں سچ بول رہا ہوں۔" ماہر تلخ ہوا۔ وہ شدید ناخوش دکھائی دے رہا تھا۔

"آپ کے سچ پہ آپ کے دوست تک نے یقین نہیں کیا۔ عدالت کیوں کرے گی؟ آپ کی ریپوٹیشن ایک manipulator کی ہے۔ آپ لوگوں اور حالات کو اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہیں۔ اور سچ کو توڑ مروڑ دیتے ہیں۔ آپ اس کیس سے زیاد سلطان کا نام لے کر نہیں بچ سکتے۔ عدالت کیوں یقین کرے گی کہ اپنے سالے کی شادی میں آیا ایک ٹورسٹ آپ کو پھنسانے کے لیے اتنی بڑی سازش کرے گا؟ سوائے اس صورت میں

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

کہ۔۔۔۔"سوزی نے وقفہ دیا۔وہ دونوں بے اختیار اسے دیکھنے لگے۔

"کہ آپ عدالت کو وہ وجہ فراہم کریں جو زیادسلطان کے پاس ہے۔"

ماہر کی گردن میں ایک گلٹی سی ڈوب کے ابھری۔

"زیاد سلطان اور آپ کے درمیان کیا دشمنی ہے؟"

ماہر خاموش رہا۔بیربل کے تنے تاثرات بھی ڈھیلے پڑ گئے۔لونگ روم میں ایک تناؤ بھری خاموشی چھا گئی۔

"ماہر بے۔۔۔"اب کے وہ نرمی سے بولی۔

"ہم نے یہ ثابت نہیں کرنا کہ زیاد نے یہ قتل کیا ہے۔ہم نے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ آپ نے قتل نہیں کیا۔ہم نے جج کے ذہن میں اتنا سا (انگلی اور انگوٹھے سے ایک انچ کا خلا بنا کے دکھایا) شک ڈال دینا ہے کہ آپ کو پھنسایا جا رہا ہے اور وہ آپ کو رہا کر دے گا۔لیکن اس کے لیے آپ کو مجھ سے سچ بولنا ہوگا۔"

اس نے کاغذ ایک طرف رکھے اور ٹیب اٹھا کے اسکرین روشن کی۔پھر پنسل انگلیوں میں پکڑی جیسے لکھنے کے لیے تیار ہو۔

"مجھے جج کے سامنے زیاد سلطان کا ایک ایسا امیج پینٹ کرنا ہے جس سے اس کو خود بخود یقین آ جائے کہ وہ ایسی سازش کر سکتا ہے۔"وہ اسکرین پہ کچھ لکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"آپ زیاد سلطان کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟"

"سب سے پہلے تو وہ ہینڈسم نہیں ہے۔"بیربل سے رہا نہیں گیا۔

"بیربل۔۔۔"ماہر نے گھور کے اسے دیکھا۔اس نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔(تمام تمام۔سوری)

ماہر واپس اس کی طرف متوجہ ہوا۔بہت سے الفاظ جوڑے۔

"زیاد اور میری دشمنی کافی پرانی ہے۔"

"وجہ؟"وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ماہر نے تھوک نگلا۔

"اس نے۔۔۔مجھے شک ہے کہ اس نے میری بہن کو اغوا کیا ہے۔"

"لیکن آپ کی بہن تو مر چکی ہے۔آپ نے اس کے میموریل ڈنر پہ خود اعلان کیا تھا۔پراسیکیوٹر وہ ٹویٹ دکھا کے آپ کی اس وجہ کو ایک منٹ میں ہوا میں اڑا دے گا۔"

ماہر فرید نے بے اختیار ماتھے کو چھوا۔ماضی کے بہت سے جھوٹ اس کو گھیر چکے تھے۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''میں تصحیح کرتا ہوں...'' کھنکھار کے پھر سے الفاظ جوڑے۔''مجھے شک ہے کہ اس نے میری بہن کو مروایا ہے۔''

''کیا آپ کبھی پولیس میں اس کے خلاف گئے؟ کوئی رپورٹ درج کروائی؟ کوئی ریکارڈ؟''

ماہر نے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ وجہ کمزور ہے۔ آپ کے درمیان کچھ اور بھی ہوا ہوگا؟'' وہ غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''زیاد میری سیکرٹری کا....'' ماہر انگلیاں باہم پھنسائے' سوچ سوچ کے کہنے لگا تھا جب....

''ماہر کو جس لڑکی سے محبت تھی' زیاد نے اس سے شادی کر لی۔ قصہ ختم۔''

''بیر بل!'' جہاں ماہر فرید نے بے یقینی اور غصے سے اسے دیکھا' وہیں سوزی کا منہ کھل گیا۔

''اللہ اللہ ماہر بے...'' اس نے ایک ہاتھ گال پہ رکھا اور پلکیں دو تین دفعہ جھپکائیں۔ پھر اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ میں تمہارا وقت بچا رہا ہوں۔ یہ فی گھنٹہ کے حساب سے چارج کرتی ہے۔'' وہ ڈھٹائی سے کندھے اچکا کے بولا۔ ماہر لب بھینچے چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ پھر واپس سوزی کو دیکھا تو وہ مسکراہٹ دبائے اسے دیکھ رہی تھی۔

''آپ اگلی ساعت پہ رہا ہو جائیں گے کیونکہ ہم ترکش لوگ رقابت کو بہت سیریسلی لیتے ہیں۔'' وہ ایک دم جوش سے کہنے لگی۔

''کیسے؟'' بیر بل چونکا۔ البتہ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا موڈ سخت خراب ہو چکا تھا۔

''دو مردوں میں مسائل تین وجوہات کی بنا پہ ہوتے ہیں۔'' سوزی نے بند مٹھی سے ایک انگلی نکالی۔''پیسہ..'' (دوسری انگلی نکالی)''اتھارٹی...'' (آخری انگلی...)''اور عورت۔''

ماہر کھڑکی کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ بے اختیار پٹ کھول دیے۔ تازہ ہوا اندر آنے لگی۔ اسے گھٹن سی ہو رہی تھی۔

''ہم عدالت کو یہ بتا سکتے ہیں کہ زیاد ایک جیلیس شوہر تھا۔ ترکش زبان میں ہم اسے رقیب کہتے ہیں۔ اس کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا اس کی بیوی کے ساتھ افیئر تھا۔ اس لیے اس نے رقابت میں ایسا کیا۔''

''نہیں۔'' اس نے پلٹ کے ان دونوں کو دیکھا تو اس کے ماتھے پہ بل تھے اور جبڑے کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔''میں ایسا کچھ نہیں کروں گا کیونکہ میرا افیئر نہیں تھا۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''بے شک نہ ہو۔ مگر آپ کو عدالت کو یہ کہنا پڑے گا۔ اگر آپ کو آزادی چاہیے تو آپ کو ایک ذرا سے جھوٹ سے خود کو محفوظ بنانا ہوگا۔ میں ہر روز عدالت میں رقابت کے کیسز دیکھتی ہوں' ماہر بے۔ جج افیئرز کو پسند نہیں کرتے لیکن وہ آپ کی بے گناہی پہ یقین کر لیں گے۔ رقابت ایک بہت بڑا فیکٹر ہے جو...''

''اللہ اللہ' او کات حانم...'' بیر بل نے ماتھے کو چھوا۔ ''کبھی honour کا لفظ سنا ہے؟ میرا بھائی بھلے جتنا پیسے کا لالچی' جھوٹا' اور دھوکے باز ہو جائے' وہ اس طرح کی نیچ حرکت نہیں کرے گا۔''

سوزی نے شانے اچکائے۔

''آپ کے پاس دو آپشن ہیں۔ یا آپ اپنی زندگی بچائیں۔ یا اپنا honour۔ صبح آفس میں ملیں گے۔'' اس نے ٹیبلیٹ اٹھایا اور بیگ میں ڈالنے لگی۔

''اور اب تم جا کے اپنے مالک بے کو ساری رپورٹ دو گی' ہے نا؟'' بیر بل اسے جانے کی تیاری کرتے دیکھ کے طنز سے بولا۔ سوزی نے برہمی سے اسے دیکھا۔

''میں وکیل اور کلائنٹ کی رازداری کے پریویلیج کو ایسے توڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔''

پھر بیگ اٹھایا اور الوداع کہتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''میں بتا رہا ہوں' اس لڑکی کو یہاں بھیجنے میں بھی مالک کا کوئی ایجنڈا چھپا ہوا ہے۔'' وہ دروازے تک جا رہی تھی جب بیر بل نے بلند آواز میں پیچھے سے کہا۔

''بس کرو' بی۔'' وہ بے زار ہو گیا تھا۔ موبائل اٹھایا اور پھر بے دلی سے واپس پھینک دیا۔

بیر بل نے غور سے اس کی یہ حرکت دیکھی۔

''مالا نے جواب نہیں دیا؟'' اس نے پیر لمبے کر کے صوفے پہ رکھ دیے اور دوسرے ہتھ پہ سر جما لیا۔

''اسے اپنے شوہر کا سچ نہیں سننا۔'' اس نے شانے اچکا دیے۔

بہت سے گلٹ نے بیر بل کے دل کو دبوچ لیا۔ لیکن پھر اس نے سر جھٹک دیا۔ مالا اگر جواب نہیں دے رہی تو یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے۔ اس کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔

''اس لڑکی پہ زیادہ اعتبار نہ کرو' ماہر۔ یہ ابھی لفٹ میں پہنچتے ہی مالک کو کال کرے گی۔''

ماہر نے جواب نہیں دیا۔ وہ شدید برے موڈ میں دکھائی دے رہا تھا۔ بس سر جھٹک کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

www.facebook.com/nemrahahmed.official

باہر اپارٹمنٹ بلڈنگ کی لفٹ میں داخل ہوتے ہوئے سوزی فون کان سے لگائے کہہ رہی تھی۔

''اس نے مجھے زیاد کی بیوی کے بارے میں بتایا ہے۔ حالانکہ آپ کو بتانا چاہیے تھا۔'' وہ جیسے خفا ہوئی۔

''تو تم نے اسے کیا کہا؟''

''یہی کہ اس کے پاس دو آپشن ہیں۔'' وہ اپنی بات دہرانے لگی۔ لفٹ نیچے جا رہی تھی اور اس کے دھاتی دروازے میں سوزی کو اپنا عکس دکھائی دے رہا تھا۔

''کیا تم نے اسے تیسرا آپشن بتایا ہے؟'' ان کی سرد آواز گونجی۔

سوزی ہلکا سا مسکرائی۔ اس کی کنچوں جیسی آنکھیں چمکیں۔

''اتنی جلدی نہیں۔ ورنہ وہ مجھ پہ اعتبار نہیں کرے گا۔ پہلے اعتبار قائم ہونے دیں۔ پھر میں تیسرا آپشن اس کے سامنے رکھوں گی۔'' وہ لفٹ سے باہر نکلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ دور جاتے ہوئے اس کی آواز مدھم پڑ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مالا نے ہاتھ بڑھا کے دروازہ دھکیلا۔ وہ کھلتا چلا گیا۔ وہ لاکڈ نہیں تھا۔ اسے جیسے حیرت ہوئی۔

(یہ لاکڈ کیوں نہیں تھا؟)

وہ ایک سفید سا ہال تھا۔ بہت سی فرشی میزیں اور کشن رکھے تھے۔ لیکن وہ خالی تھا۔ وہاں کوئی ذی نفس نہ تھا۔ ہال میں کوئی کھڑکی تھی نہ کوئی دروازہ۔ محض وہ دروازہ کھلا تھا جس سے وہ داخل ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ دن کی روشنی بھی اندر آئی تھی۔

اس کا رخ ایک دوسرے دروازے کی جانب تھا۔ اسے جیسے معلوم تھا کہ اسے یہیں جانا ہے۔ وہ قدم قدم چلتی اس دروازے تک آئی۔ ہینڈل پہ ہاتھ رکھا تو پھر سے حیرت ہوئی۔ وہ بھی لاکڈ نہیں تھا۔ مالا نے اسے دھکیلا۔ وہ کھلتا چلا گیا۔

اندر کمرہ خالی تھا۔ سوائے دیوار سے لگی ایک اسٹڈی ٹیبل کے۔ اس ٹیبل پہ کچھ بھی نہ تھا۔ وہ کسی کینوس کی طرح کوری تھی۔

وہ اس کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس نے لمبا سفید نائٹ گاؤن پہن رکھا تھا جس کے گریبان پہ فرل تھی۔ لمبے گھنگریالے بال کمر پہ گر رہے تھے۔

''ہلال...'' آہٹ پہ اس نے چہرہ موڑ کے دیکھا۔ مالا کو آتے دیکھ کے وہ مسکرائی۔ اس کے گال میں ڈمپل سا

پڑتا تھا۔ وہ اس ڈمپل کو پہچانتی تھی۔ وہ ان بھوری آنکھوں اور بے تحاشا مڑی ہوئی پلکوں کو بھی پہچانتی تھی۔

''دروازہ کھلا تھا۔'' وہ تحیر سے کہتی اندر آئی۔ ہلال مسکرا کے اسے دیکھے گئی۔

مالا اس کے سامنے زمین پہ پنجوں کے بل بیٹھی۔ ایسے کہ اب دونوں کے چہرے آمنے سامنے تھے۔

''دروازہ لاکڈ نہیں ہے' ہلال۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' وہ مسکرائی۔ اس کے ہونٹ نہیں ہل رہے تھے لیکن وہ اس کی آواز سن سکتی تھی۔

''پھر تم خود کیوں نہیں یہاں سے نکل جاتیں؟'' اس کی آواز میں نرمی تھی۔ پھر اس نے دھیرے سے ہلال کے ہاتھ تھامے۔ وہ سرد تھے۔

''پلیز' مجھے پکارنا چھوڑ دو۔'' اس نے اس کے ہاتھ دبائے۔ اس کی آنکھوں میں منت بھی تھی اور آنسو بھی۔ ''میری اپنی زندگی اس وقت بہت messed up ہے' ہلال۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ تمہیں خود کو خود بچانا ہے۔'' پھر اس نے دوبارہ اچھنبے سے دروازے کو دیکھا۔

''دروازہ کھلا ہے۔ تم جب چاہو بھاگ سکتی ہو۔''

''مالا...'' وہ ہنوز مسکرا رہی تھی۔ ''میں تمہیں نہیں پکار رہی۔''

''پھر کس کو؟'' اسے الجھن ہوئی۔ ''اپنی ماں کو شاید؟'' اس نے سوچا۔ کہا نہیں۔

''میں انتظار کر رہی ہوں۔'' ہلال کے ہونٹ اب بھی نہیں ہلے۔

''کس کا؟''

''میں انتظار کر رہی ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بنا ہونٹ ہلائے کہہ رہی تھی۔

اس کی آواز میں ایک دوسری آواز مخل ہوئی۔ چائم۔ ایک۔ دو۔ تین۔

مالا نے چونک کے آنکھیں کھولیں۔ پھر تیزی سے اٹھ بیٹھی۔

وہ اپنے ہوٹل روم میں تھی اور کمرے میں صرف ایک لیمپ جل رہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں کو چھوا۔ وہ ابھی تک نم تھیں۔ اس نے کراہ کے کنپٹیاں تھامیں۔

اوہ.. ہلال.... میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ میری اپنی زندگی میں بہت مسئلے ہیں۔

آنکھیں کھولیں تو دھیان اس چائم کی آواز تک گیا۔ اس کی ای میل ٹون۔ دل بھاری ہوا۔ کیا زیاد اسے ای میل کر رہا تھا؟

www.facebook.com/nemrahahmedofficial

موبائل اٹھا کے روشن کیا تو لمحے بھر کے لیے وہ جہاں تھی وہیں رہ گئی۔

ظہیر۔

''میں اسلام آباد میں ایک نیا ریستوران کھول رہا ہوں۔ ساتھ میں ایک بوتیک بیکری بھی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ کام کرو۔ اس دفعہ میں تمہیں پارٹنر شپ سے کم کچھ نہیں آفر کروں گا' مالا۔ کوئی چھپی ہوئی ٹرمز نہیں۔ مجھے کشمالہ مبین جیسی پارٹنر نہیں ملے گی۔ مجھے نہیں معلوم تم شادی کے بعد کہاں گئی ہو' لیکن مجھے امید ہے تم ضرور آؤ گی۔''

اس کی پلکوں کے کنارے ایک دفعہ پھر سے بھیگنے لگے۔ لمحے بھر کے لیے وہ دن یاد آیا۔ جب وہ باکس میں سامان ڈال کے اوشن سے نکلی تھی۔

ایک راستہ کھل گیا تھا۔

وہ اسلام آباد واپس جا سکتی تھی۔

وہ ایک نئی زندگی شروع کر سکتی تھی۔

وہ بستر سے اٹھی اور پردے کھول دیے۔ نیچے نیلا تالاب دکھائی دے رہا تھا۔ عصر کی روشنی سارے میں پھیلی تھی۔ وہ جانے کس وقت آ کے سوئی تھی۔ وقت کا دھیان ہی نہیں رہا تھا۔ لیکن اس وقت ایک خیال سب پہ حاوی تھا۔

وہ اسلام آباد واپس جا سکتی تھی۔

اسے اس ملک سے نکلنا تھا۔ اسے کوئی فیصلہ لینا تھا۔

ذہن میں بہت سے سوالیہ نشان کھڑے ہو گئے۔ اور صرف ایک شخص تھا جس سے اسے صاف گو جوابات کی امید تھی۔

''مجھے آپ کی مدد چاہیے۔''

وہ کھڑکی کے ساتھ کرسی پہ بیٹھی' پیر میز پہ رکھے' فون کان سے لگائے ہوئے تھی۔ نگاہیں کھڑکی میں رکھے پودے پہ جمی تھیں جس کے کنارے ڈوبتے سورج کی گلابی روشنی میں دمک رہے تھے۔

''پیسے چاہئیں؟'' مالک فرید کی برف جیسی آواز گونجی۔

''نہیں۔''

''چاہئیں نہیں؟ یا مانگیں گی نہیں؟''

''دونوں۔'' اس نے بے پرواہی سے کندھے اچکائے۔

''مجھے اس ملک سے نکلنا ہے۔ اور اس کے لیے مجھے زیاد کے ابشر سے ری انٹری نکالنی ہے۔ کیا کوئی طریقہ ہے جو...''

''زیاد سے طلاق لے لیں۔ اور چلی جائیں۔ سمپل۔''

اس کے اندر ایک ناخوشگوار سی لہر اٹھی۔ اُف نہیں۔

''یہ لفظ... آپ اتنی آسانی سے یہ لفظ نہیں بول سکتے۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ...'' وہ جیسے خود بھی الجھ گئی۔ وہ کچھ اور پوچھ رہی تھی۔ وہ کچھ اور کہہ رہے تھے۔

''کیونکہ یہ ایک taboo ہے' مالک صاحب۔ میں کیسے اس کے بارے میں سوچ سکتی ہوں؟ دنیا کی سب سے پڑھی لکھی اور امیر عورت کے لیے بھی یہ اتنا ہی بھیانک لفظ ہے جتنا ایک غریب اور اَن پڑھی عورت کے لیے۔''

''کیوں؟'' انہوں نے دہرایا۔

''کیونکہ اس لفظ کے ساتھ ساری عمر رہنا پڑتا ہے۔ یہ ایک لفظ میری پوری ذات کو ڈیفائن کرنے لگے گا۔'' اسے جھرجھری سی آئی۔

''آپ کو یاد ہے نا کہ آپ کا شوہر ایک کرائے کا قاتل ہے؟''

اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ سر میں درد ہونے لگا تھا۔

''جانتی ہوں۔''

''آپ صرف سچ جانتی ہی۔ سچ کی پیروی کا حوصلہ نہیں ہے آپ میں۔''

''سچ کی پیروی؟'' اس نے چونک کے آنکھیں کھولیں۔

''خود کو سچ کے حوالے کر دینا اور یہ دیکھنا کہ سچ آپ کو ہاتھ سے تھام کے کس راستے پہ لے کر جا رہا ہے۔''

''میں زیاد سے طلاق نہیں لے سکتی۔ میری ساری زندگی تباہ ہو جائے گی۔''

وہ چند لمحے کے لیے خاموش رہے۔

''پھر کیا پلان ہے آپ کا؟''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''میں...'' وہ کھنکھاری۔ الفاظ جوڑے۔ ''میں پاکستان جاؤں گی۔ زندگی دوبارہ شروع کروں گی۔ لیکن میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ جیسے بہت سی عورتیں رہتی ہیں۔ ہماری فیملی میں بہت سی عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے طلاق نہیں لی اور الگ ہو گئیں۔''

''شاید اس لیے کہ ان کے بچے تھے۔ آپ کے نہیں ہیں۔''

ایک تشکر بھری سانس اس کے لبوں سے خارج ہوئی۔

''شکر ہے، ہوں گے بھی نہیں۔'' اس نے سوچا۔ کہا نہیں۔ وہ ایک فیصلہ اس کے سارے غلط فیصلوں پہ بھاری تھا۔

''اور زیاد آپ کو ایسے الگ رہنے دے گا؟''

''جب میں اس کے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہوں گی تو وہ مجھے زبردستی کیوں رکھے گا؟''

''اسے معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں؟''

''نہیں۔''

''یعنی آپ کو یہ غلط فہمی ہے کہ اس نے آپ کا پیچھا نہیں کیا ہو گا؟''

''مالک صاحب...'' اس کی آواز میں بے زاری در آئی۔ ''وہ کوئی creepy سا آدمی نہیں ہے جو میرا پیچھا کرے گا۔''

''آف کورس وہ creepy نہیں ہے۔ وہ صرف ایک قاتل ہے۔''

''اس کے جرائم ایک طرف، میرے ساتھ اس کا رشتہ الگ ہے۔ وہ مجھے استنبول جانے سے نہیں روک سکا تھا۔ وہ میرے ساتھ کسی قسم کی زبردستی نہیں کر سکتا۔ میں اپنے حقوق جانتی ہوں۔'' وہ تلخ ہوئی۔ وہ کیا پوچھ رہی تھی اور وہ بات کو کہاں سے کہاں لے گئے تھے۔

''شاید ماہر ٹھیک کہتا تھا۔''

''کس بارے میں؟''

''یہی کہ زیاد نے آپ پہ سحرِ عشق کیا تھا۔''

وہ جہاں تھی، وہیں ٹھہر گئی۔ فون کان سے ہٹا کے اسے گھورا۔ پھر واپس کان سے لگایا۔

''واٹ؟'' اس کی حیرت بے زاری میں بدل گئی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''اوہ۔ ماہر نے یہ تھیوری آپ سے شیئر نہیں کی تھی؟'' انہیں جیسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

''یہ دنیا کی سب سے بچگانہ بات ہے۔'' اس کا چہرہ گلابی پڑنے لگا۔ ''وہ یہ سمجھتا ہے کہ زیاد نے مجھ پہ کوئی جادو.... واٹ نان سینس.... اُف... '' شدت غیض سے اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ ''یونو واٹ... آپ سب ایک جیسے ہیں۔ آپ سب یہ سمجھتے ہیں کہ ہر چیز میں میرا قصور ہے۔ مجھے آپ کی کوئی مدد نہیں چاہیے۔ مجھے واقعی آپ کی فیملی سے دور رہنا چاہیے۔''

اس نے غصے سے فون بند کیا۔ اور پاور کا بٹن دبا دیا۔ مالک صاحب اپنی ایمانداری اپنے پاس رکھیں۔ اسے ان کی ضرورت نہ تھی۔

ڈوبتے سورج کو دیکھتے ہوئے وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ اسے فیملی ڈنر یاد آیا۔ ماہر سحرِ عشق کے بارے میں کچھ بتا رہا تھا۔ وہ اسے سنوار رہا تھا۔ وہ زیاد کو سنوار رہا تھا۔ اُف۔ وہ اسے کیا سمجھتا تھا؟ اس کی کوئی مرضی نہیں تھی؟ وہ کوئی گڑیا تھی جسے کوئی جادوگر اپنی مرضی سے جس جانب چاہے، موڑ دے؟

اچھی بات ہے۔ پڑا رہے وہ جیل میں۔ اپنی تھیوریز کے ساتھ۔ اسے اب ماہر فرید کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اندرانی نے دروازے کا ہینڈل گھمایا تو اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔

اس کے کمرے میں مالا کے خواب کے برعکس نفیس سا سنگل بیڈ اور گلابی و سفید اسٹڈی ٹیبل رکھی تھی جس میں بک شیلف بنا تھا۔ وہ اسی کرسی پہ بیٹھی تھی۔ سامنے میوزک باکس رکھا تھا لیکن ہلال کے ہاتھ اس سے دور تھے۔

"اب تم میوزک باکس نہیں بجاتیں؟" اندرانی نے دودھ کا گلاس اس کے ساتھ رکھا اور بغور اس کو دیکھا۔

ہلال نے جواب نہیں دیا۔ وہ اسی طرح آنکھیں میوزک باکس پہ جمائے بیٹھی تھی۔ جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔

"دروازہ کھلا ہے، ہلال۔ تم جب چاہے یہاں سے جا سکتی ہو۔" اندرانی نے طنز سے یاد دلایا۔

"مجھے معلوم ہے۔"

"پھر چلی جاؤ۔ میوزک باکس بجانے سے کون آئے گا تمہاری مدد کے لیے؟"

ہلال نے قریب رکھا ہیئر برش اٹھایا اور اسے سر پہ رکھ کے نرمی سے نیچے لے جانے لگی۔

"اگر نہیں بھاگنا یہاں سے تو سرکار کی بات مان لو۔"

پھر وہ اس کے کان کے قریب جھکی اور آواز سرگوشی میں تبدیل کی۔

"تم سمجھتی ہو تم بہت اچھی ہو۔ اس لیے تم سرکار کی بات نہیں مانتیں۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں؟ تمہارے اندر بہت سا شر چھپا ہے' ہلال۔ اسی لیے تم یہاں سے نہیں بھاگتیں۔ کیونکہ دور اندر تم سرکار کے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔"

"میں انتظار کر رہی ہوں' اندرانی۔" وہ گھنگھریالے بالوں کو آہستگی سے برش کرتے ہوئے بولی۔

اندرانی چونک کے پیچھے ہوئی۔ ابرو مشکوک انداز میں اکٹھے کیے۔

" کس کا؟"

"میں انتظار کر رہی ہوں۔" وہ اب بائیں جانب کے بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔ اس کا چہرہ ہمیشہ کی طرح بے تاثر تھا۔

"اپنے بھائی کا؟"

اندرانی حیرت سے اسے دیکھے گئی۔ یہ اس کے لیے ایک نئی بات تھی۔

ہلال نے برش رکھا اور ہاتھ آگے بڑھا کے کپ میں کھڑی رنگین پنسلز نکالیں۔ پھر نوٹ بک سامنے کی اور صفحہ پلٹایا۔ اب ایک کورہ صفحہ سامنے تھا۔

اس کی انگلیاں تیزی سے اس صفحے پہ رنگ بھرنے لگیں۔ اندرانی نے غور سے اس صفحے کو دیکھا۔ اسے کبھی سمجھ میں نہ آیا تھا کہ وہ کیا بناتی تھی۔ لکیریں۔ رنگ۔ عجیب سی شکلیں۔ اندرانی کو خوف سا محسوس ہوا۔ وہ چپ چاپ وہاں سے چلی آئی۔

دودھ کا گلاس ویسے ہی پڑا رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بظاہر ایک عام سا گرم دن تھا۔ لیکن اس دن کا اختتام اس کی سوچ سے برعکس ہونے والا تھا۔

وہ جبل عمر میں بنی کافی شاپ کی قطار میں کھڑی تھی۔ سامنے سے بند سفید عبایا پہنے' میک اپ سے خالی چہرے کے گرد اسکارف لپیٹے' ماتھے پہ سن گلاسز ٹکائے' وہ کارڈ سوائپ کر رہی تھی۔ باریستا نے ٹھنڈی کافی کا بڑا سا کپ اسے تھمایا۔ اس نے کارڈ واپس رکھا اور اسٹرا ہونٹوں سے لگائے گھونٹ بھرتے باہر نکلی۔ وہ بقایا بیلنس دیکھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ وہ عدد مزید گھٹتا جا رہا تھا۔ جب ختم ہو گا تب کی تب دیکھی جائے گی۔

باہر دن روشن تھا۔ یہاں سے سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں اور ان کے دہانے سے حرم کی حدود شروع ہوتی تھی۔ وہ

سیڑھیوں پہ کھڑی چند لمحے ان اونچے دیوہیکل دروازوں کو دیکھے گئی جو انسانوں اور اللہ کے گھر کے راستے میں بنے تھے۔

ماں آج سے کئی برس پہلے حرم گئی تھیں۔ حج انہوں نے ابا کی زندگی میں کرلیا تھا۔ پھر کئی برس پہلے اپنی بہن اور بھائی کے ساتھ عمرہ کیا۔ ان تینوں بہن بھائی میں سے کوئی ان کے ساتھ نہ تھا۔

ماں جب واپس آئیں تو دن رات حرم کے قصے سناتی تھیں۔ حرم شریف ایسا ہے۔ کعبہ ایسا ہے۔ یوں اس کے گیٹ ہوتے ہیں۔ یوں ہم کنگ فہد گیٹ سے داخل ہوتے تھے۔ لیکن اسے کبھی سمجھ میں نہ آیا کہ ان باتوں کا کیا مطلب ہے۔ کعبہ کے گیٹ کیسے اور کہاں ہوتے ہیں؟ ٹی وی میں جس کعبہ کو اس نے دیکھ رکھا تھا' وہ ایک سفید صحن میں بنا بلیک باکس سا تھا جس کے گرد لوگ گھوم کے طواف کر رہے ہوتے تھے۔ گیٹ والی بات اسے کبھی سمجھ میں نہ آئی۔

حتیٰ کہ جب اس نے خود زندگی کا پہلا عمرہ کیا۔

چار سال قبل ماں' اور معید کے ساتھ۔

وہ اس کا ماں کے ساتھ پہلا اور آخری عمرہ تھا۔ ان دنوں ماہی کا تازہ تازہ مس کیرج ہوا تھا۔ اور ماہی اس کا قصور وار دوہا کے ائیر پورٹ کو ٹھہراتی تھی جس میں اس کا سرخ والٹ کھو گیا تھا اور اس نے اسی مہربان اجنبی سے مدد لی تھی۔ ماہی کا کہنا تھا کہ یہ اسٹریس کی وجہ سے ہوا۔ اس کے کچھ دن بعد وہ لوگ عمرے پہ آئے تھے۔ ماہی کینیڈا میں تھی اور ماں ان دنوں اس کے لیے بہت پریشان رہتی تھیں۔ اس عمرے میں اسے پہلی دفعہ کعبہ کا نقشہ سمجھ میں آیا۔ ایسا کہ پھر بھولا ہی نہیں۔

شادی کے بعد زیاد کے ساتھ جدہ آنے سے اب تک' زیاد عمرہ کرنے پہ راضی نہ ہوا تھا۔ وہ جتنا کہتا کہ اس کا بہت دل ہے کہ وہ دونوں ایک ساتھ عمرہ کریں' وہ وقت نہیں نکالتا تھا۔ استنبول جانے سے پہلے اس نے بہت چاہا کہ وہ اور رامین ہی عمرہ کر آئیں لیکن پلان ہی نہ بن سکا۔

البتہ اب زیاد اس کی کسی مجبوری کا حصہ نہ تھا۔ اور اسے اپنی ماں کا عمرہ بھی کرنا تھا۔ یہ وہ تحفے تھے جو وہ ان کو بھیج سکتی تھی۔

اس صبح وہ فجر کے بعد حرم آئی تھی۔ حرم شریف ویسا ہی تھا جیسا چند برس پہلے تھا۔ شاید کچھ بدلا تھا۔ شاید نہیں۔ گزشتہ دفعہ وہ بہت مصروف تھی۔ اوشن کو ریموٹلی مانیٹر کرنا ساتھ ساتھ جاری تھا۔ اس دفعہ اس کے پاس وقت

ہی وقت تھا۔عمرہ کرنا اتنا طویل اور مشکل عمل نہیں ہے جتنا سمجھا جاتا ہے۔طواف آسان تھا۔سعی قدرے پر مشقت۔البتہ دس ہزار قدم سے کم میں ایک عمرہ آرام سے ہو جاتا ہے۔

اس نے اپنے لیے کوئی دعا نہیں مانگی تھی۔صرف ماں کے لیے مانگا' جو بھی مانگا۔پھر فارغ ہو کے باہر آ گئی۔جبل عمر سے کافی لی' اور اب وہ ان سیڑھیوں کے دہانے پہ کھڑی' حرم کے عالیشان ابواب کو دیکھ رہی تھی۔

کیا وہ واپس جدہ چلی جائے؟

یا اپنے لیے حرم میں جا کے دعا مانگے؟

وہ کچھ دیر وہیں کھڑی رہی۔پھر کافی کا ٹھنڈا کپ لیے سیڑھیاں اترنے لگی۔

تبھی کوئی پیچھے سے تیزی سے آتا اس کے قریب سے گزرا' ایسے کہ اس کے کندھے کو ہلکی سی ٹکر لگی۔مالا نے چونک کے دیکھا۔وہ ایک سبز یونیفارم میں ملبوس خاکروب تھا۔ٹکرا کے وہ رکا نہیں۔تیزی سے سیڑھیاں اترتا گیا۔وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔اس نے سر پہ کیپ پہن رکھی تھی۔لیکن اس کے ابرو ناخوشی سے بھنچ گئے۔کہنی سہلا کے سر جھٹکا۔یہ حرم شریف کی حدود تھی۔یہاں انسانوں سے لے کر چیونٹیوں تک کو امان حاصل تھی۔یہاں کسی کا دل نہیں دکھایا جاتا۔یہاں کسی کو ٹوکا نہیں جاتا۔وہ نظر انداز کر کے زینے اترنے لگی۔

حرم کی حدود میں سبز' نیلے' میرون' یونیفارمز میں مختلف ورکرز کام کر رہے ہوتے تھے۔سب سے نچلے طبقے کی نوکری بنگالی اور پاکستانی کرتے تھے۔اعلیٰ عہدوں پہ صرف عرب فائز ہوتے تھے۔

وہ کنگ فہد گیٹ کی طرف جا رہی تھی' کہ اسے اپنے لیے ایک دعا مانگنی تھی۔تب ہی راستے میں ایک جوڑے نے اسے روکا۔

"آپ پاکستانی ہیں؟" ایک پریشان شکل بنائے عورت اور ساتھ مرد۔مالا نے گہری سانس لے کر انہیں دیکھا۔

"جی۔اور یقیناً آپ کا والٹ کھو گیا ہے' جس میں آپ کے سارے پیسے اور پاسپورٹ تھے؟" اس نے ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنا کے آنکھیں چھوٹی کر کے انہیں دیکھا۔

"جج... جی... ہمیں...."

"حرم میں ایک lost and found کا سیکشن ہے جہاں کھوئی ہوئی چیزیں مل جاتی ہیں۔آپ جا کر کسی شرطی (پولیس مین) سے بات کریں۔نہیں تو میں کسی کو بلاؤں؟" وہ کہہ کے آگے بڑھ گئی۔جانتی تھی ان پہ اثر نہیں ہوگا۔یہ اس کو آج صبح سے ملنے والا تیسرا جوڑا تھا۔

حرم کی حدود میں پاکستانی اسکامرز بھرے پڑے تھے جو کعبہ کے اتنے قریب ہو کے بھی دیگر پاکستانیوں کو لوٹنے سے باز نہیں آتے تھے۔ بہت سے لوگ ان کو پیسے دے دیتے۔ بہت سے ان کو جھاڑ پلاتے۔ ان کا ایک ہی حل تھا۔ ان کو شرطی کے حوالے کرنا۔ شرطی کو دیکھتے ہی وہ بھاگ جاتے۔

وہ اب باب الملک فہد (۷۹) کے سامنے کھڑی تھی۔ مسکرا کے چہرہ اٹھا کے اس عالیشان سے گیٹ کو دیکھا۔ بے اختیار ماں یاد آئی تھیں۔

خانہ کعبہ ایسا نہیں ہے کہ سڑک سے نظر آ جائے۔ اس تک جانے کے لیے ایک اونچی چار دیواری بنی ہے۔ اس چار دیواری میں چند دروازے ہیں جن سے گزر کے خانہ کعبہ تک پہنچا جاتا ہے۔ ان دروازوں کے اوپر اونچے مینار بنے ہیں۔

اس گیٹ میں تین دروازے تھے۔ انہیں عبور کرو تو چھت سے ڈھکا مسجد کا ہال شروع ہو جاتا تھا۔

اس طویل ہال کے آگے زینے جو نیچے اس سفید صحن تک لے جاتے تھے جو کعبہ کا صحن تھا اور جسے سب پہچانتے ہیں۔ اس کو مطاف کہتے ہیں۔ لیکن کعبہ اس صحن تک پہنچنے سے پہلے ہی دکھائی دے دیتا ہے۔ کسی ستون کی اوٹ سے ایک دم سے کعبہ نظر آ جاتا ہے۔ پورا نہیں۔ بس کوئی ایک سیاہ کونا جس پہ سنہری دھاگوں کا کام ہوتا ہے۔

وہ ایک نظر.....وہ ایک پہلی نظر سب سے قیمتی ہوتی ہے۔ اس ایک نظر کی تیاری پہلے سے کی جانی چاہیے۔ اس ایک نظر میں جو مانگا جائے وہ ملتا ہے۔ چاہے دنیا مانگو' چاہے آخرت۔ چاہے دونوں۔

صبح جب وہ اندر داخل ہوئی تھی تو اس نے اپنی ماں کے لیے دعا مانگی تھی۔

لیکن اسے خود کیا چاہیے تھا؟

وہ ابھی تک باب الملک فہد کے پار کھڑی تھی۔

اس اونچے سنہری سفید دروازے کے باہر کھڑے کشمالہ مبین نے دل پہ ہاتھ رکھ کے سوچا۔

کیا اسے سچ کی پیروی کرنے سے خوف آتا تھا؟

کیا اسے آزادی چاہیے تھی؟

ہاں۔ اسے اس ملک سے آزادی چاہیے تھی۔ اور اسے سچ کی پیروی کرنی تھی۔

وہ ننگے پیر چلتی اندر داخل ہوئی۔ ہر قدم پہ دل دھڑک رہا تھا۔ ابھی کہیں کسی کونے سے کعبہ کی جھلک نظر آ جائے گی۔ بس وہ لمحہ ضائع نہیں کرنا۔ کیونکہ اکثر لوگ وہ لمحہ ضائع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ ابھی تک ٹی وی پہ کعبہ کو دیکھتے

www.facebook.com/nemrahahmed.official

آئے ہوتے ہیں۔انہوں نے حقیقت میں اسے نہیں دیکھا ہوتا تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک چوکور سیاہ عمارت ہے۔ ہاں ٹھیک ہے۔ بہت خوبصورت ہے۔لیکن ایک عمارت ہی ہے'اور سارا مسئلہ یہی ہے کہ وہ کیمرے کی آنکھ سے اس عمارت کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔نظر اور کعبہ کے درمیان کیمرے کا شیشہ آجاتا ہے اور اس شے کا راستہ رک جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ازل سے ابد تک کے لیے خانہ کعبہ میں رکھ دی ہے۔

محبت۔

اور یوں بہت سے لوگ جو کعبہ کے سامنے پہنچتے ہیں' جب وہ پہلی نظر اٹھا کے اسے دیکھتے ہیں'تو وہ مبہوت رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ بچپن سے وہ ٹی وی اور انٹرنیٹ پہ کعبہ کو دیکھتے آئے ہیں۔لیکن جب وہ اسے حقیقت میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ...

یہ وہ نہیں ہے جسے وہ دیکھتے آئے تھے۔ یہ تو کچھ اور ہے۔

خوبصورت۔ایک بہت عالیشان اور خوبصورت گھر جس میں اللہ نے ایسی محبت اور کشش رکھی ہے کہ اس سے نگاہ نہیں ہٹتی۔

اور لوگ دم سادھے وہیں کھڑے رہ جاتے ہیں۔ بالکل دم بخود۔

کیونکہ وہ کعبہ آئے تھے دعائیں قبول کروانے۔بخشش کروانے۔عمرے اور حج کے نفل اور فرض پورے کرنے۔

وہ محبت کے لیے تیار نہیں ہوتے۔وہ اس خوبصورتی کے لیے تیار نہیں ہوتے جو اس گھر کو چاروں طرف سے لپیٹے ہوئے ہے۔وہ اپنا سوچ کے آئے تھے۔عبادت کریں گے۔نمازیں پڑھیں گے۔دعائیں مانگیں گے۔لیکن اس سیاہ گھر کی خوبصورتی ان کو جکڑ لیتی ہے۔

کعبہ پر ڈالی جانے والی ہر نظر کا ثواب ہے۔اور جب نظر اس سیاہ غلاف پہ ٹکتی ہے تو انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ساری زندگی اس ایک گھر کے گرد گھوم رہی تھی۔ یہ وہ مدار تھا جس کی طرف اس کو واپس آنا تھا۔وہ تمام عمر اس ایک گھر کی طرف سفر کرتے ہوئے بھٹک رہا تھا۔

اور جب وہ گھر سامنے آتا ہے تو انسان کو اس سے پہلی نظر میں محبت ہو جاتی ہے۔پھر وہاں سے جانے کا دل نہیں چاہتا۔پہلی دفعہ جانے والے سوچتے ہیں کہ ایک فرض یا نفل ہی ہے۔اسے مکمل کر کے وہ واپس آجائیں گے۔لیکن وہ اس محبت کو تب تک نہیں سمجھ سکتے جب تک وہ اس گھر کو دیکھ نہ لیں۔

حرم شریف میں پہنچ کر....انہیں اس گھر سے ایسی محبت ہو جاتی ہے کہ واپس آ کے وہ ایک ہی دعا مانگتے رہتے

ہیں۔ کہ اللہ انہیں پھر سے بلا لے۔ انہیں واپس آنا ہوتا ہے۔ بار بار آنا ہوتا ہے۔ نیک ہو یا بد' دیندار ہو یا گناہگار' اللہ کے سارے بندوں کو اس گھر سے محبت پہلی نظر میں ہو جاتی ہے۔ وہ واپس جا کے اپنے اعمال درست کریں یا نہ کریں' وہ محبت ختم نہیں ہوتی۔

وہ نیچے مطاف میں ایک ستون کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔ یاسیت سے اس سیاہ غلاف سے لپٹے گھر کو دیکھا۔ ایک ہاتھ سینے پہ رکھ لیا۔ اسے کیا مانگنا تھا؟ آزادی؟ سچ کی پیروی؟ ہاں۔ اسے یہی مانگنا چاہیے۔ اسے پاکستان واپس جانا تھا۔ سارے الفاظ تیار تھے۔ سفید اسکارف پہنے لڑکی نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

"مجھے زیاد سلطان کی حقیقت دیکھنی ہے۔"

جو الفاظ ہونٹوں سے نکلے' یہ وہ نہیں تھے جو کشمالہ نے سوچے تھے۔ وہ کچھ اور مانگنا چاہتی تھی۔ آزادی۔ اس ملک سے نکلنا۔ اسے زیاد سلطان کی حقیقت نہیں دیکھنی تھی۔ مزید نہیں۔ پہلے جو دیکھ لیا وہی بہت تھا۔ دور اندر وہ جانتی تھی کہ وہ اس تکلیف سے نہیں گزر سکتی۔

لیکن ہونٹوں نے ساتھ نہیں تھا۔ الفاظ نے اپنی مرضی سے بغاوت کر دی۔

"مجھے زیاد سلطان کا اصل چہرہ دیکھنا ہے۔"

اس نے خود کو زیرِ لب بڑبڑاتے سنا۔ آج جسم نے پھر سے دماغ سے بغاوت کر دی تھی۔ وہ کتنی ہی دیر گم صم سی وہیں کھڑی رہ گئی۔ اس کا جسم کیوں چاہتا تھا زیاد کا اصل چہرہ دیکھنا؟ اس کا دماغ ایک نئے صدمے کا متحمل نہ تھا۔ پھر کیوں؟

اس کی کہنی سے پھر سے کچھ ٹکرایا۔ مالا نے چونک کے دیکھا۔ ایک سبز لباس والا خاکروب' سر جھکائے فرش پہ موپ لگا رہا تھا۔ کیا یہ وہی تھا؟ اس کے ابرو ناگواری سے تن گئے۔ سر جھٹکا اور واپس اپنی توجہ اس سیاہ گھر کی طرف مبذول کر دی۔

وہ سیاہ گھر اپنے پورے جلال کے ساتھ صدیوں سے وہیں کھڑا تھا۔ آپ ہمیشہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کے دعا نہیں مانگتے۔ کبھی کبھی آپ اسے بس دیکھتے جاتے ہیں۔ وہ اتنا خوبصورت' اتنا شان و شوکت والا ہے کہ آپ کا دل چاہتا ہے کہ ساری دنیا تھم جائے اور آپ وہیں کسی ستون سے سر ٹکائے اس ایک گھر کو دیکھتے جائیں۔ یہ وہ گھر تھا جہاں پہنچ کے سارے غم ختم ہو جاتے تھے۔ ساری پریشانیاں بے معنی ہو جاتی تھیں۔ اس گھر میں ہر ایک کو پناہ ملتی تھی۔ سب کفن جیسا لباس پہن کے سر جھکائے یہاں آتے تھے۔ کیا امیر اور کیا غریب۔ کیا نیک اور کیا گناہگار۔

اس نے پھر سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اسے اب اپنے بہن بھائی کے لیے دعا مانگنی تھی۔ تبھی کچھ پھر سے ٹکرایا۔ وہ تیورا کے گھومی۔

وہی سبز لباس والا خاکروب اس کے ساتھ سے گزر کے تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اس نے ضبط کا گھونٹ بھرا۔ وہ ان پاکستانیوں میں سے نہ تھی جو حرم شریف پہنچ کے پولیس والوں اور اسٹاف سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ صبر اور امن کی جگہ تھی۔ وہ اس کو ٹوکنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن یہ تیسری دفعہ تھا۔ وہ خفگی سے کچھ کہنے لگی۔ پھر رک گئی۔

اس کی نظریں اس کے موپ پکڑے ہاتھوں پہ ٹھہر گئیں۔

وہ ہاتھ... کشمالہ مبین کا سانس رک گیا۔

"سنو...." اور پھر ایک دم وہ اس کے پیچھے بھاگی۔ وہاں ہجوم تھا۔ حاجی آ جا رہے تھے۔ وہ ان کے درمیان چلتا تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر وہ ہجوم میں نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

وہ بھاگتے قدموں سے اس کے پیچھے لپکی۔ کسی سے ٹکرائی۔ کسی سے معذرت کی۔ یہاں تک کہ وہ آبِ زم زم کے کولرز کے پاس نظر آیا۔

وہ سر جھکائے جھک کے کپ میں آبِ زم ڈال ڈال رہا تھا۔ وہ بنا پلک جھپکے کسی ٹرانس میں چلتی ہوئی اس تک آئی۔ اس کی نظریں اس خاکروب کے بوڑھے ہاتھوں پہ جمی تھیں جس سے وہ گلاس اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ ابھی تک اس کا چہرہ نہیں دیکھ پائی تھی لیکن وہ ان ہاتھوں کو پہچانتی تھی۔

وہ ان میں پہنی سبز نگینے والی انگوٹھی کو پہچانتی تھی۔

"آصف؟" خشک حلق سے اس نے آواز دی۔

بوڑھے جن نے چہرہ اس کی طرف موڑا تو اس کے جھریوں زدہ چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کیف کی عمارت پہ اس صبح سوگوار سی خاموشی چھائی تھی۔ حتیٰ کہ شبنم کی توانائی بھی آج کم تھی۔ وہ گاہے بگاہے فکرمندی سے ماہر کے آفس کے بند دروازے کو دیکھتی تھی۔ پھر آس پاس کام کرتے ورکرز کو۔ ماہر گرفتاری کے بعد پہلی دفعہ آفس آیا تھا اور تب سے ماحول ایسا ہی تھا۔ عجیب غیر یقینی اور عدم تحفظ کی فضا قائم تھی۔

"تم گرفتار کیسے ہو سکتے تھے، ماہر؟" آفس کے اندر زارا دیوار سے لگے کاؤچ پہ بیٹھی تھی۔ چہرے پہ بے بسی بھرا

غصہ بھی تھا' اور ناگواری بھی۔ لمبے بال شانوں پہ سیٹ تھے اور آنکھوں میں شدید خفگی تھی۔

"ماہر اپنی مرضی سے گرفتار نہیں ہوا۔" بیربل بے زار سا ہوا۔ وہ کاؤچ کے دوسرے سرے پہ بیٹھا تھا۔

اور خاموش سا ماہر ان کے سامنے اپنی پاور چیئر پہ۔ آج اس کا کمپیوٹر' ٹیبلیٹ' سب آف تھا۔ ساری اسکرینز بجھی تھیں۔ کوٹ اور ٹائی پہنے وہ بظاہر ایک نئے دن کے لیے تیار تھا لیکن وہ کام نہیں کر سکا تھا۔

"ہم نے ابھی ابھی نیا پروجیکٹ شروع کیا ہے۔ ہمارے انویسٹرز ایک ہفتے میں بھاگ جائیں گے۔ اوپر سے کسی نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ میں ویک اینڈ پہ دوست کی شادی کے لیے انقرہ تک گئی تھی۔ کال تو کر سکتے تھے تم لوگ۔"

"سوری ہم بھول گئے تھے کہ تم ایک وکیل بھی ہو۔" بیربل سے رہا نہ گیا۔ زارا نے بگڑ کے اسے دیکھا۔

"وکیل نہیں ہوں' لیکن کم از کم ماہر کے ساتھ تو ہوتی۔"

"اور کیا کر لیتیں تم؟"

"زارا...." وہ بالآخر نرمی سے کھنکھارا۔ دونوں بے اختیار اس کو دیکھنے لگے۔

"تم اس وقت میری اتنی مدد کر سکتی ہو کہ کیف کو سنبھالے رکھو۔ اور انویسٹرز سے رابطے میں رہو۔ یہ ایک جھوٹا کیس ہے جو جلد اپنی موت مر جائے گا۔"

زارا نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں' ماہر۔ تم ایک دفعہ پھر قید میں چلے جاؤ گے۔ میں ایک دفعہ پھر اس اذیت سے نہیں گزروں گی۔"

وہ جیسے فیصلہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بیربل نے چونک کے اسے دیکھا۔

"تم....."

"مجھے گزشتہ ہفتے بابا کے ساتھ لندن واپس جانا تھا۔ میں نے آخری لمحے اپنا پلان بدل دیا۔ میں تمہارے ساتھ اس پروجیکٹ کو آخر تک پہنچانا چاہتی تھی۔ لیکن میں غلط تھی۔" وہ آنکھوں میں کرچیاں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ "تم ہر دفعہ یہی کرو گے۔ تم خود کو کسی قید میں ڈال دو گے' اور مجھ سے یہ توقع کرو گے کہ میں باہر رہ کے تمہاری کاروباری پوزیشن کو برقرار رکھوں۔ نہیں ماہر۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں پھر سے اس اذیت سے نہیں گزر سکتی۔"

"تم اس حالت میں کیف کو چھوڑ کے جا رہی ہو جب اسے تمہاری واقعی ضرورت ہے؟" بیربل کی آنکھیں حیرت سے پوری کھل گئیں۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"بابا درست کہتے ہیں۔ یہ سب بے معنی ہے۔ میں پھر سے وہی ٹراما...نہیں۔" اس نے جھرجھری لے کر سر جھٹکا اور تیز قدموں سے چلتی باہر نکل گئی۔

اپنے آفس میں آتے ہی اس نے موبائل اسکرین کو انگوٹھے سے زور سے دباتے ہوئے ایک کال ملائی۔

"سوری بابا....." وہ بھیگی آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔ "میں یہ مزید نہیں کر سکتی۔ میں واپس آ جاؤں گی۔ میں ماہر کے ساتھ کئی برس کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن میں ایک دفعہ پھر وہ سب ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔" اس کی آنکھوں سے آنسو پھسل رہے تھے۔ اسے سب یاد تھا۔

"گڈ۔" مالک فرید نے ایک لفظ کہہ کے فون رکھ دیا۔

"تم اسے روکو گے نہیں؟ اس وقت تمہیں اس کی ضرورت ہے' ماہر۔" اندر آفس میں بیربل پریشانی سے اس کی طرف گھوما۔ وہ اپنی سیٹ پہ ٹیک لگائے' خاموش چہرہ لیے بیٹھا تھا۔ اس بات پہ ہلکے سے شانے اچکائے۔

"میں کسی کے پیچھے نہیں جاتا۔"

"اس وقت تمہیں زارا....."

"جو مجھ سے تعلق نہیں رکھنا چاہتا' میں اس کے پیچھے بھاگ کے خود کو اپنی نظروں میں بے توقیر نہیں کر سکتا۔ ایسے تو ایسے سہی۔"

کچھ حوصلہ شکن سا تھا اس کے انداز میں۔ کچھ زخمی سا۔

بیربل نے تھوک نگلا۔

"شاید ... مالا تم سے کچھ عرصہ دور رہنا چاہتی ہو تاکہ ... تاکہ تم کسی مصیبت میں نہ پڑو۔" گلٹ کا کانٹا سینے میں چبھنے لگا۔ وہ اسے دوبارہ کسی قید میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ زارا کی طرح اسے سب یاد تھا۔

"ایسے تو ایسے سہی۔" وہ کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"ماہر...." اس کے سینے میں پیوست ہوتے کانٹے کی جڑیں مضبوط تھیں۔ اس نے الفاظ جوڑنے چاہے۔

"میں تمہیں کچھ بتانا....."

دروازہ ہلکی سی دستک سے کھلا اور سوزی کے مسکراتے چہرے نے اندر جھانکا۔

"صبح بخیر۔" وہ بیگ اور فائلز لیے اندر داخل ہوئی۔ بیربل فرید کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"آ گیا مالٹے کا وٹامن...." اس کی بڑبڑاہٹ اتنی اونچی تھی کہ کمرے میں رکھے ہر مرجھائے ہوئے پودے تک

نے سن لیا۔

سوزین پہ اثر نہیں ہوا۔ کندھوں تک آتے بالوں پہ ہیئر بینڈ لگائے' چھوٹے سیاہ کوٹ اور ہائی ویسٹ پینٹ والا سوٹ پہنے' وہ مسکراتی ہوئی آگے آئی اور بیربل کو مخاطب کیا۔

"مجھے اپنے کلائنٹ سے بات کرنی ہے۔" جتاتے ہوئے انداز میں کھلے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"شیور۔" بیربل تابعداری سے اٹھا۔ دروازے تک گیا۔ اسے بند کیا۔ اور واپس اپنی جگہ پہ آ کے بیٹھا۔

"کریں بات۔" ٹانگ پہ ٹانگ جما کے اطمینان سے سوزی کو دیکھا۔ اس کی پیشانی پہ بل پڑ گئے۔ شکایتی نظروں سے ماہر کو دیکھا جو ابھی تک کھڑکی میں رکھے پودے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر واپس اسے۔

"وکیل اور کلائنٹ کی confidentiality (راز داری) بھی کوئی چیز ہوتی ہے' بیربل بے۔"

"اور وہ چیز مالک بے کو رپورٹس دیتے ہوئے قبر میں چلی جاتی ہے۔" ڈھٹائی سے مسکرایا۔

"ماہر بے۔" سوزی نے شاکی لہجے میں اسے پکارا۔

ماہر نے باری باری دونوں کو دیکھا' پھر اسی لاتعلقی سے شانے اچکا دیے۔

"ہم اپنی فیملی خود choose نہیں کرتے' سوزی۔ بیٹھو۔ اور پوچھو کیا پوچھنا ہے۔" وہ کف کے بٹن کھولتے ہوئے آستین پیچھے موڑنے لگا۔ سوزی نے ایک کینہ توز نظر بیربل پہ ڈالی جو اسی ڈھٹائی سے وہاں جما تھا۔ پھر ماہر کے سامنے والی کرسی کھینچی اور فائلز میز پہ رکھیں۔

"پراسیکیوٹر آپ کے Psychiatric وارڈ میں ایڈمٹ رہنے کی ہسٹری کو آپ کے خلاف استعمال کرے گی۔"

"وہ پوچھو جو تم پوچھنا چاہتی ہو۔" وہ ٹیک لگائے' سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"کیا آپ واقعی ذہنی مریض تھے؟"

"آپ کو ابھی شک ہے؟" بیربل بڑبڑایا۔ لیکن دونوں میں سے کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔

"نہیں۔ میں صرف بیمار تھا۔ ایک غلط فہمی کی بنا پہ کچھ عرصہ ایک Psychiatric وارڈ میں داخل رہا۔ لیکن پھر مجھے ڈاکٹرز نے فٹ قرار دے کر وہاں سے خارج کر دیا تھا۔"

"ڈاکٹرز بھی ترکی کے ججوں کی طرح رشوت لیتے ہوں گے۔" اس کی بڑبڑاہٹیں ختم نہیں ہو رہی تھیں۔

"آپ کو آفس کے لوگ سائیکو پیتھ و ڈالرز کیوں کہتے ہیں؟ ان میں کس نے مشہور کیا کہ آپ ایک سائیکو پیتھ

ہیں؟"

"میں نے خود۔ میرے پاس اس کی وجوہات تھیں۔"

سوزی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتی' بیربل کی زبان پہ کھجلی ہوئی۔

"مالک تمہیں اس کام کے بدلے میں کیا دے رہا ہے؟"

سوزی نے ضبط سے گہری سانس لی اور گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

"مالک بے ایک مہربان انسان ہیں جو...."

"مالک کو مہربان کے اسپیلنگ بھی نہیں آتے ہوں گے۔" بیربل نے ناک سے مکھی اڑائی۔ لیکن اس نے بات جاری رکھی۔

"جو چاہتے ہیں کہ ماہر جلد از جلد رہا ہو جائے اور...."

"مالک ایسا نہیں چاہتا۔" ماہر نے جس تیزی سے کہا' وہ دونوں چونک کے اسے دیکھنے لگے۔

"کیا مطلب؟"

"مالک چاہتا ہے کہ ابھی میں کچھ عرصہ اس کیس میں پھنسا رہوں تا کہ میری انا کو کچھ اسباق مل سکیں۔" وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"آپ کیسے...." وہ اپنی حیرت پہ قابو نہیں رکھ سکی۔

"میں مالک کو بہت اچھے سے جانتا ہوں۔" وہ زخمی سا مسکرایا۔

"نہیں۔ آئی ایم شیور وہ ایسا نہیں چاہتے ہوں گے۔ آپ کو ان پہ بھروسہ کرنا چاہیے۔" وہ بدقت مسکرائی۔

"میں مالک پہ بھروسہ نہیں کرتا۔"

"ایک زمانے میں آپ کرتے تھے۔ آپ نے Psychiatric وارڈ میں داخل ہونے سے قبل اپنا پاور آف اٹارنی مالک فرید کو منتقل کر دیا تھا۔"

"وہ زمانہ بیتے صدیاں گزر گئیں' اوکات حانم۔"

آفس میں ایک سوگوار سی خاموشی چھا گئی۔ پھر سوزی نے ایک فائل کھولی اور ایک صفحہ سامنے کیا۔

"کیا آپ نے واقعی اپنی سیکرٹری سبرینہ پہ قاتلانہ حملہ کیا تھا؟"

"کیا تھا۔" اس نے سر کو خم دیا۔ بیربل کے چہرے پہ سایہ سا گزرا۔ وہ دھیرے سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

گیا۔

" کیوں؟" وہ الجھن سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ماہر نے جیب سے ایک لائٹر نکالا اور سامنے رکھی موم بتی کا جار قریب کھسکایا۔ سوزین اس کے ہاتھوں کی حرکت دیکھ رہی تھی۔ اس نے جار کا ڈھکن اٹھایا اور لائٹر سلگایا۔

"تم نے کبھی اس وقت کے بارے میں سنا ہے جو آ کے گزر جاتا ہے لیکن جس پہ گزرتا ہے' اس کی یادداشت میں رقم نہیں ہوتا؟" وہ لائٹر کے شعلے سے موم بتی کے سیاہ دھاگے کو سلگا رہا تھا۔

"Missing time?"

"ہاں... مسنگ ٹائم... ایک بلیک آؤٹ سا جو سارے پہ چھا جاتا ہے...."

دھاگے نے آگ پکڑ لی تھی۔ سنہری شعلے نے پل بھر کے لیے سارے کو منور کر دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"چار سال قبل...."

"میں تم سے زیادہ کسی پر اعتبار نہیں کرتا' مالک۔"

وہ اس کے گھر کی دوسری منزل پہ بنے لونگ روم کا منظر تھا۔ کھڑکی کے سامنے دو ونگ چیئرز رکھی تھیں۔ یہاں بیٹھنے والے کو باہر کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں وہ ہلال سے پہلی دفعہ ملا تھا۔

آج اس کے ملاقاتی عبدالمالک فرید تھے۔

دونوں کے درمیان ایک چھوٹی میز پہ ایک فائل کھلی تھی۔ اور وہ قلم ہاتھ میں لیے آگے کو ہو کے بیٹھا بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"میں تم سے زیادہ کسی پر اعتبار نہیں کرتا' مالک۔" اس کے لہجے میں منت تھی۔ "یہ تمہیں میرے لیے کرنا ہے۔"

مالک فرید ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھے تھے۔ سفید' سلور بال جیل سے جمے تھے اور روبوٹ جیسا چہرہ سپاٹ تھا۔

"لیکن کیوں؟"

"میں کچھ ہفتے کے لیے یہاں سے دور جانا چاہتا ہوں۔ میں خود کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"نان سینس۔" انہوں نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔ "اس بیوقوفانہ حرکت کی وجہ کچھ اور ہے۔"

ماہر نے خشک لبوں پہ زبان پھیری۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی اور لباس ملگجا سا تھا۔ آنکھوں تلے حلقے گہرے تھے اور جسم ہر گزرتے دن سکڑتا جا رہا تھا۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں۔ میرا دماغ الجھا ہوا ہے۔ مجھے کچھ....(اس نے جیسے لفظ تلاش کیے) کچھ مینٹل ایشوز ہیں۔"

"کیسے ایشوز؟"

وہ چند لمحے اسے دیکھے گیا۔ کیا یہ دن بھی آنا تھا کہ اپنا سچ بتانے سے قبل اسے یہ معلوم تھا کہ کوئی اس پہ یقین نہیں کرے گا؟"

"کچھ ... ڈپریشن اور anxiety...."

"تھیراپی میں جاؤ۔ ٹھیک ہو جاؤ گے۔" ایک نظر ان کاغذوں کو دیکھا۔ "یہ سب چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تھیراپی ہی شروع کرنے لگا ہوں۔ اور یہ سب چھوڑ نہیں رہا۔ وقتی طور پہ تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔ یہ میری امانت ہے۔ یہ سب میرے باپ نے تعمیر کیا ہے۔ صرف تم اس امانت کو سنبھال سکتے ہو' مالک۔ تمہیں کبھی میرے باپ کی دولت کا لالچ نہیں تھا۔ انہوں نے جو مقام تمہیں دیا' تم اس سے زیادہ نہیں چاہتے تھے۔ تم ہمیشہ سے مجھے ہی سی ای او دیکھنا چاہتے تھے۔ میں واپس آؤں گا۔ بس کچھ عرصہ تمہیں ایکٹنگ سی ای او کے طور پہ کام کرنا ہوگا۔"

اس نے قلم پھر سے مالک کی طرف بڑھایا۔ مالک فرید نے ناخوشی سے اسے دیکھتے ہوئے قلم تھام لیا۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں مالک کہ کچھ عرصہ تم میرا اعتبار کرو۔ کچھ بھی ہو جائے' تم مجھ پہ اعتبار کرنا نہیں چھوڑو گے۔ اور تم کبھی بھی شمس اور میری ماں کے ہاتھوں ایکسپلائیٹ نہیں ہو گے۔" وہ انگلی اٹھا کے تنبیہہ کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔

مالک فرید نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اب وہ جھک کے کاغذ پہ سائن کر رہے تھے۔

باہر کھڑکی سے پھیلی رات میں گھروں کی روشن چھتیں اور اکا دکا بتیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

ساری دنیا جیسے سو گئی تھی۔

ایک تاریکی سی سارے منظر پہ چھانے لگی.....

اس تاریکی کے چھٹتے ہی ایک نئے دن کا منظر طلوع ہوا۔ وہ دیوار گیر کھڑکیوں اور پتھروں سے بنی اونچی چھت

والی عمارت کے ہال میں بیٹھا تھا۔ آج وہاں رش نہ تھا۔ نہ لوگ۔ نہ عینک والا لڑکا۔ سبر ینہ اور وہ دوزانو ہو کے قالین پہ بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے شیخ بھی انہی کے انداز میں براجمان تھے۔ ان کے ہاتھ میں کاغذات کا ایک ہینڈ آؤٹ تھا جو وہ اس کی طرف بڑھائے ہوئے تھے۔ ماہر نے پہلے الجھن سے سبر ینہ کو دیکھا۔ اونچی پونی بنائے سیاہ آنکھوں والی لڑکی نے سر کو اثبات میں خم دیا۔

"یہ کیا ہے؟" ماہر نے تامل سے اسے تھام لیا۔

"جو میں نے ابھی بتایا ہے۔" انہوں نے دہرایا۔ "یہ رقیہ شرعیہ ہے۔ قرآن کی مخصوص آیات کا مجموعہ جس کو جادو اور ایسے مسائل کے لیے پڑھنے کی تاکید اللہ کے رسولؐ نے فرمائی ہے۔"

اس نے سر جھکا کے کاغذ دیکھے۔ وہ سورۃ فاتحہ سے شروع ہو کے والناس تک جاتے تھے۔ پھر چہرہ اٹھایا تو وہی الجھن برقرار تھی۔

"اور آخر میں چند مسنون دعائیں ہیں۔ پھر جادو کے مریضوں کے لیے غسل کا مسنون طریقہ ہے جو بیری کے پتوں سے کیا جاتا ہے۔ یہ تمام اعمال آپ کو کرنے ہیں۔"

"مجھے؟" اس نے کاغذ رکھ دیے۔ ایک دم دل جیسے بےزار ہو گیا تھا۔

"آپ کیا توقع کر رہے تھے؟"

ماہر نے ایک شکایتی نظر سبر ینہ پہ ڈالی اور پھر شیخ کو دیکھا جو تحمل سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"آپ کو میرا علاج کرنا تھا۔ جیسے اس دن آپ کے کچھ.... کچھ پڑھنے سے سب کے اوپر... کچھ ظاہر ہو رہا تھا۔"

"اس کو حاضری کہتے ہیں۔ جب جن مریض کے اوپر ظاہر ہو جاتا ہے۔ حاضری ہو جانا علاج نہیں ہوتا۔ وہ ایک ڈائیگنوسس ہے۔ ہم رقیہ پڑھتے ہیں جس سے مریض کا جن ظاہر ہو جاتا ہے۔ کچھ جنات ہماری بات مان کے مریض کو چھوڑ دیتے ہیں، کچھ نہیں چھوڑتے۔ آپ کا جن اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گا۔"

"لیکن یہ سب "آپ" کو کرنا تھا۔ میں اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ سب کچھ چھوڑ کے۔" اس نے بے چینی سے سبر ینہ کو دیکھا۔ وہ بھی جیسے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ لیکن شیخ سمجھ گئے تھے۔

"ماہر..." انہوں نے نرمی سے پکارا۔ "جادو اور جنات کے علاج دو طریقے سے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ اس میں آپ کو اپنا علاج خود کرنا ہوتا ہے۔ مسلسل پڑھائی۔ جتنی قوت ہے اس سے زیادہ

پڑھائی۔ گناہوں سے اجتناب۔ اور متواتر صدقات۔ اور دوسرا...'' انہوں نے گہری سانس لی۔

"دوسرا؟" وہ منتظر تھا۔

"یہ کہ آپ کسی جادوگر سے رابطہ کریں۔ اس میں آپ کو کچھ نہیں کرنا پڑے گا سوائے پیسہ خرچ کرنے کے۔ اپنی محنت نہیں ہوگی۔ جادوگر آپ کے اوپر عمل کرے گا۔ اور یوں وہ آپ کا جن کسی طرح قابو میں کر لے گا۔ لیکن اس صورت میں آپ اپنے آپ کو اس جادوگر کے حوالے کر دیں گے۔ دم اور تعویذ کے نام پہ بہت سے جادوگر یہی کر رہے ہیں۔ وہ جادو کا علاج ایسے ہی کرتے ہیں۔ آپ جب جادوگر کے پاس جائیں گے تو خود کو اللہ کی پناہ سے نکال دیں گے۔ کیا آپ ایسا چاہتے ہیں؟"

اس نے سر جھکا دیا۔ پھر بے چینی سے وہ کاغذ اٹھائے۔

"یہ سب بہت مشکل ہے۔ میں یہ کیسے کروں گا۔" اس نے سے سبر ینہ کو دیکھا۔ ''مجھے ان تسبیحات کی عادت نہیں ہے۔ کام کرنے والے مرد کے لیے یہ مشکل ہوتا ہے۔"

"جادو کا علاج انسان کو خود کرنا ہوتا ہے۔ میں سارا دن بھی بیٹھ کے یہ رقیہ آپ پر دم کرتا رہوں' تب بھی آپ کو وہ فائدہ نہیں ہوگا جو خود اپنے کرنے سے ہوگا۔ اور اس سب سے پہلے آپ کو اپنے لیے دعا مانگنی ہوگی۔ جادو کو کوئی بھی شے توڑ سکتی ہے۔ کوئی دعا' کوئی نیک عمل... اور ایسے اچانک سے توڑتی ہے کہ نہ کرنے والے کو علم ہوتا ہے اور نہ اس کو جس پہ جادو کیا گیا ہو۔ یہ اللہ کا نظام ہے۔ آپ کے نیک اعمال اکٹھے ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ جادو اور جنات کے راستے میں حائل ہو جاتے ہیں۔"

"مگر میں چاہتا تھا کہ آپ علاج کریں۔" اسے یہ سب پسند نہیں آ رہا تھا۔

وہ مسکرائے۔

''آپ یقیناً جم جاتے ہوں گے۔ جم ٹریز ایکسرسائیز سمجھانے میں آپ کی مدد کر سکتا ہے۔ لیکن کیا وہ آپ کی جگہ ایکسرسائز کرے تو آپ فٹ ہو جائیں گے؟ ڈاکٹر آپ کی جگہ دوا لے تو آپ صحت یاب ہو جائیں گے؟"

"لیکن سرجری تو ڈاکٹر کو خود کرنی پڑتی ہے۔"

"ابھی آپ کی سرجری کی نوبت نہیں آئی۔ وہ شدید حالتوں میں ہوتی ہے جب انسان پہ جن اس قدر حاوی ہو جاتا ہے کہ پھر روحانی معالج کو اس کا علاج کرنا پڑتا ہے۔ اکثر کیسز میں ایسا نہیں ہوتا۔ اگر آپ آج سے یہ اذکار شروع کر دیں گے تو ان شاءاللہ سرجری کی نوبت نہیں آئے گی۔"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اس نے بے دلی سے کاغذ تھام لے۔ پھر ایک شاکی نظر سبرینہ پہ ڈالی۔ وہ قدرے پریشان نظر آ رہی تھی۔

اونچی پتھر کی دیواروں کا سرمئی پن دھیرے دھیرے سیاہ میں بدلتا گیا یہاں تک کہ ہر طرف سیاہی چھا گئی۔ پھر اس میں سے قاسم فرید کا سابقہ آفس نمایاں ہوا جس میں نیم روشنی سی تھی۔ ماہر عام لباس میں موجود تھا۔ خاموشی سے وہ ایک باکس میں چند چیزیں ڈال رہا تھا۔ اس کا چہرہ پہلے سے کمزور اور آنکھوں تلے حلقے گہرے تھے۔ آہٹ کے بعد دروازہ کھلا اور اونچی پونی والی سبرینہ اندر داخل ہوئی۔

"ماہر...." اس نے فکرمندی سے پکارا۔

ماہر نے پلٹ کے اسے دیکھا اور پھر خاموشی سے باکس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ سبرینہ قدم قدم چلتی قریب آئی۔ نگاہیں میز پہ رکھی نیلے دانوں والی تسبیح تک گئیں جو عرصے سے اَن چھوئی رکھی تھی۔

"اتنے دن گزر گئے... آپ نے اذکار نہیں پڑھے؟"

"اگر سب کچھ میں نے ہی کرنا تھا تو تمہارے روحانی معالج کا کیا فائدہ؟" وہ تلخی سے کہتا اب بک شیلف سے چند کتابیں اٹھا رہا تھا۔

"آپ کہیں جا رہے ہیں؟"

"ہاں۔ ویکیشن پہ۔ بیربل کے پاس۔ استنبول۔"

"لیکن آپ کو اپنا علاج کرنا ہے۔ بے شک وہاں جائیں لیکن ویکیشن کو ڈسٹریکشن کے طور پہ استعمال نہ کریں۔ مسئلے سے توجہ نہ ہٹائیں۔"

وہ ابھی تک بک شیلف کے سامنے کھڑا تھا۔ آنکھیں اس میں رکھی کتابوں پہ جمی تھیں۔ اسے غصہ سا آنے لگا۔ جسم گرم ہونے لگا۔ اسے غصہ کیوں آ رہا تھا؟ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ لیکن اسے احساس ہوا کہ اس کا جسم وہاں سے ہلا ہے۔ شاید قدم بھی پیچھے گئے تھے۔ لیکن ذہن وہیں مرکوز تھا۔ نگاہیں مرکوز تھیں۔ وہ صرف بک شیلف کو دیکھ رہا تھا۔ باقی ہر جگہ تاریکی تھی۔ بلیک آؤٹ... کتابیں تاریکی میں ڈوب گئیں...

پھر دھیرے دھیرے بک شیلف کے اردگرد روشنی واپس آنے لگی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کے سامنے کیے۔ اس کے ہاتھوں پہ کرچیاں تھیں۔ خون سے بھرے کٹ لگے تھے۔ وہ بے یقینی سے واپس پلٹا۔

وہ وہیں آفس میں کھڑا تھا جہاں چند منٹ پہلے تک کھڑا تھا لیکن آفس کا حلیہ بگڑ چکا تھا۔ ہر طرف چکنا چور ہوئے شیشے کی کرچیاں تھیں۔ اور بہت سے لوگ بھی۔ چیختے چلاتے لوگ۔ اسے دیکھتے ہوئے وہ کچھ کہہ رہے تھے۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اور ایک کونے میں سبر ینہ بیٹھی تھی۔ گردن پہ ہاتھ رکھے وہ بری طرح کھانس رہی تھی۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور گردن پہ سرخ انگلیوں کے نشان تھے۔

دیوار پہ ایک جگہ خون لگا تھا۔ جیسے کسی نے اس کو گردن سے دبوچ کے اس کا سر دیوار سے مارا ہو۔

ماہر فرید نے بے یقینی سے اس منظر کو دیکھا۔ پھر اپنے ہاتھوں کو۔ پھر اس کو۔ خون۔ کرچیاں۔

ایک ورکر غصے سے اس کو کچھ کہتا فون پہ کال ملا رہا تھا۔ کوئی پولیس کو بلا رہا تھا۔ سبر ینہ کھانستے ہوئے چلا رہی تھی۔ وہ ان کو روک رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اس میں ماہر کا قصور نہیں تھا۔ وہ ایک حادثہ تھا۔ کسی نے اسے کہنی سے تھامنا چاہا لیکن وہ ایک دم باہر نکل گیا۔ اس کا دماغ کسی تاریک سمندر میں غوطے لے رہا تھا.....

وہ ایک سیاہ سڑک تھی جس کے کناروں پہ اونچے زرد لیمپ پوسٹ بنے تھے۔ وہ سڑک کنارے چلتا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں پہ لگے کٹ اب مندمل ہو چکے تھے۔ شاید کچھ دن گزر گئے تھے۔ لیکن وہ دن کہاں گئے۔ اس کو معلوم نہ تھا۔ وہ وہیں سڑک کنارے بیٹھ گیا۔ سر ہاتھوں میں گرا دیا۔ اسے جاگنا تھا۔ یہ کوئی خواب تھا۔ کوئی اس کے ذہن کو سلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے جاگنا تھا.... لیکن ہر طرف اندھیرا چھا رہا تھا....

وہ نیند سے جاگا تو ہر طرف دھوئیں کی مہک تھی۔ چونک کے ہاتھوں کو دیکھا۔ کٹ اب پرانے ہو گئے تھے۔ اتنی جلدی؟ کیسے؟ کتنے دن گزر گئے؟

پھر اس نے چونک کے اطراف میں دیکھا۔ وہ اپنے لان میں بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں سگار تھا اور اس کا دھواں اڑتا جا رہا تھا۔ کوئی کچھ کہہ رہا تھا، اس نے نگاہ اٹھا کے دیکھا۔ اس کی معمر ہاؤس ہیلپ سامنے کھڑی تھی۔ اس کے سر پہ بینڈ تیج لگا تھا اور وہ آنکھوں میں آنسو لیے کہہ رہی تھی۔

"میں مزید آپ کے گھر کام نہیں کر سکتی۔ آپ کو ہیلپ کی ضرورت ہے۔" وہ اس کے گرتے آنسو دیکھ رہا تھا۔ وہ کیوں رو رہی تھی؟ اس نے کیا کیا تھا؟

ہر طرف پھر سے اندھیرا چھانے لگا۔

تیز روشنیوں نے اس اندھیرے کو توڑ دیا۔

وہ آفس کی راہداری کی چھت میں لگی تیز بتیاں تھیں۔

اس کے چہرے پہ غصہ تھا۔ وہ کوٹ کا بٹن بند کرتا تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا۔ ہاتھوں کے کٹ اب مندمل ہو چکے تھے۔ ایسے جیسے وہ تھے ہی نہیں۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وہ غصے میں تھا۔ وہ غصے میں کیوں تھا اسے معلوم نہ تھا۔ وہ یہاں کیوں آیا۔ اس نے یہ لباس کب پہنا۔ وہ تو اپنے لان میں تھا۔ وہ تو سگار پی رہا تھا اور اس کی ہاؤس کیپر کچھ کہہ رہی تھی۔ تب سے اب تک کتنے دن بیت چکے تھے؟

اس نے خود کو کانفرنس ہال کا دروازہ کھولتے دیکھا۔ طویل میز کے گرد بیٹھے افراد ایک دم چونکے۔

"تم یہاں مدعو نہیں ہو ماہر۔" سربراہی کرسی پہ بیٹھے مالک فرید کے چہرے پہ ناگواری در آئی۔

وہ غصے میں میز کے دہانے تک آیا۔ وہ غصے میں کیوں تھا؟ دماغ کو معلوم نہیں تھا۔ لیکن جسم کو معلوم تھا۔

"میں نے تمہیں امانت سونپی تھی۔ امانت۔" وہ میز کے سرے پہ مٹھی رکھے جھکا اور جب بولا تو آواز غصے سے کپکپا رہی تھی۔

"ماہر...."

"اور تم لوگ یہاں بیٹھ کے مجھے ووٹ آؤٹ کر رہے ہو؟ تم لوگ مجھے بورڈ سے بے دخل کر رہے ہو؟" اس کی آنکھوں میں سرخ سی نمی ابھری۔ "واللہ... مالک فرید... امانت کے ساتھ ایسے کرتا ہے کوئی؟"

"بورڈ کو ووٹ کا حق ہے، مسٹر فرید۔" کوئی برہمی سے بولا تھا۔ "اور یہ بات آپ کو کمپنی کو پبلک کرنے سے پہلے سوچنی چاہیے تھی۔"

اس نے کمپنی کو پبلک کرنے سے پہلے کیا سوچا تھا؟ اسے یاد تھا۔ اس نے ایک برس پہلے کمپنی پبلک کی تھی۔ جب اسے ائیر پورٹ والی لڑکی نے آئیڈیا تھا۔ پرانے گھروں کو نیا کر کے بیچنے کا۔

"...اور اب آپ بورڈ کے سامنے جواب دہ ہیں۔"

"یہ میری کمپنی ہے۔ یہ میرے باپ کی کمپنی ہے...." اس نے زور سے مٹھی میز پہ ماری۔ بہت سی پانی کی بوتلیں گر گئیں۔

"ماہر... پلیز...." مالک کی آنکھوں میں تکلیف ابھری۔

"تم لوگ مجھے میرے باپ کی کمپنی سے نہیں نکال سکتے۔"

"آپ میڈیکلی فٹ نہیں ہیں۔ آپ کا رویہ گھر اور آفس میں سب دیکھ چکے ہیں۔ وہ تو شکر ہے آپ کی سیکرٹری نے چارجز پریس نہیں کیے ورنہ...."

بہت سے لوگ ایک ساتھ بول رہے تھے۔ مگر وہ صرف مالک کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر وہ چونکا۔

مالک کے دائیں ہاتھ رابیل بیٹھی تھیں۔ اس کی ماں۔ وہ بھی اسی افسوس سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے واپس

مالک کو دیکھا۔ دماغ میں گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ تم اس عورت اور اس کے شوہر کے ہاتھوں استعمال نہیں ہو گے۔" اس کی آنکھوں میں بے یقینی بھرا دکھ ابھر آیا۔ مالک خاموشی سے اسے دیکھے گئے۔

"تم لوگ اس عورت کو منتخب کرنے کے لیے مجھے بے دخل کر رہے ہو؟"

"ہم آپ کو بے دخل کر چکے ہیں۔ آپ کا اب اس کمپنی سے تعلق نہیں ہے۔ آپ کے آئے دن کے بریک ڈاؤن زاور توڑ پھوڑ سے کمپنی کی ساکھ متاثر ہو رہی ہے۔" وہی ممبر تلخی سے کہہ رہا تھا۔ ''کمپنی کو اپنے کلائنٹس کو برقرار رکھنے کے لیے آپ سے لاتعلقی ظاہر کرنی ہے۔"

"مالک؟" اس نے پھر سے پکارا۔ وہ سب اپنی جگہ بیٹھے تھے اور وہ میز کے دہانے پہ کھڑا تھا۔

"شو آف ہینڈز سے تمام ممبرز بتائیں گے کہ...." ایک ایگزیکٹیو عینک لگائے کاغذ سے پڑھ رہا تھا۔ ''کون کون رابیل شمس الدین کو ایکٹنگ سی ای او منتخب کرنے کے حق میں ہے؟"

ایک ایک کر کے ہاتھ اٹھنے لگے۔ وہ کسی ہاتھ کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ صرف مالک کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ تمام ہاتھ اٹھ چکے تھے۔ صرف مالک کا ہاتھ نیچے تھا۔

"مالک.... نہیں..." اس نے بے بسی سے لب ہلائے بغیر چہرہ دائیں بائیں نفی میں ہلکایا۔ اب اس کے چہرے پہ غصہ نہیں تھا۔ اب وہاں خوف تھا۔ بے بسی تھی۔ کسی بچے جیسی بے بسی۔

وہ سب منتظر سے مالک فرید کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"یہ ان دونوں کی چال ہے۔ یہ سب شمس نے کیا ہے میرے ساتھ۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اس کی آواز میں منت تھی۔ ''میں ٹھیک ہوں۔ پلیز میرا اعتبار کرو۔ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ یہ سب شمس کر رہا ہے۔"

مالک فرید نے دھیرے سے ہاتھ اٹھا دیا۔ ان کے چہرے پہ ڈھیروں ملال تھا۔

ماہر کے کندھے ڈھلک گئے۔ وہ مٹھیاں میز سے ہٹا کے سیدھا ہوا۔ آنکھوں میں گلابی نمی تھی۔

"میں نے تم پہ اعتبار کیا تھا۔" وہ دو قدم پیچھے ہوا۔ نفی میں سر ہلایا۔ دو بار۔ تین بار۔

"واللہ میں جب تک زندہ ہوں، میں تم پہ دوبارہ اعتبار نہیں کروں گا۔"

پھر وہ الٹے قدموں باہر نکلا۔ دھاڑ سے دروازہ کھولا۔ سامنے شمس کھڑا تھا۔ دیوار سے ٹیک لگائے سینے پہ بازو لپیٹے۔ وہ مسکرا کے اسے دیکھ رہا تھا۔

www.facebook.com/nemrahamed.official

"اپنی ماں کو مبارک نہیں دو گے، ماہر؟" اس کے لہجے میں کچھ تھا۔ چیلنج۔ کچھ اکساتا ہوا۔

"ماہر..." سبرینہ کہیں سے بھاگتی ہوئی سامنے آئی۔ اس نے ماہر کی کہنی تھامی۔

"اس کو اگنور کریں۔ یہ آپ کو اکسا رہا ہے۔"

اس نے اپنی کہنی چھڑائی۔ چہرہ سرخ ہوا۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

"ماہر اس کو جانے دو۔ یہ جان بوجھ کے کر رہا ہے۔" وہ چلائی تھی۔ "پلیز اپنا غصہ کنٹرول کرو۔ پلیز۔"

اس کی آواز پسِ منظر میں چلی گئی۔ اس نے خود کو آگے بڑھتے دیکھا۔ اس کے ہاتھوں پہ لگے کٹ اب وہاں نہیں تھے۔ ہلکی بھوری لکیریں تھیں۔ اس کے ہاتھ آگے بڑھے۔ اس نے زور سے شمس کے منہ پہ مکا دے مارا۔ وہ تیورا کے نیچے گرا۔ اس نے مزاحمت نہیں کی۔ اس کے ناک سے خون نکلنے لگا۔ خون والا چہرہ اٹھا کے اس نے مسکرا کے ماہر کو دیکھا۔

"اپنی ماں کو مبارک نہیں دو گے؟" اس کی آواز دھیمی تھی۔ وہاں اکٹھے ہوتے لوگ اسے نہیں سن سکتے تھے۔ لیکن وہ سن سکتا تھا۔ اس کا سارا خون ان ہاتھوں میں آ گیا تھا۔ ایسے کہ لگتا تھا مندمل ہوئے کٹ اب پھٹ پڑیں گے۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے شمس کا سر پکڑا اور اسے پوری قوت سے دیوار پہ دے مارا۔ شمس کے سر سے خون کا پھوارا نکلا۔

لیکن اسے آواز نہیں سنائی دی۔ وہاں اب کوئی آواز نہیں تھی۔ وہاں اب کوئی منظر نہ تھا۔ سارا منظر بلیک آؤٹ کی زد میں چلا گیا.....

وہ چھٹا تو دھیرے دھیرے روشنی آنے لگی۔

کارنر لیمپ کی زرد روشنی لونگ روم میں پھیلی تھی۔ وہ کاؤچ پہ بیٹھا تھا۔ اس کے کندھوں کے گرد صوفہ تھرو کسی شال کی طرح لپٹا تھا۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ اسے شدید سردی لگ رہی تھی۔

وہ کہاں تھا؟ اس نے چونک کے اطراف میں دیکھا۔ وہ لونگ روم دیکھا دیکھا تھا۔ کوئی اس کے ساتھ بیٹھا تو وہ ایک دم بدک کے ایک طرف ہوا۔ وہ رابیل تھیں۔ ان کے ہاتھ میں کافی کا کپ تھا۔ انہوں نے وہ اس کے ہاتھوں میں تھمایا۔ ماہر نے کپ تھام لیا۔

"مالک اور میں نے جو کیا تمہاری بھلائی کے لیے کیا۔ یہ کچھ عرصے کے لیے ہے۔" وہ فکرمندی سے اسے دیکھتی کہہ رہی تھیں۔ اسے یاد نہ آیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔ مالک اور انہوں نے کیا کیا؟

"شمس تمہاری وجہ سے ہسپتال میں پڑا ہے۔ شکر کرو، وہ بچ گیا ہے۔ اور وہ چارجز پریس نہیں کرے گا۔ اسے تمہاری حالت کا اندازہ ہے۔"

"شمس؟" شمس کون تھا۔

"جج کا کہنا ہے کہ تمہیں تندرست ہونے کی ضرورت ہے۔"

"جج؟" کون سا جج؟ کیا وہ گرفتار ہوا تھا؟ کیا وہ کسی عدالت گیا تھا؟ اسے کیوں یاد نہیں؟

اس نے سر جھٹکا۔ پھر نگاہ ٹھہر گئی۔ دیوار پہ کچھ آویزاں تھا۔

ایک لڑی میں پروئے ہوئے.... moon phases۔ بدر سے ہلال۔ ہلال سے بدر تک کے چاند۔ سیاہ رنگ کے چاند۔ اس کی نظر ایک چاند سے ہوتی ہوئی آخر تک گئی۔ پھر وہ چونکا۔ سامنے والے صوفے پہ کوئی بیٹھا تھا۔ سفید بالوں والا آدمی جو افسوس سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کچھ عرصے کے لیے ہے، ماہر۔" وہ آدمی کہہ رہا تھا۔ کیا وہ اس آدمی کو جانتا تھا؟

"تمہیں ان کے ساتھ جانا ہوگا۔" وہ چونکا۔

کیا وہاں کوئی اور بھی تھا؟

ماہر فرید نے گردن موڑی۔ راہداری میں کوئی کھڑا تھا۔ تین افراد۔ ان کے ہاتھ میں کچھ کاغذ تھے۔ انہوں نے وہ رابیل کی طرف بڑھائے۔ وہ ان پہ دستخط کر رہی تھیں۔ ایک دم بہت سے خوف نے اسے جکڑ لیا۔ لیکن وہ جگہ سے ہل نہ سکا۔ نہ وہ بھاگ سکا۔ وہ سامنے کھڑے تھے۔ بھاگنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے تھے۔

"ماہر فرید.... عدالت کے حکم کے مطابق اور آپ کی ماں کی اجازت سے حکومت آپ کو Psychiatric وارڈ میں منتقل کر رہی ہے۔ گزشتہ دو ماہ میں آپ نے پانچ مختلف شہریوں پہ سائیکوسس کے باعث قاتلانہ حملہ کیا ہے۔" وہ کاغذ سے پڑھ کے روبوٹ کی طرح سنا رہا تھا۔

وہ بدک کے کھڑا ہوا۔ بے یقینی اور خوف سے ان اہلکاروں کو دیکھا۔ ان کے ساتھ ایک سیکیورٹی اہلکار بھی تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی۔

"مالک...." اس نے بے اختیار مالک کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔

"میں... میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ یہ مجھے جیل میں ڈال دیں گے۔ میں قید نہیں ہوں گا۔" اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔ اسے سردی لگ رہی تھی۔ تھرو نیچے گر گیا تھا۔

مالک کچھ کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

"اگر میں گیا... اگر آج تم نے مجھے جانے دیا تو واللہ میں اس گھر میں واپس نہیں آؤں گا۔" اس نے خود کو کہتے سنا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ بال پسینے سے تر تھے۔

اسے سردی لگ رہی تھی اور اسے گرمی لگ رہی تھی۔

مالک نے بے بسی سے آنکھیں بند کر لیں۔ رابیل کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"مالک...." پیچھے سے کسی نے اس کے کندھے میں زور سے سوئی چبھوئی۔ وہ مزاحمت نہیں کر سکا۔ اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے ہو گئے۔ دو لوگوں نے اس کو دائیں بائیں بازوؤں سے تھاما۔

وہ اب سے باہر لے جا رہے تھے لیکن وہ کسی کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی اَدھ کھلی آنکھیں چاند کے ادوار پہ جمی تھیں۔

خاکی چاند کے ادوار جو ایک طویل لڑی میں پروئے دیوار پہ چسپاں تھے۔

وہ گم صم سا راہداری میں ان کے ساتھ کھنچا چلا آ رہا تھا جب وہ سامنے آئی۔ ماہر کے قدم رک گئے۔

ہلال سامنے کھڑی گردن اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے گھنگھریالے بال کندھوں پہ بکھرے تھے۔

وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھتا گیا۔ خالی خالی سی نظریں ہلال کے چہرے پہ جمی تھیں۔

ہلال نے ہاتھ اس کے رخسار پہ پھیرا۔ انگلیوں سے نمی صاف کی۔ وہ دونوں اب برابر تھے۔

وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن دوا کا اثر بہت شدید تھا۔ جسم جیسے مفلوج ہو رہا تھا۔

"ماہر بھائی..." ہلال جیسے پرسکون سی کھڑی تھی۔ "جب تک آپ واپس آؤ گے، میں یہاں نہیں ہوں گی۔" اس نے اپنی ننھی انگلیوں سے ماہر کے گال پہ لڑھکتے قطرے کو اٹھایا۔

"تم کب آؤ گی؟"

ہلال نے نفی میں سر ہلایا۔

"کس کا؟" اس کی مفلوج ہوتی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

ہلال اس کے کان کے قریب جھکی، اور سرگوشی میں ایک نام لیا۔

اس کے سمندر میں ڈوبتے ذہن پہ وہ نام ایسے ثبت ہو گیا جیسے کسی نے پتھر پہ نوکیلے خنجر سے لکھ دیا ہو۔

پھر وہ سامنے سے ہٹ گئی۔ وہ اسے آگے لے گئے۔ اس نے ایک نظر پلٹ کے دیکھا۔

دیوار پہ آویزاں چاند کے ادوار ابھی تک دکھائی دے رہے تھے۔

اور ہلال بھی۔ وہ اسے ہاتھ ہلا رہی تھی۔

یہ وہ آخری دفعہ تھا جب اس نے ہلال کو دیکھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نگینہ بیگم نے مسکرا کے موبائل فون کان سے ہٹایا اور اسے چارجنگ پورٹ سے کنیکٹ کرنے لگیں۔ وہ اس وقت کچن کے دہانے پہ کھڑی تھیں۔ سنک میں چند ایک میلے کپ رکھے تھے۔ باقی کچن صاف ستھرا سا تھا۔

کاؤنٹر ٹیبل کے ساتھ اونچے اسٹول پہ زیاد بیٹھا تھا۔ عینک لگائے' وہ لیپ ٹاپ کھولے' کی بورڈ پہ انگلیاں چلا رہا تھا۔

"میں اس روز ائیر پورٹ پہ ماہی سے ملی۔" وہ سنک تک آئیں اور نل کھول دیا۔ پھر اسفنج اٹھایا۔ بالوں کا جوڑا باندھے' قمیص کے آستین پیچھے کو چڑھائے وہ ایک جوان اور توانا خاتون لگتی تھیں۔ کانوں میں ٹاپس اور انگلیوں میں انگوٹھیوں نے ان کی شخصیت کو مزید نکھار بخش دیا تھا۔

"ماہی کون؟" زیاد نے بے توجہی سے جواب دیا۔ کھڑکتی کیز کی آواز دونوں کی گفتگو کے درمیانی وقفوں میں سنائی دیتی تھی۔

"حورِ جہاں کی بیٹی۔ رشتے میں تمہاری سیکنڈ کزن لگتی ہے بلکہ...."

"ہاں سمجھ گیا۔ کیا ہوا اسے؟"

"اسے نہیں۔ اس کی ایک بہن ہے۔ مجھے تمہارے لیے پسند آ گئی ہے۔" وہ کپ کو پانی سے گزارتے ہوئے کہہ رہ تھیں۔ "اس کا نام کشمالہ ہے۔ خوبصورت ہے' کیریئر بھی ہے' سب سے بڑھ کے اپنے خاندان کی ہے۔ میں پھر سے اپنا اصرار دہرا رہی ہوں' زیاد۔ یہی عمر ہے تمہاری شادی کرنے کی۔"

کپ اسٹینڈ پہ الٹا لٹکایا اور اس کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ پھر نرمی سے اس کو کہنی سے تھاما۔ ان کے ہاتھ گیلے تھے۔ زیاد کی شرٹ کا آستین بھیگنے لگا۔

"جب شادی کرنی ہوگی' بتا دوں گا امی۔" وہ بے زار نہیں ہوا۔ بس سادگی سے کندھے اچکا دیے۔

"شادی کے لیے اچھی جاب کا ہونا ضروری ہے۔" آواز پہ وہ دونوں چونکے۔ نظر اٹھا کے دیکھا۔ لاؤنج میں بیٹھے سلطان صاحب چہرے سے کتاب ہٹا کے طنزیہ بولے تھے۔ ان کی موجودگی سے وہ دونوں اکثر یونہی لاتعلق

ہو جاتے تھے۔

"میری جاب اچھی ہے ابو۔" زیاد کی آواز دھیمی پڑ گئی۔ کی بورڈ پہ جمی انگلیاں نیچے گر گئیں۔

"مارکیٹنگ ایجنسی کی چند درہم کی جاب۔ ہونہہ۔ کون اپنی کیریئر oriented بیٹی دے گا تمہیں۔ ڈاکٹر ہوتے، انجینئر ہوتے تو کوئی بات بھی تھی۔"

ان کا فون بجنے لگا تو وہ تلخی سے سر جھٹکتے باہر نکل گئے۔ زیاد سلطان کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ بے بسی سے انہیں جاتے دیکھا۔ تبھی ایک گیلا ہاتھ اس کے کندھے پہ آ رکا تو وہ چونکا۔ وہ اس کے ساتھ کھڑی محبت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"ان کو اگنور کرو بیٹے۔ وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ بس وہ آپ کی صلاحیتوں سے واقف نہیں ہیں۔"

زیاد نے گہری سانس لی۔ لیپ ٹاپ اسکرین فولڈ کی اور پھر سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔

"کبھی کبھی مجھے ان کی محبت پہ شک ہونے لگتا ہے۔"

"چھوڑو ان کو۔ اچھا یہ دیکھو۔ یہ تصویر شمس نے بھیجی ہے۔" انہوں نے چارجنگ پہ لگا موبائل اٹھایا۔ وہ تار سمیت کھنچتا ہوا سامنے آیا۔ اور گیلی انگلی سے اسکرین چھوئی۔ سامنے ایک تصویر کھل گئی۔

"سبرینہ۔ اس کا پتہ بھیج رہی ہوں۔ ایکسیڈنٹ لگنا چاہیے۔" تاکید کرتے ہوئے چند بٹن دبائے۔

زیاد نے سر ہلا دیا اور اپنی اسکرین واپس کھولی۔ اب وہ تصویر وہاں منتقل ہو چکی تھی۔ وہ زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے اس کا پتہ پڑھنے لگا۔ پھر ماں کو دیکھا تو چونک گیا۔

وہ اب اپنے موبائل پہ اسے کچھ دکھا رہی تھیں۔

ایک چہرہ۔ معاشرے کے خوبصورتی کے معیار کے مطابق پرفیکٹ چہرہ۔ گوری اسپیدر نگت۔ گلابی رنگت۔ سبز آنکھیں۔ پرکشش مسکراہٹ۔

"یہ کشمالہ ہے۔ جس کا میں ابھی ذکر کر رہی تھی۔"

زیاد سلطان کے چہرے پہ کچھ بجھ سا گیا۔

"یہ مجھے پسند نہیں کرے گی امی۔"

"آپ ایک دفعہ ہاں کر دیں بیٹا۔ آپ کی ماں کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔" مسکرا کے معنی خیز انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے موبائل اسکرین بجھا دی۔

زیاد نے سر جھٹکا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"میں اس طرح شادی نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے کوئی وظیفہ' کوئی دم' کوئی جادو نہیں کروانا اس پہ' امی۔ اگر کسی کو میری زندگی میں آنا ہے تو اسے مجھے خود سے پسند کر کے آنا ہوگا۔" اس کا لہجہ اٹل تھا۔

"شیور۔" وہ مسکرا کے وہاں سے ہٹ گئیں۔

زیاد کے جانے کے بعد انہوں نے بیسمنٹ کا دروازہ کھولا اور پھر اسے اندر سے لاک کیا۔ پھر تیز تو انا قدموں سے چلتی نیچے آئیں۔ بیسمنٹ میں سب کچھ تیار تھا۔ ہمیشہ کی طرح۔ ایک بغلی کمرے میں انہوں نے لباس بدلا۔ بال بکھیرے۔ ایک خون کے پیالے سے اپنے ہاتھ رنگے۔ کچھ گدلا سا جسم پہ لگایا۔ ہر طرف بدبو سی پھیلنے لگی۔

پھر وہ اپنی جگہ پہ چوکڑی مار کے بیٹھیں۔ ان کا چہرہ مطمئن اور پرسکون تھا۔ سامنے ایک پرنٹ شدہ تصویر رکھی تھی جس میں وہی سبز آنکھوں والی لڑکی مسکرا رہی تھی۔

نگینہ بیگم عرف سرکار نے مسکرا کے اس تصویر کو دیکھا۔ پھر ایک باکس میں ہاتھ ڈالا۔ جب ہاتھ باہر نکالا تو اس میں ایک گڑیا کا پتلا سا تھا۔ اس کی آنکھیں نہیں تھیں۔ انہوں نے سبز مار کر اٹھایا اور آنکھوں کی جگہ پہ نقطے لگائے۔ پھر مسکرا کے اسے دیکھا اور زیر لب کچھ بڑبڑانے لگیں۔ پتلا دھیرے دھیرے گرم ہونے لگا۔

پھر انہوں نے اسی طرح کچھ پڑھتے ہوئے ایک سوئی اٹھائی' اور عین پتلے کے سینے میں گاڑھ دی۔

سینکڑوں میل دور..... کشمالہ مبین چلتے چلتے ایک دم رکی۔ بے اختیار سینے پہ ہاتھ رکھ کے دوہری ہوئی۔

ایک دم ایسی تکلیف اٹھی تھی کہ لگتا تھا کسی نے دل میں خنجر گھونپ دیا ہو۔

" کیا ہوا مالا؟"

معید رک گیا۔ وہ ماں کی وہیل چیئر دھکیل رہا تھا۔

وہ سب ابراہیم خلیل روڈ (مکہ) کے کنارے چل رہے تھے۔ ان کا رخ حرم کی طرف تھا۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ بس جگہ مل جائے۔ ان تینوں کو جلدی تھی۔ اور اب جب وہ دوہری ہوئے راستے میں کھڑی ہوگئی' تو پیچھے سے آنے والے معتمرین اور حاجیوں کا راستہ رک گیا۔

" کچھ نہیں۔ ایک دم درد ہوا تھا۔" تکلیف اسی طرح غائب ہوگئی جیسے کبھی پہنچی ہی نہ ہو۔ وہ سر جھٹک کے سیدھی ہوئی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ تینوں اکٹھے عمرہ کرنے آئے تھے۔

"مالا... ٹھیک ہو بیٹے؟" ماں پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے سیاہ اسکارف اور عبایا پہن رکھا تھا۔ مالا کا عبایا بھی انہی کے جیسا تھا۔ لیکن گہرا بھورا۔

"جی جی... چلیں۔" وہ موبائل پہ چہرہ جھکائے پھر سے چلنے لگی۔

"بیٹے کچھ دیر کے لیے اس فون کو رکھ دو۔ ہم عبادت کرنے آئے ہیں۔ دنیا کے کام کہیں نہیں جاتے۔" ماں نے قدرے خفگی سے اسے ٹوکا۔ معید نے وہیل چیئر دھکیلنا شروع کر دی۔ ماں ویسے تو انا تھیں، چل پھر سکتی تھیں لیکن ان کو ہوٹل دور ملا تھا تو ان کے فربہی وجود کے لیے روز اتنا چلنا مشکل تھا۔

"جی بس رکھتی ہوں۔" وہ اسکرین میں الجھی ہوئی تھی۔ ''ایک مسئلہ ہو گیا ہے اوشن میں۔ وہی حل کر رہی ہوں۔"

وہ اب حرم کے سفید فرش تک پہنچ چکے تھے۔ کنگ فہد گیٹ سامنے تھا۔ اور وہ تب بھی فون ہونٹوں کے قریب کیے آڈیو میسج بھیج کے ورکرز کو کچھ سمجھا رہی تھی۔ معید نے افسوس سے سر جھٹکا۔

"مالا یار کبھی کام سے آف بھی لیا کرو۔''

"اچھا بابا۔ ایک منٹ نا۔" وہ کچھ پریشان تھی۔ سینے کا درد اب عنقا ہو چکا تھا لیکن کام کے مسئلے تھے کہ ختم ہی نہیں ہوتے تھے۔

"آپ لوگ چلیں، میں آتی ہوں۔"

معید ماں کو لے کر آگے بڑھ گیا۔ وہ وہیں باہر ایک جگہ زمین پہ بیٹھ گئی۔ ابھی اذان نہیں ہوئی تھی۔ اسے جلدی جلدی اپنے ورکرز کو چند ہدایات آڈیو کے ذریعے بھیجنی تھیں۔ پھر وہ فون آف کر دے گی۔

"مالا....." ایک سرگوشی سی سنائی دی۔ مالا نے چونک کے گردن اٹھائی۔ دائیں بائیں دیکھا۔ کوئی اس کے قریب سے اٹھ کے گیا تھا۔ نیلے یونیفارم والا شاید وہ کوئی خاکروب تھا۔ کیا اس نے اسے پکارا؟

اس نے فون رکھ دیا اور الجھن سے کھڑی ہوئی۔ وہ کنگ فہد گیٹ کی دیوار کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔

"سنو...." اس نے پکارا۔ کچھ تھا اس میں۔ کوئی کشش۔ وہ ابرو بھینچے، الجھن سے اس کو دیکھتی اس کے پیچھے چلتی گئی۔ یہاں تک کے وہ اس کے بالکل قریب پہنچ گئی۔

"سنو...."

وہ ایک دم پلٹا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اور اگلے ہی لمحے اسے کہنی سے تھام کے دیوار کی طرف دھکیلا۔ ایسے کہ اس کی کمر دیوار سے جا لگی اور آنکھوں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

" کک کون ہو تم؟"

" آصف...."

وہ ایک خاکروب تھا۔ نیلا ٹراؤزر شرٹ پہنے۔ سر پہ ٹوپی۔ اس کا چہرہ معمر تھا۔ اور داڑھی سفید تھی۔ بوڑھے ہاتھوں کی رگیں ابھری ہوئی تھیں۔ ایک انگلی میں سبز نگینے والی انگوٹھی تھی۔ وہ احتجاج کرنا چاہتی تھی لیکن آواز حلق میں دب گئی۔

" جو سینے کا درد تمہیں ابھی ہوا ہے... وہ ایک سوئی کا ہے..."

اس کے اگلے الفاظ نے اسے ساکت کر دیا۔ سینے کا درد؟ اسے کیسے...؟

"اس نے تمہارے سینے میں سوئی چبھوئی ہے۔" وہ سرخ آنکھوں کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

ایک دم بہت سا خوف مالا کو گھیرنے لگا۔ لیکن اس کی گرفت بھاری تھی۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی۔

"ایک آدمی ہے۔ اس کے پاس تمہاری تصویر ہے۔ وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ تمہیں خود کو بچانا ہے۔"

" تت... تم کون؟" الفاظ حلق سے نکل نہیں پا رہے تھے۔

بوڑھے خاکروب نے اس کی کہنی چھوڑی۔

"ایک آدمی ہے۔ اس کے پاس تمہاری تصویر ہے۔" وہ اپنی بات دہرا رہا تھا۔

وہ گہرے گہرے سانس لیتی اسے دیکھے گئی۔

" کیا ہوا؟" قریب میں کسی عورت نے اسے پکارا۔ وہ ڈر کے اس طرف مڑی۔

" یہ آدمی...." واپس دیکھا۔ وہ اب وہاں نہیں تھا۔ وہاں آس پاس دور دور تک نیلے یونیفارم میں کوئی نہیں تھا۔

" یہاں ایک آدمی تھا...."

" نہیں بیٹا۔" معمر خاتون نے سیالکوٹی لہجے میں کہتے ہوئے ترحم سے اسے دیکھا۔ "تم خود سے بات کر رہی تھی۔ طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ عورت کیا کہہ رہی تھی اس نے نہیں سنا۔ وہ تیزی سے آگے گئی۔ چند لوگوں کو ہٹایا۔ اذان کی آواز بلند ہونے لگی۔ سب کو جماعت میں جگہ لینے کی فکر تھی۔ حرم شریف میں یہی سب سے بڑی فکر ہوتی ہے۔ وہاں کسی کو اس کی پرواہ نہ تھی۔ وہ کتنی ہی دیر اسے تلاش کرتی رہی۔ لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔

www.facebook.com/nemrahahmed.official

البتہ اس کی کہنی پہ اس کے ہاتھ کا دباؤ ہنوز محسوس کیا جا سکتا تھا۔

وہ خواب نہیں تھا۔ وہ حقیقیت تھی۔

جب تک وہ ماں کے پاس آئی' اس کا جسم بخار کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ اس نے بس بیگ نیچے رکھا اور وہیں سبز قالین پہ ان کے ساتھ دوہری ہو کے لیٹ گئی۔ فون اب بھی زوں زوں کر رہا تھا لیکن اس کا سر بھاری ہو رہا تھا۔

"مالا ... بیٹے کیا ہوا؟" ماں نے پیار سے جھک کے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ اسے عبادت کرنی تھی۔ اسے دعا مانگنی تھی۔ لیکن اسے شدید نیند آ رہی تھی۔

نیند۔ مایوسی۔ بے چینی۔ ان تمام جذبوں نے ایک ساتھ حملہ کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سٹنگ روم میں شام کی مناسبت سے زرد لیمپ جلے تھے۔

ونگ چیئر پہ بیٹھے مالک فرید کا چہرہ ہمیشہ کی طرح جذبات سے عاری تھا۔ سامنے کاؤچ پہ بیربل بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں سر گرائے۔ گھنگھریالے بال پونی میں باندھے۔ کونے میں رابیل شمس براجمان تھیں۔ کھلے بال' کانوں میں ائیر رنگز پہنے' گردن میں موتیوں کی لڑی۔ ان کے بلیز رکو دیکھ کے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ابھی آفس سے آئی ہوں۔

"اتنا سب کچھ ہو گیا اور کسی نے مجھے بتایا ہی نہیں۔" بہت دیر بعد بیربل نے چہرہ اٹھایا تو اس کی نگاہیں شکوے سے بھری تھیں۔

"کیوں؟ تم آ کے کیا کر لیتے؟" مالک فرید کا لہجہ سرد تھا۔

"وہ میرا بھائی ہے' مالک۔ میں اس کو سمجھاتا۔"

"تم نے وہ نہیں دیکھا جو ہم نے دیکھا ہے۔" کھڑکی کے ساتھ کھڑی زارا نے جھرجھری لی۔ اس کے چہرے پہ تلخی تھی۔

"ماہر ہمیشہ سے غصے والا....."

"وہ غصہ نہیں تھا۔ وہ سائیکوسس کی ایک اپی سوڈ تھی۔ بلکہ کئی اپی سوڈز۔ اس نے اپنی ہاؤس ہیلپ کو بھی مارنے کی کوشش کی۔ میں بیچ میں نہ آتی تو وہ اسے قتل کر دیتا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ بیربل نے افسوس سے اسے دیکھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"تم صرف اچھے دنوں میں ماہر کا ساتھ دیتی ہو۔ جیسے ہی اس پہ مشکل وقت آئے، تم یہی کرتی ہو۔"

جواباً زارا تیزی سے کچھ کہنے لگی۔ دونوں کی بحث کسی جنگ کی طرح چھڑ گئی۔ تب ہی مالک فرید کا موبائل بجا۔ وہ اٹھ کے باہر آ گئے۔

"ہیلو؟"

"مسٹر فرید...." پھولے سانس کے دوران بولنے والی آواز کسی لڑکی کی تھی۔ "کیا ہم مل سکتے ہیں؟ مجھے ماہر کے بارے میں بات کرنی ہے۔"

"اور تم کون ہو؟" وہ باغیچے میں کھڑے کھڑے بات کر رہے تھے۔

"سبرینہ۔ ماہر کی سیکرٹری۔"

"لڑکی اگر رابیل نے تمہیں نوکری سے نکال دیا ہے تو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔"

"مجھے ماہر کے بارے میں بات کرنی ہے۔ وہ سائیکوسس کا شکار نہیں ہے۔"

"او کے ڈاکٹر سبرینہ۔ آپ کے خیال میں اس کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟" طنز سے پوچھا۔

"وہ possessed ہے۔"

مالک فرید کے ابرو تن گئے۔ چہرے پہ بہت سی ناگواری پھیلی۔

"اسٹوپڈ عورت.... ایسی کوئی چیز وجود نہیں رکھتی۔ اب مجھے فون مت کرنا۔" موبائل رکھ کے انہوں نے سر جھٹکا۔ وہ باغیچے میں تنہا کھڑے تھے۔ بیربل اور زارا کی بحث کی آوازیں یہاں تک سنائی دے رہی تھیں۔ مالک کے ماتھے کی تیوریاں مزید چڑھ گئیں۔ تیز قدموں سے واپس اندر گئے۔

"تم کیا پوچھ رہے تھے؟" ان کی گرج دار آواز پہ لونگ روم میں خاموشی چھا گئی۔

"یہ کہ میں نے اسے کمپنی بورڈ سے ہٹا کے سائیکٹرک وارڈ میں کیوں ایڈمٹ کروایا؟"

وہ وہیں کھڑے کھڑے درشتی سے پوچھ رہے تھے۔ کوئی کچھ نہ بولا۔

"مجھے تمہاری ماں کے ساتھ (ایک ناپسندیدہ نظر رابیل پہ ڈالی) ٹیم اپ ہونے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ میں نے یہ سب ماہر کی بھلائی کے لیے کیا ہے۔ تم یہاں نہیں تھے بی، جب ماہر نے سارے آفس کے سامنے اپنی سیکرٹری کو مارنے کی کوشش کی تھی یا شمس کا سر پھاڑا تھا۔"

"مگر یوں اسے....."

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"اس کو ہیلپ چاہیے۔" مالک فرید کی غصے سے کانپتی آواز بلند ہوئی۔ "یہ سائیکوسس ہے۔اسے hallucinations ہو رہی ہیں۔آوازیں سنائی دیتی ہیں۔سارا آفس اس کا گواہ ہے۔اس کو وہ سب شاید یاد بھی نہ ہو۔لیکن زارا اور میں پچھلے دو ماہ سے اس کے گھر میں رہ رہے ہیں۔وہ نیند میں چلاتا ہے۔چیخیں مارتا ہے۔اس کو دورے پڑ رہے تھے۔"

بیربل نے لب آپس میں پیوست کر لیے۔وہ کچھ نہیں بول سکتا تھا۔

"میں قاسم کے بعد اس فیملی کا سربراہ ہوں' چاہے تم دونوں مجھے میرے نام سے پکارو یا مجھے چچا کہو۔کچھ فیصلے ہیں جو میں اس خاندان کے لیے کروں گا' بی۔اور کمپنی کے لیے بھی۔"

ان کا چہرہ شدتِ غیض سے سرخ تھا اور وہ بلند آواز میں کہہ رہے تھے۔

"ہمارا بزنس اعتبار پہ قائم ہے۔ایک دنیا قاسم فرید کی زبان پہ اعتبار کرتی تھی۔لیکن ماہر نے سب برباد کر دیا۔اس نے ایک کلائنٹ پہ حملہ کیا۔ہماری ساکھ تباہ ہوگئی۔اگر ماہر کمپنی میں رہتا تو کوئی ہمارے ساتھ کام کرنے کو تیار نہ ہوتا۔اس کو وارڈ میں داخل کروانے کا مقصد یہ ہے کہ جب وہ تندرستی کا سرٹیفکیٹ لے کر باہر آئے' تو دنیا اس پہ پھر سے اعتبار کرنے لگ جائے۔"

"کیا وہ واقعی باہر آسکے گا؟" بیربل کی آنکھوں میں موہوم سی امید ابھری۔

"اگر ہم اسے وارڈ میں داخل نہ کرواتے تو مختلف لوگ اس کے خلاف چارجز فائل کر کے اسے جیل بھیج دیتے۔تمہارے لیے کیا زیادہ قابلِ قبول ہے؟ سائیکٹرک وارڈ یا جیل؟" وہ اسی غصے سے پوچھ رہے تھے۔بیربل نے سر جھکا دیا۔

"جیل میں ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد یہ معلوم ہوتا کہ وہ سائیکوسس کا شکار ہے' تب بھی اسے عدالت کہاں بھیجتی؟ ظاہر ہے ذہنی امراض کے ہسپتال میں۔میں نے اسی کام کو تیز کیا ہے۔"

"مالک میں...." بیربل کی آواز دھیمی تھی لیکن وہ اسے نہیں سن رہے تھے۔

"اور دوسری وجہ تمہاری ماں کو عارضی سی ای او منتخب کروانے کی یہ ہے کہ...." اب اسی ناپسندیدگی سے رابیل کو دیکھا۔" تاکہ ماہر کو یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے فرید ہولڈنگ پہ قبضہ نہیں کرنا۔میں جی ایم تھا۔ہوں اور رہوں گا۔یہ عہدہ مجھے میرے بھائی نے دیا تھا۔مجھے اس سے اوپر کی خواہش ہے نہ کوئی مجھے اس سے نیچے لے جا سکتا ہے۔میں نے رابیل کو ماہر کی سیٹ اس لیے دی کیونکہ...." اب وہ رابیل کو دیکھ رہے تھے۔" کیونکہ تمہاری ماں میرے پاس

مدد کے لیے آئی تھی۔"

"مالک!" رابیل کی آواز غصے سے کانپی۔ چہرہ احساسِ توہین سے سرخ ہوا۔

"مالک فرید سچ بات کہنے سے نہیں ڈرتا۔" ان کی گرج دار آواز مزید بلند ہوئی۔ "تم میرے پاس آئی تھیں اپنے شوہر کے خلاف مدد مانگنے۔ لیکن اس نے ایک دفعہ پھر تمہیں اپنی باتوں کے جال میں پھنسالیا۔ اس کے باوجود میں تمہاری مدد کررہا ہوں۔ اس سیٹ کو حاصل کرنے کے بعد تمہیں اپنے شوہر کا اصلی چہرہ دکھائی دے گا جب وہ leech بہانے بہانے سے تم سے مختلف کاغذات پہ دستخط کروائے گا۔"

رابیل کے چہرے پہ بہت سے رنگ ابھرے۔ "تم ہمیشہ شمس کو غلط...."

"میں تمہارے اوپر ایک احسان کررہا ہوں، رابیل۔ میں تمہیں ہاتھ سے پکڑ کے اس ٹاکسک شادی سے نہیں نکال سکتا۔ کوئی کسی عورت کو اس کی ٹاکسک زندگی سے نہیں نکال سکتا جب تک کہ وہ خود اپنی لڑائی نہ لڑے۔ یہ تمہاری لڑائی ہے۔ اسے تم نے خود لڑنا ہے۔ میں صرف تمہیں شمس کی اصلیت دکھا سکتا ہوں۔ اس کے تمام ٹارچر کے باوجود جسے تم میک اپ سے کور کرتی ہو، تمہیں یہ غلط فہمی ہے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ بالآخر تم خود دیکھ لوگی کہ اس نے تم سے صرف قاسم فرید کی دولت کے لیے شادی کی تھی۔" وہ ابھی تک چوکھٹ میں کھڑے برس رہے تھے۔ اور رابیل کی آنکھیں شدتِ توہین سے بھیگ چکی تھیں۔

"رہا شمس... تو میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں کہ اس کے ہاتھ کچھ لگنے دوں گا۔ تمہارے اختیارات بہت محدود ہیں، رابیل۔"

"اور تم، مالک؟ ماہر تمہیں معاف کردے گا؟"

زارا اور بیربل بے اختیار انہیں دیکھنے لگے۔

مالک کے برف جیسے چہرے پہ ایک سایہ سا گزرا۔

"وہ مجھے معاف کردے گا۔" ان کی آواز قدرے پست تھی۔

"اس نے آج تک اپنی ماں کو معاف نہیں کیا۔ تمہیں کیسے کرے گا۔" رابیل کے چہرے پہ زخمی سا طنز ابھرا۔ انگوٹھیوں والے ہاتھ سے آنسو صاف کیا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں یہاں نہیں رہ سکتی، بابا۔ مجھے کچھ دن کا بریک چاہیے۔" زارا بھی سر جھٹک کے تیزی سے باہر نکل گئی۔ بیربل نے بس ایک زخمی نظر باہر جاتی زارا پہ ڈالی اور اس کے پیچھے لپکا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"تم ہمیشہ یہی کرتی ہو' زارا۔تم بچپن سے اب تک..." وہ اس کے پیچھے جاتے غصے سے کہہ رہا تھا۔آوازیں مدھم ہوتی گئیں۔

اب وہ تنہا کھڑے تھے۔چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ونگ چیئر تک آئے۔اور اس پہ گر سے گئے۔چند گہرے سانس لیے۔آنکھوں میں بہت سی سوچیں' اور بہت سا تفکر ایک ساتھ ابھرا تھا۔

دھیرے سے آہٹ ہوئی۔مالک نے چونک کے چہرہ اس طرف موڑا۔

وہ چوکھٹ میں کھڑی تھی۔ان کے گھٹنے تک آتی۔لمبے گھنگریالے بالوں اور ماہر جیسی آنکھوں والی لڑکی۔اس کے ہاتھ میں ایک میوزک باکس تھا۔ان کے چہرے پہ اکتاہٹ پھیل گئی۔انہیں شمس کی بیٹی کبھی پسند نہیں تھی۔

"آپ کو اس کی بات سننی چاہیے تھی۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ کے کہہ رہی تھی۔کچھ تھا اس کی آواز میں۔کچھ ایسا جس میں بچپنا نہ تھا۔کچھ پراسرار سا۔

"میں نے ماہر کی ہر بات...." وہ تلخی سے گویا ہوئے لیکن.....

"اس لڑکی کی بات جس نے ابھی آپ کو فون کیا تھا۔وہ ماہر سے ملنے ہسپتال گئی تھی۔انہوں نے اسے اندر نہیں آنے دیا۔وہ ان سے لڑ رہی تھی۔اسی لیے اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔" ہلال پلک تک نہیں جھپک رہی تھی۔

ایک سرد سی لہر مالک فرید کی ریڑھ کی ہڈی سے گزر گئی۔ایک لمحے کے لیے وہ کچھ بول نہ سکے۔ان کا فون اسپیکر پہ نہیں تھا۔وہ باغیچے میں تنہا تھے۔پھر اسے کیسے.....

"اور وہ میرا لاکٹ تھا۔آپ نے اس کو کیوں دیا؟"

اب کے ہلال کی آنکھوں میں کچھ جتاتا ہوا تھا۔

"کس کو؟" وہ جہاں تھے' وہیں ساکت رہ گئے۔

ہلال نے جواب نہیں دیا۔بس انہی نظروں سے انہیں دیکھتی پلٹ گئی۔

وہ کتنی ہی دیر وہیں بیٹھے رہے۔پھر موبائل کی اسکرین روشن کی۔سامنے اوپر اوپر ماہر کی سیکرٹری کا نمبر جگمگا رہا تھا۔انہوں نے اس پہ ہاتھ رکھا۔پھر فون رکھ دیا۔نہیں۔وہ ایسی غیر منطقی باتوں پہ یقین نہیں رکھتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دن...

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

" آصف؟" سفید عبایا والی لڑکی ششدر کھڑی تھی۔ وہ اس چہرے کو پہچانتی تھی۔ وہ اسے لاکھوں کے مجمعے میں پہچان سکتی تھی۔ یہ وہی تھا جو برسوں پہلے حرم میں اسے ملا تھا۔ وہ جسے کوئی دوسرا دیکھ نہیں سکتا تھا۔

آصف نے مسکرا کے اسے دیکھا لیکن اس کی مسکراہٹ میں کچھ اور بھی تھا۔ افسوس۔

" گھر واپس مت جاؤ۔ جاؤ گی تو پھنس جاؤ گی۔ گھر محفوظ نہیں ہے۔ وہ گھر میں تمہارا منتظر ہوگا۔ گھات لگائے۔"

"میں گھر نہیں جا رہی۔ میں ہوٹل میں ہوں۔ تم... تم کیا جانتے ہو؟" وہ ٹٹولتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"وہ گھر میں تمہارا منتظر ہوگا۔ گھات لگائے بیٹھا ہوگا۔"

" آصف تم اور کیا جانتے ہو؟ وہ کون تھا جس کے پاس میری تصویر تھی؟"

"وہ گھر میں تمہارا منتظر ہوگا۔ گھات لگائے بیٹھا ہوگا۔" وہ ایک ہی بات دہرا رہا تھا۔

" کیا زیاد کے پاس میری تصویر تھی؟" اس نے زور سے پوچھا۔

" تمہیں پناہ ڈھونڈنی ہے۔"

" کیا زیاد کے پاس..."

" تمہیں پناہ ڈھونڈنی ہے۔" اس نے کہنی چھڑائی۔ اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ وہ اس کے پیچھے بھاگی لیکن سامنے چند لوگ آ گئے۔ وہ مجمعے میں گم ہو گیا۔ جیسے کبھی وہاں تھا ہی نہیں۔

وہ وہیں ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گئی۔ جانتی تھی شرطہ اسے اٹھا دے گا۔ لیکن اس کا دماغ جیسے ماؤف ہو چکا تھا۔

زیاد کے پاس اس کی تصویر تھی کیا؟ کیا ماہر درست کہتا تھا؟ کیا یہ سب ایک جادو تھا؟ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

"وہ گھر میں گھات لگائے منتظر ہوگا۔"

وہ جدہ کے اپارٹمنٹ میں واپس نہیں جا رہی تھی، یہ طے تھا۔ لیکن آصف کے الفاظ اس کو خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھے۔ اسے مالک فرید کی بات یاد آئی۔ کیا یہ ممکن تھا کہ زیاد اس کا تعاقب کر رہا ہو۔

اس نے خوف سے اطراف میں دیکھا۔ یہ حرم تھا۔ امن کی جگہ۔ کیا یہاں بھی اسے امان نہ تھی؟

"سسٹر...." کسی نے اس کا کندھا جھنجھوڑا تو وہ بدک کے دور ہٹی۔

سامنے ایک لڑکی کھڑی تھی۔ بمشکل چودہ پندرہ برس کی۔ سانولی رنگت۔ خوبصورت بنگالی نقوش۔ البتہ آنکھوں میں ہراساں سا تاثر تھا۔ مالا نے بدقت چہرے پہ مسکراہٹ طاری کی۔ (وہ ایسے کیوں بدی؟ وہ اتنی edgy کیوں ہوگئی تھی؟ وہ پہلے تو ایسی نہ تھی۔)

"ہمارے گھر والے کھو گئے ہیں۔" وہ اردو اور بنگلہ کے درمیان کی زبان بول رہی تھی۔ عبایا' اسکارف لپیٹے' ایک پرس بھینچ کے سینے سے لگائے۔ وہ لڑکی خوفزدہ دکھائی دیتی تھی۔

"میں ... مجھے جانا ہے۔ سوری۔" وہ گھڑی پہ وقت دیکھتی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے حرم میں بیٹھے کافی دیر ہو چکی تھی۔ اسے اندھیرا ہونے سے پہلے جدہ واپس پہنچنا تھا۔ گو کہ یہ ایک محفوظ ترین شہر تھا' لیکن اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ آصف کے الفاظ ذہن میں گونج رہے تھے۔

وہ واپس جانے والے راستے کی طرف بڑھی۔

لیکن پھر.....

ایک منظر ذہن کے چوباروں سے باہر آیا اور حواسوں پہ چھانے لگا۔

ڈیسک پہ بیٹھی گھنگریالے بالوں والی لڑکی ... چہرہ اٹھا کے امید سے اسے دیکھ رہی تھی۔

مالا رک گئی۔ پلٹ کے اس بنگالی لڑکی کو دیکھا۔ وہ آنکھوں میں آنسو لیے اطراف میں انسانوں کے سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ کیا وہ اس کو یہاں چھوڑ کے جا سکتی تھی؟

(ہلال.... میرا پیچھا چھوڑ دو۔ پلیز۔) یہ کہنا آسان تھا۔ لیکن کیا پیچھا چھڑوانا اتنا آسان تھا؟

اس کے قدم واپس اٹھنے لگے۔ دماغ اور جسم دونوں نے مخالفت کی۔ لیکن آج دل کی مرضی چلنی تھی۔ اور جب دل اپنی کرنے پہ آجائے تو وہ کسی کی نہیں سنتا۔

وہ اس لڑکی تک آئی اور نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے۔

"اٹس او کے۔ ریلیکس... کچھ نہیں ہوتا۔ تمہارے پاس فون ہے؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ آنسو گرنے لگے۔

"صرف یہ۔" لڑکی نے ایک کارڈ نکال کے دکھایا۔ وہ ایک ہوٹل کارڈ تھا۔ اکثر گروپ میں آئے لوگ ایسے ہی کارڈ رکھتے تھے۔ لڑکی کی گردن میں ڈوری سے اس کا اپنا کارڈ بھی لٹک تھا جس پہ اس کی تصویری شناخت اور عمرہ گروپ کا نام لکھا تھا۔

"کتنی دیر ہوئی ہے؟"

"ایک گھنٹہ شاید۔" پھر وہ کچھ اور کہنے لگی لیکن اس کی زبان مالا کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ دماغ نے اندر سے جھنجھوڑا۔ تمہیں دیر ہو رہی ہے۔ مالا چلو یہاں سے۔ لیکن.....

"میں تمہیں پولیس والے شرطہ کے حوالے کرتی ہوں۔ وہ تمہیں ہوٹل پہنچا دے گا۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے ایک طرف لے آئی۔

(مالا تمہیں یہاں سے نکلنا ہے۔ اگر زیاد تمہارا پیچھا کر رہا ہوا تو....؟)

شرطہ کا مسئلہ وہی تھا جو حرم میں تعینات عربوں کا عمومی مسئلہ تھا۔ وہ انگریزی سے نابلد تھا۔ وہ ہر بات پہ جاؤ' موو' یلا (yallah) کہہ دیتا۔ وہ اس کو وہاں نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

(مالا... تمہیں دیر ہو رہی ہے۔)

وہ اس کا ہاتھ تھامے اب بیرونی گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے لڑکی کا ہاتھ نہیں چھوڑا یہاں تک کہ وہ پندرہ منٹ کی واک کے بعد ابراہیم خلیل روڈ پہ بنے ایک ہوٹل تک پہنچے۔

"یہی ہے۔ یہی ہے۔" لڑکی چہکی۔ وہ اس کے ساتھ لابی تک آئی۔ باہر مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ خیر ہے۔ اندھیرا ہو بھی گیا تو کیا تھا۔ یہ مکہ تھا۔ یہاں کوئی کسی عورت کو ہراس نہیں کر سکتا تھا۔

"تم یہاں اپنے گھر والوں کا انتظار کرو۔" نماز کے بعد اس نے بچی کو صوفے پہ بٹھایا۔ اب اسے جانا تھا۔ لیکن اس کے اٹھتے ہی بچی فوراً پریشانی سے کھڑی ہو گئی اور اس کا ہاتھ جکڑ لیا۔

"نہیں جاؤ۔"

"پلیز... مجھے جانا ہے۔" اس نے بدقت اصرار کیا لیکن وہ انہی بھیگی بنگالی آنکھوں سے اسے دیکھے گئی۔ مالا نے گہری سانس لی۔ یہ طے تھا کہ وہ اس کو تنہا چھوڑ کے نہیں جا سکتی تھی۔

"او کے... تمام... میں تمہارے ساتھ ہوں۔" وہ وہیں صوفے پہ بیٹھ گئی۔

ہوٹل میں لوگ آ جا رہے تھے۔ گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی گئیں اور باہر پھیلتا اندھیرا گہرا ہوتا گیا۔ لیکن مکہ کی رونق اندھیرے کے بعد بھی ویسی ہی تھی۔ یہ شہر ساری رات جاگتا تھا۔

یکدم لڑکی چہک کے اٹھی۔ مالا نے چونک کے دیکھا۔ پھر گہری سانس لبوں سے نکلی۔ داخلی دروازے سے ایک گروپ داخل ہوا تھا۔ اس میں سب سے آگے ایک روتی ہوئی بنگالی عورت تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی آئی اور اس لڑکی سے

لپٹ گئی۔

ساتھ کھڑا مرد ماتھے پہ ہاتھ رکھے بنگلہ میں کچھ کہہ رہا تھا۔ شاید یہ کہ یہ کوئی اتنا مسئلہ نہیں تھا جو وہ اتنی پریشان ہو رہی تھی۔ یہ حرم تھا۔ یہاں لوگ کھوئی ہوئی چیزیں ہی تو تلاش کرنے آتے تھے۔ یہاں خدا بھی مل جاتا تھا تو انسان کیسے کھو سکتا تھا؟

جب تک اس کی ماں نے چہرہ اٹھایا' وہ لڑکی جس نے اس کی بیٹی کو یہاں تک پہنچایا تھا' ہوٹل کا دروازہ کھول کے باہر نکل چکی تھی۔

بنگالی عورت نے ممنون نظروں سے دروازے کو دیکھا اور اس کی آنکھ سے پانی کا ایک موٹا سا قطرہ نیچے گرا۔

وہ قطرہ زمین پہ گرتے ہی اس میں جذب ہو گیا۔

لیکن وہ مرا نہیں۔

وہ زمین کے اندر تیرنے لگا۔ کسی مرکری کی گیند کی طرح وہ زمین کی مختلف تہوں میں سفر کرتا گیا۔

اس نے بہت سے صحرا عبور کیے لیکن وہ سوکھا نہیں۔

اس نے بہت سے سمندر عبور کیے لیکن وہ فنا نہیں ہوا۔

وہ بادلوں پہ اڑا اور جنگلوں میں جست لگا کے دوڑتا گیا۔

یہاں تک کہ وہ لاہور کے ایک پرانے بنے رہائشی بنگلے تک آن پہنچا۔

اس بنگلے کے لاؤنج میں تخت پہ نگینہ بیگم ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔ ان کو بخار آ رہا تھا اور اندرانی ان کے سرہانے بیٹھی ان کو دوا دے رہی تھی۔

ان دونوں سے چھپ کے وہ قطرہ زمین پہ رینگتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ نگینہ بیگم کے کمرے کے دروازے کی درز کے نیچے سے اندر داخل ہوا۔ دبئی کے فلیٹ کے برعکس (جہاں ان کا آستانہ بیسمنٹ میں تھا) اس گھر میں ان کا سب کچھ ان کے کمرے میں تھا۔

قطرہ قدم قدم چلتا ان کے کمرے میں داخل ہوا اور سیدھا ایک الماری کے کی ہول سے اندر داخل ہوا۔

اندر اندھیرے میں ایک باکس رکھا تھا۔ اس کے تالے کے سوراخ سے قطرہ اندر سرایت کر گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس میں رکھی ایک گڑیا تک پہنچ گیا۔

اس گڑیا کے دل میں ایک ساتھ کئی سوئیاں پیوست تھیں۔ ہر گزرتے مہینے ان سوئیوں میں اضافہ ہوتا گیا

تھا۔اس کے سارے وجود کے گرد دھاگے لپٹے تھے۔اور ان سیاہ دھاگوں میں موٹی موٹی گرہیں لگی تھیں۔وہ چار سال کی مسلسل محنت اور عمل کے بعد میچور ہونے والا جادو تھا۔

لیکن وہ قطرہ ایک ایک کر کے ان سوئیوں پہ چلنے لگا۔ایسے کہ وہ سوئیاں اس کے ساتھ گھلتی گئیں۔جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔باری باری سوئیاں پگھلتی گئیں۔اور دھاگوں کی گرہیں ایسے جل کے بھسم ہو گئیں جیسے وہ تیزاب کا قطرہ ہو۔

بالآخر گڑیا آزاد ہو گئی۔

اور تب.....وہ قطرہ فنا ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ جدہ جانے والی بس میں سوار تھی۔سر شیشے سے ٹکائے' اس نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔شاید وہ سو گئی تھی۔بس کو جیسے جھٹکا آیا۔وہ ایک دم چونک کے جاگی۔بے اختیار سینے پہ ہاتھ رکھا۔کچھ تھا۔کچھ محسوس ہوا تھا۔کچھ گیلا تھا۔جیسے کسی نے کچھ گرم گرم انڈیلا ہو۔

لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔مالا نے سر جھٹک دیا۔ایک سانس۔دو سانسیں۔تین۔

ایسے لگا جیسے برسوں بعد کندھوں کا بوجھ ہلکا ہوا ہو۔اسے جیسے معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

اسے زیاد کو کال کرنی تھی۔اسے زیاد سے بات کرنی تھی۔اسے کوئی فیصلہ کرنا تھا۔وہ اب مزید اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی۔

بس اس کے ہوٹل سے چند منٹ کی واک پہ رکی۔وہ نیچے اتری۔ہوٹل سامنے تھا۔اسٹریٹ کے کنارے پہ۔

چند قدموں کا سفر تھا۔چند زن سے گزرتی گاڑیوں کے سوا ہر طرف رات کی تنہائی تھی۔جدہ مکہ کی طرح نہ تھا۔یہاں رات ایسے نہیں جاگتی تھی البتہ وہ اب خود کو غیر محفوظ تصور نہیں کر رہی تھی۔وہ پرسکون تھی۔

اور اسی پل کسی نے پیچھے سے اس کے سر پہ کچھ دے مارا۔درد کی ایک شدید لہر اٹھی۔اس کے لبوں سے کراہ بھی نہ نکل سکی۔

ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نشا نتاشی کی اس بیکری کے باہر رات پھیلی تھی۔اسٹریٹ پہ ہنستے مسکراتے سیاحوں اور شہریوں کا رش دونوں

سمتوں میں بہہ رہا تھا۔ شیشے کی دیوار کے ساتھ ایک میز پہ بیربل فرید بیٹھا تھا۔ سامنے چائے کی پیالی رکھی تھی اور وہ اس کو دیکھتا کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

پھر اس نے موبائل اٹھایا اور ایک نمبر ملایا۔

"بولو؟" مالک کی اکتاہٹ بھری آواز گونجی۔

"مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔" پشیمانی سے اس نے چہرہ جھکا دیا۔

"صرف ایک؟"

"اس روز جو میں نے تمہیں کہا...." اس نے اضطرابی انداز میں بالوں میں انگلیاں چلائیں۔ ''کہ مالا سے رابطہ ختم کردو۔ مجھے یہ کہنے کا حق نہیں تھا۔"

''قطعاً نہیں تھا۔"

"کیا تم نے بھی اس سے رابطہ ختم کر دیا؟"

"میں نے زندگی میں پہلے کبھی تمہاری بات مانی ہے' بی؟"

بیربل بے ساختہ مسکرا دیا۔ بہت سا بوجھ کندھوں سے ہٹا۔

"ہمیں اس کو اکیلے نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ کیا وہ ٹھیک ہے؟"

"شاید۔"

بیربل کی مسکراہٹ ہلکی ہوئی۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"کیا مطلب شاید؟"

"اسے میری صاف گوئی پسند نہیں آئی۔ وہ ابھی اپنے شوہر سے علیحدہ ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

"کیا اس کی عقل ابھی تک واپس نہیں آئی؟" بیربل کو غصہ آنے لگا۔ ''اس کا شوہر ایک سرٹیفائیڈ قاتل ہے۔ وہ اسے بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"تو میں اور تم کیا کر لیں گے؟"

بیربل نے حیرت سے فون کو گھورا۔

"ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔ میرا خیال تھا تمہیں اپنے روبوٹ دل کے باوجود مالا کی پرواہ ہے۔"

"تم فلمیں دیکھنے کے شوقین ہو بیربل اور میں فلمیں نہیں دیکھتا۔ میں تمہیں اب وہ سچائی بتاتا ہوں جو اس دنیا میں

ازل سے ابد تک رہے گی۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"تم فلمیں دیکھنے کے شوقین ہو بیربل اور میں فلمیں نہیں دیکھتا۔"

(اس کی آنکھیں بہت بوجھل تھیں جیسے ان پہ منوں وزن ہوں۔ مالا نے پلکیں جھپکائیں۔ ایک نیم تاریک چھت دکھائی دی۔ فالس سیلنگ۔ سپاٹ لائٹس جو بجھی ہوئی تھیں۔ منظر دھندلا سا تھا۔)

"میں تمہیں اب وہ سچائی بتاتا ہوں جو اس دنیا میں ازل سے ابد تک رہے گی۔"

(وہ کہنی کا سہارا لیے اٹھی۔ لبوں سے کراہ نکلی۔ وہ کسی سخت شے کے اوپر لیٹی تھی۔ یا شاید بیٹھی تھی۔ اس نے ہاتھ سے ٹٹولا۔ آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں۔ شاید کسی دوا کا اثر تھا۔
وہ کہاں تھی؟)

"اور وہ سچائی یہ ہے کہ کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا۔ ہر انسان نے خود کو خود بچانا ہوتا ہے۔"

(اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ گردن موڑنے سے درد کرتی تھی۔ اس کے نیچے قالین تھا اور وہ دیوار کے کونے میں بیٹھی تھی۔ شاید جیسے گری ہوئی تھی۔ بدقت وہ سیدھی ہوئی۔ گہرے گہرے سانس لیے۔)

"تم اس کو نہیں بچا سکتے۔ نہ میں اس کو بچا سکتا ہوں۔"

(یہ کون سی جگہ تھی؟ وہ اس قالین کو پہچانتی تھی۔ وہ اس فالس سیلنگ والی چھت کو پہچانتی تھی۔
یہ اس کا اپارٹمنٹ تھا۔ جدہ والا اپارٹمنٹ۔)

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"ہمارے غلط فیصلے اور ہر بار ریڈ فلیگز نظر انداز کرنا بعض دفعہ ہمیں ایسے گڑھے میں گرا دیتا ہے جس سے کوئی رہائی نہیں ہوتی۔"

(کشمالہ مبین چونک کے سیدھی ہوئی۔ دھندلی بصارت کے پار دیکھا۔
یہ کمرہ.... یہ زیاد کا ہوم آفس تھا۔ وہ کمرہ جس میں زیاد سلطان اسے کبھی داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔)

"وہ لڑائی ہر انسان کی اپنی لڑائی ہوتی ہے۔ اس گڑھے سے اسے خود نکلنا ہوتا ہے۔"

(وہاں ایک کونے میں بک شیلف رکھا تھا۔ سامنے ایک اسٹڈی ٹیبل اور اس کے ایک طرف کرسی۔ وہ اس کرسی پہ بیٹھا تھا۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ مالا کے حلق میں کچھ اٹکا۔)

"آپ کسی عورت کو اس کی ٹاکسک شادی سے نہیں نکال سکتے جب تک کہ وہ خود اس سے نہ نکلنا چاہے۔"

(اس نے پلکیں جھپکائیں۔ منظر مزید واضح ہوا۔
وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ ویسا ہی تھا۔ لیکن آج کچھ بدلا ہوا تھا اس میں۔)

"آپ کسی مظلوم کو ظلم سے نہیں بچا سکتے جب تک وہ خود ظالم کا ہاتھ نہ روکے۔"

(وہ چہرہ آج خوبصورت نہیں تھا۔
وہ ایک عام سے انسان کا عام سا چہرہ تھا۔
ایک غصے بھرا چہرہ۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔
اس کا دماغ دھیرے دھیرے جاگنے لگا۔)

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"یہ اس دنیا کی تلخ سچائی ہے۔ یہاں کوئی کسی کو بچانے نہیں آتا۔"

"(زیاد؟" حلق سے خراب گلے جیسی آواز نکلی۔

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ اسے اسی طرح دیکھتا رہا۔

ایک خوف سا مالا کو اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔)

"میں تمہاری ماں کی لڑائی اس کے لیے نہیں لڑ سکتا تھا۔ نہ تم یا میں مالا کی لڑائی اس کے لیے لڑ سکتے ہیں۔"

("آپ... آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟" اس نے بے یقینی سے دائیں بائیں دیکھا۔ وہ کمرے کے کونے میں گٹھڑی کی مانند بیٹھی تھی۔ بال چہرے کے گرد بکھرے تھے۔ سر کے پچھلے حصے میں گومڑ سا بن گیا تھا جو مسلسل درد کر رہا تھا۔

" گیس کرو مجھے کیا معلوم ہوا؟" زیاد کی تیز نظریں اس کے اندر تک اتر رہی تھیں۔ اس کی آواز بھی اس کے چہرے جیسی بدلی ہوئی تھی۔)

"اس کے پاس بہت سے مواقع تھے اس گڑھے سے نکلنے کے لیے لیکن....(مالک نے افسوس سے گہری سانس خارج کی) یہ اس کی اپنی چوائسز ہیں۔"

" کیا تم اس کی مدد بھی نہیں کرو گے، مالک؟" بیربل کو جیسے شکوہ سا ہوا۔

("میں نیچے اسٹور تیج لا کر روم تک گیا۔ کچھ سامان اٹھانے.... جانتی ہو میں نے وہاں کیا دیکھا؟"

ایک سرد لہر کشمالہ کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ اس کا سانس رکنے لگا۔)

" کروں گا، لیکن تب جب وہ اپنی مدد خود کرے گی۔"

("میں نے دیکھا کشمالہ، کہ وہاں سے ایک شاپر غائب ہے۔ تمہاری ماں کی فلیش لائٹس والا شاپر۔" وہ

دھیرے سے اٹھا۔ وہ بے اختیار پیچھے ہونے لگی۔ آنکھوں میں خوف در آیا۔ ایک ایسا خوف جو قدرت نے ہر انسان' چرند پرند' حیوان کے اندر رکھا ہے۔ جب وہ کسی predator کو دیکھتا ہے تو ایسے ہی پیچھے کی طرف سمٹتا ہے۔

"اس کا ایک ہی مطلب ہے۔ کہ کوئی وہاں آیا تھا۔" وہ قدم قدم چلتا قریب آ رہا تھا۔ مالا کا چہرہ خوف سے سفید پڑنے لگا۔)

"جو شخص خود اپنی مدد نہ کرے' اس کی مدد خدا بھی نہیں کرتا۔ میں تو پھر ایک انسان ہوں۔"

بیربل فرید خاموشی سے سنتا رہا۔

"تمہاری فلموں میں ایسا ہوتا ہے بیربل' کہ مظلوم کو بچانے کے لیے اس کی پرواہ کرنے والے سارے لوگ پہنچ جاتے ہیں۔ حقیقت میں ایسا ہوتا تو دنیا کی کوئی عورت femicide (عورتوں کے قتل) کا شکار ہو کے ماری نہ جاتی۔"

"کیا غلط آدمی سے شادی کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی ایسی بھیانک سزا ملے' مالک؟"

"میں نے کہا نا' ہر فیصلہ مکمل درست یا مکمل غلط نہیں ہوتا۔ مگر ہر فیصلے کے ساتھ نتائج جڑے ہوتے ہیں۔ اور ان نتائج کے ساتھ رہنا پڑتا ہے۔ قسمت۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"اس کا ایک ہی مطلب ہے۔ کہ کوئی وہاں آیا تھا۔" وہ قدم قدم چلتا قریب آ رہا تھا۔ اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑنے لگا۔

"زز... زیادمیں..." آواز لڑکھڑا گئی۔ جسم ایسے مفلوج تھا جیسے کبھی ہل نہ سکے گا۔

"تم نے واقعی سوچا تھا کشمالہ مبین کہ تم میری جاسوسی کرو گی اور مجھے معلوم نہیں ہو گا؟"

وہ عین اس کے سامنے آ رکا۔ وہ بنا پلک جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا معلوم ہوا تمہیں اس سب سے؟" اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

"کک... کچھ نہیں۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔" وہ ہکلائی۔ زیاد نے آنکھیں بند کر کے ماتھے کو چھوا۔

وہ جان گیا تھا کہ وہ جان گئی ہے۔

"زیاد مجھے کچھ نہیں معلوم...." خوف اس کے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

کیا کہہ رہی ہے۔

"میں نے تمہارے لیے کیا نہیں کیا۔" وہ اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھا۔ اس کے چہرے پہ غصہ بھی تھا اور ملال بھی۔ یہ وہ آدمی نہیں تھا جس سے اس نے شادی کی تھی۔ یہ کوئی اور تھا۔

"میں نے ہر نعمت تمہارے سامنے رکھی۔ تمہیں کام کرنے کی آزادی دی۔ تمہارے اوپر گھر کی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالا۔ میں اچھا شوہر بننا چاہتا تھا لیکن تم..." وہ غرا رہا تھا۔ "تم نے میری قدر نہیں کی۔"

وہ بس ساکت سی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

یہ وہ چہرہ نہیں تھا جس کو وہ جانتی تھی۔

"میں تمہارے لیے اپنے ماں باپ سے دور آن بسا۔ تمہارے لیے میں نے سب کچھ چھوڑنا چاہا۔ لیکن تم... تم نے میرے ساتھ کیا کیا؟"

اس نے ایک دم پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔ مالا کے لبوں سے چیخ نکلی لیکن چیخ کا گلا گھٹ گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے زیاد کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن اس کے ہاتھوں میں اتنی طاقت نہیں تھی۔ مرد اور عورت برابر پیدا نہیں کیے گئے۔

"تمہاری ہر خواہش کے آگے میں نے سر جھکایا لیکن تم نے کیا کیا؟" وہ اس کی گردن پیچھے سے دبوچے کہہ رہا تھا۔ گردن کے ساتھ بال بھی اس کی مٹھی کی گرفت میں تھے۔

"زیاد... چھوڑو.... مجھے تکلیف ہو رہی ہے...." وہ کھانسی۔ اس کو سانس نہیں آ رہا تھا۔

"تم نے سب کچھ بگاڑ دیا۔ تمہارے ذرا سے تجسس نے ہم دونوں کی زندگی برباد کر دی۔"

"زز.... یاد...." اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ زیاد نے جھٹکے سے اس کی گردن چھوڑی۔

سانس کا راستہ بحال ہوا۔ وہ ایک ہاتھ دیوار پہ رکھے، دوہری ہوئی گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

"تم اب وہی کرو گی جو میں کہوں گا۔"

وہ وہاں سے اٹھا اور واپس کرسی کی طرف بڑھا۔

وہ ابھی تک تیز تیز سانس لے رہی تھی۔ آج جسم سہم گیا تھا۔ اس میں اٹھ کے بھاگنے کی ہمت نہ تھی۔ دماغ بھی اس کو تھم جانے کا مشورہ دے رہا تھا۔ لیکن دل آزاد تھا۔

"تم ایک قاتل ہو...."

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

زیاد سلطان کے قدم وہیں رک گئے۔ وہ واپس اس کی طرف گھوما۔

وہ گردن پہ ہاتھ رکھے، چہرہ اٹھائے اسے گلابی پڑتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پہ اب خوف نہیں تھا۔ وہاں نفرت تھی۔ غصہ تھا۔

یہ وہ چہرہ نہیں تھا جس سے زیاد نے شادی کی تھی۔

"کیا کہا تم نے؟" اس کا چہرہ غضب سے سیاہ ہونے لگا۔

"تم...." اس کا تنفس ابھی تک تیز تھا۔ "تم... ایک... قاتل ہو...." وہ خراب گلے جیسی آواز سے غرائی۔

زیاد سلطان جہاں تھا وہیں جم گیا۔

"اور تم نے میرے اوپر سحرِ عشق کیا تھا۔" مالا کی آنکھوں میں تپش تھی۔ تنفر تھا۔

"سحرِ عشق...." اس کے ہونٹ دھیرے سے ہلے۔

"وہ تم تھے جو میرا پیچھا کرتے تھے۔ یا تمہارے جنات۔ وہ تم تھے جس کے پاس میری تصویر تھی۔ تم نے کچھ کیا تھا میرے اوپر۔" اس نے خود کو کسی زخمی پرندے کی طرح چلاتے سنا۔

"مجھے سب نے کہا زیاد تمہارے قابل نہیں۔ لیکن تم...."

وہ اسے تم کہہ رہی تھی۔ وہ اسے کبھی تم نہیں کہتی تھی۔ وہ ساکت و جامد کھڑا تھا جیسے نمک کا مجسمہ ہو۔

"تم نے مجھے ٹریپ کیا تھا۔ میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں نے تمہیں انکار کر دیا تھا۔ تم نے سارا کھیل ترتیب دیا۔ تم نے جھوٹ بولا کہ تم اپنی کسی کزن سے شادی کر رہے تھے۔"

اسے کھانسی آئی۔ تنفس اب قدرے بہتر ہوا۔ مگر آنکھوں کی نفرت ہر پل بڑھ رہی تھی۔

"سب تمہارا ڈرامہ تھا۔ تم نے میری اِن سیکیورٹیز کو نشانہ بنایا۔ تم نے مجھے خوف کا شکار کیا۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ میں ثمر خالہ کی بات نہ مانوں۔ میں ماہی کی بات نہ سنوں۔ میں اتنی بے وقوف نہیں تھی، زیاد۔" وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی، نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ ہاتھ سرخ پڑتی گردن پہ تھا۔

"مجھے تم سے کبھی محبت نہیں تھی، زیاد۔ لیکن...." اس کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

"تم سے زیادہ مجھے کسی انسان سے نفرت بھی نہیں ہوئی۔"

زیاد کا چہرہ سیاہ پڑتا گیا۔ وہ ابھی تک ہل نہیں سکا تھا۔

"تم ایک ہارے ہوئے انسان ہو، زیاد سلطان۔ تمہاری ساری زندگی ایک فریب ہے۔ تم صرف ایک

سائیکو پیتھ قاتل ہو۔"

زیاد نے بے اختیار کرسی کے ساتھ رکھا کچھ اٹھایا۔ وہ اس شے کو پہلے بھی دیکھ چکی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ کیا ہے۔

وہ ایک بھوری چمڑے کی بیلٹ تھی۔

لیکن ابھی وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ زیاد کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"مجھے مارنا چاہتے ہو تو مار دو۔ لیکن اگر میں زندہ رہی تو نہ میں اس گھر میں رہوں گی' نہ تمہاری زندگی میں۔"

وہ سرخ بھبھوکا چہرہ لیے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مالا نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور دونوں کہنیاں ایکس کی صورت میں اپنے چہرے کے سامنے کر لیں۔ سارے خوف دم توڑ گئے تھے۔ اس کا دل آزاد تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کیف کے کانفرنس روم کی کھڑکی میں رکھے پودے عدم توجہی کے باعث مرجھائے ہوئے لگ رہے تھے۔ یا شاید وہ اس گفتگو کو سن رہے تھے جو طویل میز کے کنارے بیٹھے تین افراد میں ہو رہی تھی۔

ماہر سربراہی کرسی پہ براجمان' سامنے رکھے کاغذات دیکھتا مسلسل دو انگلیوں سے داہنی کنپٹی مسل رہا تھا۔ اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ اور خاموش۔ دائیں ہاتھ بیٹھی شبنم دونوں ہاتھ ہلاتی ناخوشی سے کچھ بتا رہی تھی۔ (انویسٹرز پیسہ کھینچ رہے ہیں.... ڈیڈ لائن تک پروجیکٹ کیسے....) ماہر فرید جیسے اس کو نہیں سن رہا تھا۔ کاغذوں پہ لکھے نمبرز اپنی کہانی آپ بتا رہے تھے۔

''کیا ہوا اگر پروجیکٹ فلاپ ہو گیا تو؟'' بیربل بے زاری سے اونچا سا بولا تو دونوں نے چونک کے اسے دیکھا۔ وہ ایک کرسی پہ بیٹھا' اسے دائیں بائیں گھماتا' ہاتھ میں پکڑے گیند کو اوپر نیچے اچھال رہا تھا۔

''بیربل تمہاری ایک بیکری بھی ہے نا جسے تمہیں چلانے کی ضرورت ہے؟'' شبنم نے بہت ضبط سے اسے مخاطب کیا۔

''تم چاہتی ہو کہ میں اپنے کرائسز میں گھرے بھائی کو چھوڑ کے بیکری پہ چلا جاؤں؟'' اس نے بہت افسوس سے شبنم کو دیکھا۔ ''میں صرف سست اور کاہل ہوں۔ خودغرض نہیں۔''

ہونہہ میں سر جھٹکا۔ پھر گیند اوپر اچھالی۔ وہ جیسے ہی نیچے آئی' بیربل کے چہرے کے زاویے بگڑے۔ اس نے شیشے کے پار کسی کو دیکھ لیا تھا۔

''آ گئی وٹامن۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''آپ کو اس کیس سے جلد از جلد نکلنا ہے' ماہر بے۔ ورنہ بمشکل اپنے پیروں پہ کھڑا ہونے والا کیف پھر سے ڈھے جائے گا۔'' شبنم اپنی چیزیں اٹھاتے ہوئے تشویش سے کہہ رہی تھی۔ ماہر نے جواب نہیں دیا۔ اسی طرح بیٹھا رہا۔ شبنم باہر نکلی تو وہ اندر آئی۔ ماتھے پہ سن گلاسز ٹکائے' اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ لیدر بریف کیس میز پہ رکھا اور جب بولی تو چہرے پہ زمانے بھر کی فکرمندی تھی۔

''ماہر بے... بری خبر ہے۔''

''آپ کبھی اچھی خبر کے ساتھ آئی ہیں' وٹامن حانم؟'' وہ پھر سے گیند اوپر نیچے اچھالنے لگا تھا۔ سوزی نے بگڑ کے اسے دیکھا۔

''پلیز اس man-child سے کہیں' یہ یہاں سے چلا جائے۔ میرا موڈ پہلے ہی خراب ہے۔''

بیربل فرید کے سر پہ لگی' تلووں پہ بجھی۔ گیند دبوچ کے وہ تیزی سے کھڑا ہوا۔

''مین واٹ؟ کیا کہا؟'' اس کا چہرہ سرخ ہوا۔ بے بسی سے ماہر کو دیکھا جو ابھی تک ان دونوں سے بے نیاز تھا۔

''مین چائلڈ۔ میں نے کہا مین چائلڈ۔'' وہ چبا چبا کے کہتی بریف کیس کھول رہی تھی۔ وہ ابھی تک کھڑی تھی۔

''میں بتا رہا ہوں' ماہر آفندی۔ یہ لڑکی مالک کے کہنے پہ کسی خفیہ ایجنڈے پہ یہاں آئی ہے۔''

پھر اس نے پیر پٹخا اور تن فن کرتا باہر نکل گیا۔

سوزی نے افسوس سے اسے جاتے دیکھا۔

''آپ کو بھی یہ لگتا ہے کہ میں یہاں خفیہ ایجنڈے پہ آئی ہوں؟''

''نہیں۔'' ماہر فرید نے نرمی سے کہتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ''مجھے ایسا لگتا نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے۔''

سوزین ایک لمحے کے لیے کچھ بول نہیں سکی۔

''میں...''

''تم نے مجھے کہا تھا کہ میری پاس دو آپشن ہیں۔ لیکن نہیں۔ ایک تیسرا آپشن بھی ہے جو مالک نے تمہیں بتانے کے لیے کہا ہوگا لیکن اتنے دن سے تم اس بات کا ذکر نہیں کر رہیں کیونکہ تم چاہتی ہو کہ....'' وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے سوچ سوچ کے کہہ رہا تھا۔ سوزین نے بہت سا تھوک نگلا۔

''کہ پہلے میں تم پہ اعتبار کروں۔ وہ میں نہیں کروں گا۔ اس لیے تم مجھے تیسرا آپشن بتا سکتی ہو۔''

''پہلے یہ دیکھیں۔'' اس نے گہری سانس لی اور چند پرنٹ آؤٹس بیگ سے نکال کے سامنے رکھے۔ ماہر کی نظر

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ان پہ پڑی تو وہ چونکا۔

''پولیس کمشنر کو نیا evidence ملا ہے۔''

وہ تیزی سے سیدھا ہوا اور کاغذ اٹھائے۔

''میرے پولیس سورس کے مطابق غالب نواز کے ناخنوں کی نیچے سے ڈی این اے دریافت ہوا ہے۔''

''اس کی لاش ابھی تک مورگ میں ہے؟'' وہ حیران ہوا۔ پھر چونک کے اسے دیکھا۔ ''یہ ڈی این اے قاتل کا ہوسکتا ہے۔''

''اگر قاتل کا ہوتا تو پہلے مل جاتا۔ اتنے دن بعد ملنے کا یہی مطلب ہے کہ کسی نے اسے وہاں پلانٹ کیا ہے۔''

ماہر کے لبوں سے گہری سانس خارج ہوئی۔ اس نے کاغذ بے دلی سے پرے ڈال دیے۔

''ہم نے جج کو خریدا اور انہوں نے لیب کے فارنزک اینالسٹ کو۔''

''ڈی این اے کا رزلٹ چوبیس سے بہتر گھنٹے گھنٹے میں آجائے گا۔''

''اتنا وقت کیوں لگے گا؟ نوے منٹ میں آجانا چاہیے۔''

''یہ ترکی ہے۔ کرائم لیب والے کافی سست ہیں۔ وہ جان بوجھ کے رزلٹ میں تاخیر کریں گے اور اصل قاتل سے زیادہ پیسے ہتھیائیں گے۔ لیکن ٹیسٹ رزلٹ آتے ہی وہ ضمانت کو منسوخ کروانے کے لیے جج کے پاس جائیں گے۔ اگر ڈی این اے آپ کا نکلا تو ضمانت منسوخ ہو جائے گی۔''

''میں جیل نہیں جاؤں گا۔'' اس کے چہرے پہ برہمی در آئی۔

''ضمانت منسوخ ہونے کے بعد ہمیں پہلی تاریخ چھے ماہ بعد کی ملے گی۔ ہم چھے ماہ میں ہم بھرپور محنت کر کے اس کیس کا رخ بدل سکتے ہیں۔ ہم تمام ملوث ارکان کی گواہیوں کو ڈس کریڈٹ کر سکتے ہیں۔ چھے ماہ بہت ہوتے ہیں تمام ثبوت اپنے حق میں کرنے کے لیے۔ عدالتی کارروائیوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن....''

''لیکن ضمانت منسوخ ہونے کی صورت میں مجھے چھے ماہ تک جیل میں رہنا ہوگا؟'' اس کے سارے اعصاب تن گئے۔

''یہ آپ کا پہلا آپشن ہے۔''

''اور میرا آخری آپشن کیا ہے' اوکات حانم؟''

وہ ٹیک لگائے بیٹھا' بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

''یہ وہ آپشن ہے جو مالک بے نے دیا تھا۔لیکن میں جانتی ہوں کہ اس وقت یہی بہترین آپشن ہے۔''

سوزین نے الفاظ جوڑے لیکن اس سے پہلے ہی وہ بول پڑا۔

''یہی کہ میں واپس لندن چلا جاؤں؟''اس کے ہونٹوں پہ ایک آزردہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔سوزی نے گہری سانس لی اور اثبات میں سر ہلایا۔

''ضمانت منسوخ ہونے سے پہلے آپ ملک سے نکل جائیں۔اور اگلے پانچ چھے ماہ لندن میں گزاریں۔ہم آپ کی بیماری کا ریکارڈ داخل کروادیں گے۔اگلی پیشی پہ آپ واپس آسکتے ہیں۔تب تک ہم کیس کا رخ اپنے حق میں بدل چکے ہوں گے۔یہ ترکی ہے۔یہاں ایسے ہی ہوتا ہے۔''

اس نے گہری سانس لی اور سر سیٹ کی پشت سے ٹکایا۔پھر کمر پہ زور دے کر سیٹ کو پیچھے کیا۔پھر آگے۔پھر پیچھے۔نگاہیں چھت پہ تھیں اور کرسی اوپر نیچے جھول رہی تھی۔

''میں نے برسوں پہلے مالک سے کہا تھا کہ میں اس شہر میں واپس نہیں جاؤں گا جہاں سے مجھے نکالا گیا تھا۔''

''آپ نے وہ شہر خود چھوڑا تھا۔''

''کیونکہ وہاں کے لوگوں نے مجھ پہ اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا۔''

''آپ کو سائیکوسس کے دورے پڑتے تھے۔مالک بے نے وہی کیا جو آپ کے حق میں بہتر تھا۔ٹھیک ہے ان کا پلان بہت پیچیدہ تھا۔وہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہ رہے تھے۔لیکن وہ صرف آپ کی بھلائی چاہتے تھے۔''

ماہر نے اثبات میں سر ہلایا۔وہ ہنوز چھت کو دیکھ رہا تھا۔

''کیا آپ انہیں معاف کر سکتے ہیں؟''

''میں نے اسے برسوں پہلے معاف کر دیا تھا۔لیکن میں اس پہ اعتبار نہیں کر سکتا۔''

''آپ کو اپنا سوچنا ہے۔ان کا نہیں۔اس وقت بہتری اسی میں ہے کہ آپ اس ملک سے غائب ہو جائیں۔آپ کا نام ابھی کسی واچ لسٹ میں نہیں ہے۔آپ آرام سے پہلی فلائٹ پکڑ کے یہاں سے نکل سکتے ہیں۔''

اس نے جواب نہیں دیا۔وہ خاموشی سے چھت کو دیکھتا رہا۔

''میں مالک سے کیا کہوں؟''وہ ہر روز مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ماہر راضی ہوا یا نہیں۔''وہ غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''یہ اس کا گلٹی کانشنس ہے جو مجھے واپس لانا چاہتا ہے۔''

www.facebook.com/nemrahahmed.official

''اپنا سوچیں، ماہر بے۔ آپ کو اس ملک سے آزادی چاہیے۔ آپ کا پروجیکٹ آپ کے پیچھے بھی چلتا رہے گا۔''

''میں سوچوں گا۔''

ایک سوگوار مسکراہٹ سوزی کے لبوں پہ بکھر گئی۔

''ویسے اگر آپ مالک پہ اعتبار نہیں کرتے تو مجھے ہائر کیوں کیا؟''

''کیونکہ میں جانتا ہوں، وہ کسی نااہل وکیل کو میرے پاس نہیں بھیجے گا۔''

باہر شبنم کے ڈیسک پہ بیٹھا بیربل اسی طرح گیند ہوا میں اچھال کے کیچ کر رہا تھا۔ شبنم نے کمپیوٹر سے نظریں اٹھا کے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔

''تمہارے برعکس دوسرے لوگوں کو کام کرنے ہوتے ہیں۔''

''حالانکہ تمہیں اپنے باس پہ نظر رکھنی چاہیے۔''

شبنم نے آنکھیں چھوٹی کیں اور کانفرنس روم کی طرف دیکھا۔ سوزی دروازے سے نکل رہی تھی۔

''تمہارا اور اس وکیل کا بہت اچھا کپل بنے گا۔ چیک کر لینا کہ وہ کہیں committed تو نہیں۔ ورنہ تم تو ہمیشہ ہی available ہوتے ہو۔''

بیربل کا چہرہ گلابی ہوا۔ پیر پٹخ کے اٹھا اور کانفرنس روم کی طرف بڑھ گیا۔

''کیا کہہ رہی تھی وٹامن حانم؟'' تجسس سے اس کا برا حال تھا۔ تیزی سے کرسی کھینچی۔

''بیربل فرید!'' ماہر نے غور سے اس کو دیکھا۔ ''اس لڑکی کے بارے میں سوچنا بھی مت۔ وہ تمہاری ٹائپ نہیں ہے۔''

بیربل کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''واٹ؟ تم....''

''کہا نا، سوچنا بھی مت۔'' اس کے انداز میں واضح تنبیہہ تھی۔

''تمام تمام۔ میں سمجھ سکتا ہوں۔'' بیربل نے ہاتھ اٹھا دیے۔ ''بطور میرے بھائی تم مجھے کسی لڑکی سے دور رہنے کے لیے کہہ رہے ہو، کیونکہ تم جانتے ہو وہ میرے حق میں اچھی ثابت نہیں ہوگی۔'' وہ سرسری سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

ماہر نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''ہاں۔اور اس لیے بھی کہ تم اسٹوپڈ ہو۔''

اس سے پہلے کہ بیربل خفا ہوتا' اس کا موبائل تھرتھرایا۔میسیج دیکھتے ہی ایک گہری سانس لبوں سے خارج ہوئی۔

''وہ ٹھیک ہے۔''اس نے جیسے سکون کا سانس لیا۔

''کون؟''ماہر نے سوالیہ ابرو اٹھایا۔

''مالا۔ مجھے اس کی فکر تھی۔''وہ واپس موبائل جیب میں ڈال رہا تھا۔''میں نے اسے صبح کال کی تھی لیکن اس نے نہیں اٹھائی۔ابھی اس نے مجھے میسیج کیا ہے کہ وہ ٹھیک ہے۔وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ رہی۔کسی ہوٹل میں ہے۔اور یہ بھی کہ ابھی وہ کچھ دن اکیلے رہنا چاہتی ہے۔یعنی میں اسے تنگ نہ کروں۔''

بیربل کے جانے کے بعد ماہر نے فون اٹھایا۔اسکرین روشن کی۔وہاں کوئی کال یا میسیج نہ تھا۔اس نے مالا کی چیٹ کھولی۔اب وہ اسکی پروفائل پکچر نہیں دیکھ سکتا تھا۔کیا اس نے اسے بلاک کر دیا تھا؟

اس نے ماہر کو تب بھی بلاک نہیں کیا تھا جب اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ کیف نہیں' ماہر ہے۔کیا اس کی بے زاری اس حد تک بڑھ چکی تھی؟

اس نے سوزی کا نمبر ملایا اور فون کان سے لگایا۔

''تم درست کہہ رہی تھیں۔ مجھے اپنے لیے کوئی فیصلہ لینا ہے۔''اس نے خود کہتے سنا۔''مالک سے کہو' میں اس کی ملکہ کے ملک واپس آنے کے لیے تیار ہوں۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اپارٹمنٹ کے لونگ روم میں بیٹھا زیاد سلطان عینک لگائے کشمالہ مبین کا موبائل اٹھائے باری باری تمام چیٹس کور پلائی کر رہا تھا۔بیربل کو جواب دے کر اس نے فیملی گروپ کھولا جہاں خاموشی تھی۔

''میں کچھ دن کے لیے ڈیجیٹل ڈی ٹوکس پہ جا رہی ہوں۔فون آف کر کے کام پہ فوکس کروں۔''پیغام لکھ کے بھیج دیا۔وہ احتیاط سے ٹائپ کر رہا تھا۔ایک ایک اسپیلنگ مالا کے انداز میں۔مالا اکثر ایسے کرتی تھی۔کام پہ توجہ دینی ہوتی تو ڈیجیٹل ڈی ٹوکس پہ چلی جاتی اور ساری سوشل میڈیا ایپس بند کر دیتی۔

''آر یو او کے؟''عبدالمالک فرید کی چیٹ میں تازہ پیغام جگمگا رہا تھا۔پیچھے سے چیٹ خالی تھی۔یقیناً مالا نے ڈیلیٹ کر دی تھی۔زیاد کے ابرو بھنچ گئے۔پھر وہ جواب لکھنے لگا۔وہ ٹھیک ہے اور کچھ دن کی تنہائی چاہتی ہے۔

پھر اس نے ماہر فرید کی چیٹ ڈھونڈی۔وہاں ماہر کے نام سے ایک ہی نمبر محفوظ تھا۔برطانیہ کے کوڈ والا نمبر جو

برسوں سے ماہر کی ملکیت تھا۔ لیکن اس کی چیٹ ڈیلیٹ شدہ تھی۔ زیاد نے نمبر بلاک کر دیا۔

اندر زیاد کے ہوم آفس کے باتھ روم کا دروازہ کھلا تھا۔

وہ سنک پہ ہاتھ رکھے آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ بال الجھے ہوئے دائیں بائیں بکھرے تھے۔ گردن پہ لکیروں کی صورت میں نیل پڑے تھے۔ ایک آنکھ بری طرح سوجی ہوئی تھی اور اس کے نیچے سرخی مائل نیلاہٹ تھی۔ ناک کے وسط میں سیاہی مائل نشان۔ ہونٹوں پہ جما خون۔

پھر اس نے دھیرے سے کندھے سے شرٹ دھکیلی۔ وہاں بہت سے نشان تھے۔ کندھے۔ کمر۔ اس کا سارا جسم درد کر رہا تھا۔ مگر یہ ایسے نشان جو لباس میں چھپ جایا کرتے ہیں۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑی خود کو دیکھتی رہی۔ پھر نل کھولا۔ ہتھیلیوں میں پانی بھر کے چہرے پہ ڈالا۔ جلتی آنکھوں کو ٹھنڈک ملی۔ ٹھنڈے زخموں کو جلن پہنچی۔

پھر دیوار کا سہارا لیا۔ اس کا سارا جسم درد سے ٹوٹ رہا تھا۔ بدقت وہ باہر آئی۔

کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ دروازے تک آئی اور اسے کھٹکھٹایا۔ ایک دفعہ۔ دو دفعہ۔ اتنی دفعہ کہ بازو درد کرنے لگے۔ اس نے نڈھال سے انداز میں گہرے گہرے سانس لیے۔

وہ قدم قدم چلتی دیوار کو پکڑے اپنے اسی کونے میں آ گئی۔ پھر وہ نیچے بیٹھتی گئی۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی۔ اور چہرہ سپاٹ تھا۔

جھک کے ٹرے مالا کے سامنے فرش پہ رکھی۔ اس میں چاول تھے۔ اوپر چکن پیس۔ یہ اس کا سعودی عرب میں فیورٹ کھانا تھا۔ زیاد سلطان نے اس کا فیورٹ کھانا آرڈر کیا تھا۔ البتہ ساتھ نہ کانٹا تھا نہ چمچ۔ وہ اس وقت کوئی ہتھیار اس کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا تھا۔

وہ خاموشی سے کھانے کو دیکھتی رہی۔

(وقت پیچھے چلا گیا تھا۔ وہ ایک شادی سے لوٹی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہاں اس کے چہرے کی ایکنی کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ اسی لیے اس کے لیے ان آنٹی نے رشتہ نہیں بھیجا تھا۔ اس کی ساری ذات سوالیہ نشان بن گئی تھی۔ وہ اوپر اسٹوڈیو میں بند ہو گئی تھی۔ بخت بی کھانے کے لیے بلاتی رہی لیکن وہ نہیں آئی۔ پھر ماں نے خود ٹرے تھامی اور سیج سیج کے زینے چڑھتیں' دیوار کا سہارا لیتیں' اوپر آئیں۔ دروازے کے باہر ٹرے رکھی۔ خود بھی

بدقت وہاں اوپری زینے پہ بیٹھ گئیں۔

''کھانا کھالو' بیٹے۔کھانے سے کیا ناراضی؟'')

وہ گھٹنے زمین سے لگائے' جدہ کے اپارٹمنٹ کے اس قید خانے میں بیٹھی' کھانے کی ٹرے کو دیکھ رہی تھی۔

''تم سہیل کی شادی پہ تھے۔'' اس کی نظریں بھورے چاولوں پہ جمی تھیں۔زیاد اب اپنی کرسی پہ بیٹھ چکا تھا۔

''لیکن مجھے یاد نہیں۔ ماہی کہتی ہے کیوں یاد نہیں۔تم نے کچھ کیا تھا میرے اوپر۔کسی وجہ سے تم نے مجھے وہ واقعہ بھلوا دیا۔ ماں کہتی تھیں' شیاطین چیزیں بھلوا دیتے ہیں۔''

وہ گیلی آواز میں بول رہی تھی۔تھوڑی گھٹنے پہ ٹکائے' نظریں پلیٹ پہ مرکوز تھیں۔

''سبرینہ تمہاری منگیتر نہیں تھی۔ وہ ایک جھوٹ تھا جو تم برسوں سے بولتے آئے تھے۔ایک sob story تاکہ میں تم پہ ترس کھاؤں۔ مجھے چیزوں کو' انسانوں کو' اپنے بہن بھائی کو' سب کو فکس کرنے کی عادت تھی۔ میں نے ماں کو بھی فکس کرنا چاہا۔میں اپنے گھر کا فکسر تھی۔تم چاہتے تھے کہ میں تمہیں بھی فکس کروں۔لیکن...'' پھر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''لیکن کوئی عورت کسی مرد کو فکس نہیں کر سکتی۔کوئی انسان بدل نہیں سکتا۔ جو بدلتے ہیں وہ اپنے لیے بدلتے ہیں۔''

''تمہارے پاس موقع تھا۔'' وہ بولا تو اس کے انداز میں شکوہ تھا۔''تم محبت سے میری اصلاح کر سکتی تھی۔تم مجھے بدل سکتی تھیں۔لیکن تمہیں میری پرواہ ہی نہیں تھی' کشمالہ۔تمہیں اپنے بہن بھائی' استنبول ٹرپس' اپنے کام کی پرواہ تھی۔اور ان کی جنہیں تم فیملی فرینڈز کہتی ہو۔'' انداز میں طنز در آیا۔مالا نے گیلی آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

''وہ سب تم سے بہتر تھے' زیاد۔وہ سب ٹھیک تھے۔ میں غلط تھی۔''

زیاد سلطان کے ماتھے کی رگیں بھنچ گئیں۔چہرہ سرخ پڑنے لگا۔مگر وہ نڈر سی کہہ رہی تھی۔

''ماہر بھی ٹھیک کہتا تھا۔تم مجھے ہرٹ کرو گے۔اور تم مجھے بری طرح ہرٹ کرو گے۔''

''دیکھا تھا میں نے۔وہ تمہیں کالز کر رہا ہے کئی دن سے۔''

مالا نے افسوس سے اسے دیکھا۔

''تمہیں لگتا ہے میں نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی ہے؟'' وہ اب خوفزدہ نہ تھی۔اس کے چہرے پہ صرف

افسوس تھا۔

''میں نے ماہر فرید کو اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ وہ ایسا کچھ سوچ سکے۔'' آخر میں وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''تم نے اسے اس کیس میں پھنسایا ہے نا؟'' وہ اسی تاسف سے اسے دیکھ رہی تھی۔ آواز ہلکی تھی۔

''Guilty as charged'' زیاد سلطان نے سر کو خم دیا۔ وہ بالکل سنجیدہ تھا۔

''اور مجھے یہاں قید کر کے کیا کرو گے؟ میری یادداشت مٹا دو گے؟ یا مجھے خود سے محبت کرنے پہ مجبور کر دو گے؟'' پھر افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

''میں تم سے طلاق لوں گی' زیاد۔ میں .. تم سے .... طلاق ... لوں گی۔'' ایک ایک لفظ پہ زور دیا۔

''طلاق ایک بہت بڑا لفظ ہے' کشمالا۔ ٹھہرو ... میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس لفظ کا مطلب کیا ہے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور جیبوں میں ہاتھ ڈالے کمرے میں ٹہلنے لگا۔

''طلاق لے کر تم کہاں جاؤ گی؟ اپنے گھر؟ وہ معید ایسے بیچ دے گا جیسے اس نے باغ بیچا تھا۔ تمہارے خیال میں' میں نہیں جانتا؟'' وہ طنز سے ہنسا۔

''معید کے گھر میں تمہارے لیے اب جگہ نہیں ہوگی کیونکہ اب وہاں تمہاری بھابھی ہے۔ اور وہ مجھے عورت ایسی نہیں لگی مجھے جو تمہیں برداشت کرے گی۔ تمہارے پاس پاکستان میں نہ کوئی گھر ہوگا نہ کیریئر۔ اور طلاق یافتہ عورت کا اکیلے رہنا.... اونہوں۔ تم معاشرے کی باتیں سن نہیں سکو گی۔''

وہ گھٹنے سینے سے لگائے دیوار سے لگی بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

''تم لوگوں سے نہیں ملو گی تو وہ تمہارے بارے میں باتیں کریں گے۔ ملو گی' تب اور زیادہ باتیں کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ سسرال کے بغیر independent گھر ملا تھا کشمالہ کو۔ باہر کا ملک تھا۔ پھر بھی کشمالہ نہیں رہ سکی۔ گھر نہ بسا سکنا ایک بہت بڑا فیلیئر ہے۔ اور تم سارے خاندان میں ایک فیلیئر بن جاؤ گی۔''

وہ دائیں سے بائیں چکر کاٹ رہا تھا۔ مالا کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔

''تمہارے گھر کے ملازم تک تمہیں ترس سے دیکھیں گے۔ ایک ایسی عورت جس کے شوہر نے اسے چھوڑ دیا۔ کوئی نہیں یقین کرے گا کہ تم نے مجھے چھوڑا۔ سب کہیں گے میں نے تمہیں طلاق دی۔''

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ گرم آنسو گال پہ گرنے لگے۔

''تم تیس کی عمر کو تم پہنچ رہی ہو۔ طلاق کے بعد خوبصورت سے خوبصورت عورت کو بھی سارے مرد دستیاب سمجھتے

لگتے ہیں۔ جیسے اب وہ اس کے قابل ہو گئے ہیں۔ موٹے بھدے مرد۔ بدصورت مرد۔ شادی شدہ مرد۔ کنگال مرد۔ کوئی اس عورت کی عزت نہیں کرتا جسے اس کے شوہر نے چھوڑ دیا ہو۔''

اس نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے لیکن زیاد کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ اس آواز کا گلا نہیں گھونٹ سکتی تھی۔

''تم سے کوئی شادی نہیں کرے گا۔ طلاق یافتہ عورتوں سے کوئی شادی نہیں کرتا۔ کرتا بھی ہے تو ساری عمر جوتے کی نوک پہ رکھتا ہے۔ پچھلے مرد کے طعنے دیتا ہے۔ زیاد سلطان کے نام کا دھبہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔''

''اسٹاپ اٹ....'' وہ زور سے چلائی لیکن وہ کہہ رہا تھا۔

''تم اپنی کہانی جس کو بھی سناؤ گی' وہ یقین نہیں کرے گا۔ تمہاری بات پہ کوئی پاکستان میں کیا' یہاں بھی یقین نہیں کرے گا۔ کیونکہ عورتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔ جھوٹ موٹ کے زخم بنا لیتی ہیں۔ ان کی ساری عمر اداکاری کرتے گزرتی ہے۔ طلاق ایک بہت بھاری لفظ ہے' کشمالہ مبین۔''

اس کا لہجہ طنز سے بھرا تھا۔

''اس لیے اب تم یہاں بیٹھ کے سوچو کہ کس میں خسارہ کم ہے۔ طلاق جیسا بھاری لفظ اپنا کے ایک خوفزدہ' برتی ہوئی عورت کی طرح زندگی گزارنا۔ یا اپنے شوہر کے ساتھ عزت سے زندگی گزارنا۔ چاہے تمہیں وہ شوہر کتنا ہی ناپسند کیوں نہ ہو۔''

اس نے زور سے دروازہ بند کیا اور باہر نکل گیا۔

مالا نے سر گھٹنوں پہ رکھ دیا۔ ہر طرف اب اندھیرا تھا۔ ساری آوازیں خاموش ہو گئی تھیں۔ ساری جنگیں دم توڑ گئی تھیں۔

جسم کی۔ دماغ کی۔ دل کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

زیاد سلطان دوبارہ کمرے میں آیا تو وہ اسی طرح کونے میں بیٹھی تھی البتہ اب اس کی آنکھیں خشک تھیں۔ اس نے سامنے رکھی ٹرے دیکھی۔ وہ خالی تھی۔ وہ کھانا کھا چکی تھی۔ یہ پہلی دفعہ تھا جب اس نے قید میں کھانا کھایا تھا۔

وہ واپس اپنی کرسی پہ بیٹھا اور ٹانگ پہ ٹانگ جمالی۔

''کیا فیصلہ کیا؟'' اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔

اس نے زخمی چہرہ اٹھا کے زیاد کو دیکھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''میں طلاق نہیں لوں گی۔'' وہ سارے فیصلے کر چکی تھی۔

زیاد سلطان کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

''لیکن ہم پاکستان واپس جائیں گے۔ میں تمہارے ماں باپ کے ساتھ تمہارے گھر میں رہوں گی۔ تاکہ وہ گواہ رہیں۔ اور تم مجھ پہ کبھی ہاتھ نہیں اٹھاؤ گے۔''

وہ مسکرا دیا۔

پھر اس کے چہرے پہ ایک تاثر ابھرا جو پہلے وہاں نہیں تھا۔ ڈھیروں پشیمانی کا تاثر۔

''آئی ایم سوری۔ میں غصے میں آ گیا تھا۔'' اس کی آواز دھیمی ہو گئی۔

''مجھے پاکستان واپس جانا ہے۔ یہ گارنٹی تم مجھے دو گے۔''

''تم جو گارنٹی مانگو گی میں تمہیں دوں گا۔ میں اپنا گھر نہیں توڑنا چاہتا۔''

''گھر۔ ہونہہ۔'' سلگتی آنکھوں سے زیاد کو دیکھتی وہ دیوار کا سہارا لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اور بے فکر رہو۔ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔'' ایک زخمی' جتاتی ہوئی نظر اس پہ ڈالی۔ پھر دیوار کو ٹٹول کے تھامے' قدم قدم باتھ روم کے دروازے تک بڑھنے لگی۔ دروازے تک پہنچ کے وہ رکی۔ جیسے چکر سا آیا۔ زیاد بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

''تم ٹھیک ہو؟''

''تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ پھنکاری۔ پھر دروازے کا سہارا لیے اندر داخل ہوئی۔ سامنے واش بیسن پہ لگا آئینہ اس کا عکس دکھا رہا تھا۔ پیچھے چوکنے سے کھڑے زیاد کا عکس بھی نمایاں تھا۔

وہ سنک پہ دونوں ہاتھ رکھے جھکی' اور آنکھیں بند کر لیں۔

''کشمالا...'' وہ چونک کے اس کے پیچھے آیا۔ وہ اسی طرح دہری ہوئی کھڑی تھی۔ آنکھیں سختی سے میچ رکھی تھیں۔

''کشمالہ؟'' وہ جیسے ہی قریب آیا' وہ ایک دم پلٹی اور کچھ زور سے اس کے سر پہ دے مارا۔

وہ ہینڈ ٹاول کا لوہے کا رنگ تھا۔

زیاد سلطان اس حملے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ ایک دم بوکھلا کے پیچھے ہٹا۔ لیکن دیوار کا سہارا لیتے لیتے بھی وہ نیچے گر گیا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اگلے ہی لمحے وہ باہر بھاگی۔ چوکھٹ ایک جست میں عبور کی۔ جسم کی ساری توانائی ٹانگوں اور ہاتھوں میں سما گئی تھی۔

زیاد ماتھے پہ ہاتھ رکھے نیچے گرا ہوا تھا۔ کہنی کا سہارا لے کر وہ چلاتا ہوا اٹھنے لگا لیکن....

وہ بک شیلف کے قریب آئی۔ آئیکیا کا بنا بک شیلف اتنا بھاری نہ تھا جتنا دیکھنے میں لگتا تھا۔ اس نے پوری قوت سے اونچے شیلف کو دھکا دیا۔ اس سے پہلے کہ زیاد اٹھتا' بک شیلف دھڑام سے اس کے اوپر آن گرا۔ شیشے کے چھناکے سے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ بہت سی کتابیں دھڑا دھڑ اس پہ جا گریں۔ ہلکی لکڑی کے چند تختے ٹوٹ گئے اور وہ اس کے بوجھ تلے ڈھے گیا۔

''تم نے ٹھیک کہا تھا۔'' وہ حلق کے بل چلائی اور لکڑی کا ایک ٹوٹا ہوا تختہ اٹھایا۔

''ساری عورتیں اداکارائیں ہوتی ہیں۔ جھوٹی اداکارائیں۔''

وہ زیاد سلطان کے سر کے قریب رکی۔ اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا اور وہ چلا رہا تھا۔ اس کا نچلا دھڑ بک شیلف کے نیچے پھنس چکا تھا۔

''اور تم نے ٹھیک کہا تھا۔ عورتیں جھوٹ موٹ کے زخم بنا لیتی ہیں۔'' پوری قوت سے اس نے لکڑی کا تختہ زیاد کے سر پہ دے مارا۔ وہ زور سے چیخا۔

''کشمالہ... مجھے... نکالو...'' خون اس کی کنپٹی سے نیچے گر رہا تھا۔ مگر بکھرے بالوں اور نیلگوں چہرے والی لڑکی نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر زور سے تختہ دوبارہ اس کے سر پہ دے مارا۔ وہ جو ہاتھوں سے اپنے اوپر سے ٹوٹا شیلف ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا' واپس ڈھے گیا۔ تختہ بھی ٹوٹ گیا۔

''اور تم نے درست کہا تھا۔ طلاق ایک بہت بھاری لفظ ہے۔'' وہ پنجوں کے بل نیچے جھکی۔ اس کے زخمی چہرے کے قریب۔ پھر دھیرے سے سرگوشی کی۔

''لیکن ایک لفظ ہی تو ہے۔''

زیاد نے آنکھیں کھولیں۔ بے بسی اور غصے سے اسے دیکھا۔ اس کی ٹانگ پھنس چکی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کے اس کی گردن دبوچنی چاہی لیکن وہ تیزی سے پیچھے ہوگئی۔ اگلے ہی لمحے وہ باہر کی طرف بھاگی تھی۔

''میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔'' وہ پیچھے سے چلا رہا تھا۔ اس نے دروازہ بند کیا۔ جلدی سے اسے لاک کیا۔ لونگ روم میں رکھا پرس' اور موبائل اٹھایا۔ سر چکرا رہا تھا۔ بار بار آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ لیکن

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

آج اسے نہیں گرنا تھا۔ آج اسے ہمت کرنی تھی۔

وہ تیزی سے لفٹ کی طرف بھاگی۔ لابی کا بٹن دبایا تو دیکھا ہاتھوں پہ خون لگا تھا۔ لفٹ کے آئینے میں اپنا چہرہ دکھائی دیا۔ خون وہاں بھی تھا۔ لیکن اس وقت اسے پرواہ نہ تھی۔

ریسپشن پہ بیٹھا نوجوان اسے دیکھ کے بوکھلا کے اٹھا۔

''ون نائن ون نائن کو کال کرو۔'' وہ حلق کے بل چلائی۔ چند لوگوں نے مڑ کے اسے دیکھا اور وہ جہاں تھے وہیں رہ گئے۔

''کوئی ون نائن ون نائن کو کال کر سکتا ہے کیا؟'' لمبے بالوں والی لڑکی جس کی ٹی شرٹ آدھی خون سے بھری تھی' اور چہرہ نیلوں نیل تھا' حلق کے بل چلا کے کہہ رہی تھی۔ ایک ساتھ بہت سے موبائلز پہ نمبر ملکب ے لگا۔

ون نائن ون نائن ڈومیسٹک ابیوز کی ہیلپ لائن تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ سفید دیواروں اور چمکتے ٹائلز والے فرش کا آفس تھا۔ وہ ایک کرسی پہ بیٹھی تھی۔ کندھوں کے گرد شال لپیٹے' آئس پیک ایک ہاتھ میں پکڑے چہرے کے ایک حصے پہ بار بار لگا رہی تھی۔ آنکھ نیچے سے سوجی ہوئی اور نیل کا رنگ اب جامنی پڑ چکا تھا۔ بال پونی میں بندھے تھے۔ ماتھے اور تھوڑی پہ ٹانکے لگے تھا۔ ہاتھ پہ بھی پٹی تھی۔

دروازہ کھلا تو وہ بری طرح چونکی۔ آئس پیک ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔ پھر سنبھل گئی۔

ایک وردی میں ملبوس آفیسر اندر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اسکارف والی خاتون آفیسر بھی تھی۔ مالا نے سر کو سلام میں جنبش دی۔ مرد آفیسر سامنے اپنی چیئر پہ بیٹھا اور خاتون مالا کے دائیں ہاتھ خالی کرسی پہ۔

''کیسی ہیں آپ اب؟'' وہ شائستگی سے انگریزی میں گویا ہوا۔

''بہتر ہوں۔'' اس نے سپاٹ چہرے سے سر کو جنبش دی۔

''ایک دفعہ پھر آئی ایم سوری...اس سب کے لیے جو آپ کے ساتھ ہوا۔'' وہ ہاتھ باہم پھنسائے آگے کو ہوا۔ ''سعودی حکومت گھریلو تشدد کو بہت سنجیدگی سے لیتی ہے۔ ایسے شوہر کو نہ صرف جرمانہ یا جاتا ہے بلکہ جیل بھی جانا پڑتا ہے۔''

''کیا پولیس کو میرا شوہر ملا؟'' وہ بے تابی سے پوچھ رہی تھی۔

''نہیں۔ جب تک پولیس وہاں پہنچی' آپ کا شوہر اپارٹمنٹ میں نہیں تھا۔ آئیکیا کا بک شیلف ایک مرد کو زیادہ

دیر تک گرائے نہیں رکھ سکتا۔"

"اور اسٹوریج یونٹ؟" وہ بنا پلک جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ بھی خالی تھا۔" آفیسر نے کندھے اچکائے۔ "زیاد سلطان اپنے سامان سمیت غائب ہو چکا ہے۔ اس نے اپنے کریڈٹ کارڈ تک کہیں استعمال نہیں کیے نہ ہی اس نے اپنے پاسپورٹ پہ کوئی سفر کیا ہے۔ وہ اگر اس شہر میں بھی ہے تو کہیں چھپا ہوا ہے۔"

مالا نے آئس پیک رکھ دیا۔ تکلیف جیسے بڑھ گئی تھی۔

"آپ کا سامان ہم نے ہوٹل سے pick کروالیا تھا۔" خاتون آفیسر نے نرمی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ ایک دم ڈر کے چونکی۔ پھر تیزی سے سنبھلی اور نامحسوس انداز میں اپنا کندھا پیچھے کیا۔ آفیسر نے ہاتھ نیچے گرا دیا۔

"اب آپ کیا کرنا چاہتی ہیں؟"

اس نے باری باری دونوں کے چہرے دیکھے۔

"میرے پاس کیا آپشن ہے؟"

"آپ کے پاس دو آپشن ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ زیاد سلطان پہ مقدمہ کریں۔ اب آپ الیکٹرونک کیس بھی فائل کر سکتی ہیں۔ اور گھر بیٹھے اس کیس کو فالو کر سکتی ہیں۔ ہم آپ کو ڈومیسٹک ابیوز کے شیلٹر ہوم میں بھیج دیں گے۔ سعودی حکومت آپ کا خرچہ اٹھائے گی۔ آپ جب تک چاہیں وہاں رہ سکتی ہیں۔"

"کیس سے کیا ہوگا؟"

"آپ کے شوہر کو سزا ہوگی۔ اور اگر آپ طلاق لینا چاہیں تو..." اس نے بات ادھوری چھوڑی۔

"اگر نہیں۔ میں نے اس سے ہر صورت میں طلاق لینی ہے۔" وہ زور دے کر بولی۔

"بالکل۔" وہ جلدی سے بولا۔ "دراصل گھریلو تشدد کے نوے فیصد کیسز میں فریقین اپنا گھر بچانے کے لیے صلح کر لیتے ہیں۔"

"میں ان دس فیصد میں سے ہوں جن کے لیے گھر سے زیادہ ان کی dignity اہم ہے۔"

"تمام... تمام..." اس نے صلح جو انداز میں ہاتھ اٹھائے جیسے وہ بہت احتیاط سے بات کر رہا تھا۔

باہر کہیں کسی کمرے کا دروازہ زور سے بند ہوا تھا۔ وہ پھر ڈر کے چونکی۔ جسم کو جھٹکا لگا۔

''اٹس اوکے۔اب آپ محفوظ ہیں۔''خاتون آفیسر نے غور سے اسے دیکھا۔

''سوری۔''وہ شرمندہ ہوئی۔وہ خوفزدہ نہیں تھی۔وہ جانتی تھی اب وہ محفوظ ہے۔پھر جسم ابھی تک کیوں خوفزدہ تھا؟

''کیس میں کیا ہوگا؟''

''آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ آپ کے شوہر نے ہی آپ کو مارا تھا۔''

''کیا میرے چہرے سے یہ نہیں لگتا؟''اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔پھر خاتون آفیسر کو۔''اور میڈیکولیگل رپورٹ سے؟''

''آف کورس۔لیکن کیس پیچیدہ اور لمبے ہو جاتے ہیں۔''آفیسر نے بے چارگی سے شانے اچکائے۔''عدالت زیادہ سلطان کو بلائے گی۔شاید وہ آئے۔شاید وہ نہ آئے۔آیا تو وہ تشدد کرنے سے مکر جائے گا۔وہ آپ پہ افیئر ہونے کا الزام لگائے گا۔ڈومیسٹک ابیوز ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔''

''پھر؟''

''ایسے کیسز میں عموماً عورتیں دوسرا آپشن لیتی ہیں کیونکہ یہ کیسز بہت لمبے لٹک جاتے ہیں۔ایک حد تک حکومت آپ کی کفالت کرے گی۔لیکن آپ خارجی ہیں۔خارجیوں کے حقوق ایسے نہیں ہیں کہ...''اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''دوسرا آپشن کیا ہے؟''اس نے تیزی سے بات کاٹی۔

''وہ یہ کہ حکومت آپ کو واپس بھیج دے۔''

ایک گہری سانس اس کے سینے سے خارج ہوئی۔

''اور مجھے اس کے لیے ری انٹری نہیں چاہیے۔''

''نہیں۔اس سلسلے میں قوانین موجود ہیں۔آپ پولیس کے پاس آ چکی ہیں۔اب آپ کو واپس بھیجنا ہمارا کام ہے۔''

ایک سکون سا اس کے اندر اترنے لگا۔

''میں پانچ چھے ماہ ایک شیلٹر ہوم میں نہیں رہ سکتی۔مجھے آزادی چاہیے۔میں واپس جانا چاہوں گی۔''

''ٹھیک ہے۔حکومت آپ کو اپنے خرچے پہ سعودی ائیر لائن کی پہلی فلائٹ سے آپ کو پاکستان بھیج دے گی۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''یہ زیادہ بہتر ہے۔'' خاتون آفیسر اٹھتے ہوئے بولی۔''کہ آپ گھر چلی جائیں ورنہ ایسے کیسز ...''

''گھر؟'' وہ بری طرح چونکی۔ باری باری دونوں کے چہرے دیکھے۔

''گھر۔ یعنی آپ کا ملک پاکستان۔ وہاں گھر ہوگا نا آپ کا۔''

وہ برف کا مجسمہ بن گئی۔ ساکت۔ جامد۔

(گھر واپس مت جاؤ۔ جاؤ گی تو پھنس جاؤ گی۔)

''نہیں۔'' اس نے ہراساں نظروں سے دونوں کو دیکھا۔ وہ جدہ کے اپارٹمنٹ کو گھر نہیں کہہ رہا تھا۔ وہ پاکستان کی بات کر رہا تھا۔

''میں گھر واپس نہیں جا سکتی۔ میں وہاں پھنس جاؤں گی۔''

(گھر محفوظ نہیں ہے۔)

''پاکستان محفوظ نہیں ہے۔'' وہ کسی ٹرانس کے عالم میں کہہ رہی تھی۔

(وہ گھر میں تمہارا منتظر ہوگا۔ گھات لگائے بیٹھا ہوگا۔)

''وہ پاکستان جائے گا۔ وہ وہاں میرا منتظر ہوگا۔''

(تمہیں پناہ ڈھونڈنی ہے۔)

''مجھے پناہ چاہیے ...'' اس نے بہت منت سے ان کے چہرے دیکھے۔''مجھے asylum چاہیئے۔''

ان دونوں نے خاموش نگاہوں کا تبادلہ کیا۔

''سعودی حکومت آپ کو asylum (پناہ) نہیں دے گی۔ ہم صرف شیلٹر ہوم ...''

''لیکن ایک ملک ہے جو مجھے پناہ دے گا۔ وہ جو ہر ایک کو پناہ دیتا ہے۔ وہ جو ساری دنیا سے آئے لوگوں کو پناہ دیتا ہے۔'' اس نے تیزی سے پرس کھولا اور کچھ باہر نکالا۔ سبز پاسپورٹ۔ مالا نے سرعت سے صفحے پلٹائے۔ پھر وہ ایک صفحے پہ رکی۔ اس پر ایک چمکتا ہوا سرخی مائل اسٹکر چھپا تھا۔

اس نے وہ صفحہ سامنے رکھا اور آفیسر کی آنکھوں میں دیکھا۔

''مجھے کینیڈا جانا ہے۔ وین کوور' کینیڈا۔'' وہ انگلی اس اسٹکر پہ رکھے حتمی انداز میں کہہ رہی تھی۔

آفیسر نے پاسپورٹ اٹھایا اور ایک نظر ویزہ کے اسٹکر کو دیکھا۔ پھر سر اثبات میں ہلا دیا۔

''جہاں آپ کی مرضی۔'' اور اس کا پاسپورٹ اٹھا لیا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ایک خارجی کا بوجھ کم ہو جائے۔اس سے زیادہ وہ کیا چاہتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''شام بخیر' مالک بے۔''سوزی شاپنگ مال کی راہداری میں چلتی جا رہی تھی۔کہنی پہ چند بیگز تھے' اور ائیر پوڈز کانوں میں لگے تھے۔مسکرا کے کال پہ بات کرتی' وہ ایک دکان میں داخل ہوئی۔

''کیا آپ ڈیٹ ہے' سوزی؟''

''ماہر کا کیس بری طرح پھنسا ہوا ہے۔لیکن ان شاءاللہ ہم چھے ماہ میں اس کو اس کیس سے نکال لیں گے۔ہم نے صرف عدالت کے لیے ایک reasonable doubt کری ایٹ کرنا ہے۔''وہ ایک کپڑوں کے ریک کی طرف بڑھی اور ہینگرز الٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگی۔

''وہ مجرم نہیں ہے۔اس لیے جلد یا بدیر اس کیس سے نکل آئے گا۔یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔''

(ماہر اپنے اپارٹمنٹ کے کمرے میں الماری کے سامنے کھڑا تھا۔بیڈ پہ ایک بیگ کھلا تھا جس میں وہ کپڑے تہہ کر کے تیزی سے ڈال رہا تھا۔)

''میرا مسئلہ ماہر ہے۔کیا وہ واپس آنے کی بات سننے کے لیے راضی ہوا ہے؟''

(ٹرالی بیگ اپنے ساتھ دھکیلتے ہوئے وہ بیربل کے کمرے کے باہر رکا۔دروازہ کھول کے اندر جھانکا۔وہ اوندھے منہ لیٹا سو رہا تھا۔ماہر نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔پھر سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔)

''صرف بات سننے کے لیے؟''وہ ہنسی۔''مالک بے...وہ واپس آن کے لیے راضی ہو گیا ہے۔''

(وہ سر جھکائے' پی کیپ پہنے ائیر پورٹ پہ تیز قدموں سے چلتا جا رہا تھا۔اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔اور ٹرالی بیگ ساتھ تھا۔)

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''تمہیں یقین ہے؟'' مالک فرید کی آواز میں اچنبھا ابھرا۔

(وہ جدہ ائیر پورٹ پہ دو آفیسرز کے درمیان چلتی آگے بڑھ رہی تھی۔اس نے سن گلاسز پہن رکھے تھے۔عبایا کے اوپر اسکارف تھا جو ہوا سے پیچھے کو اڑ رہا تھا۔چہرے پہ ایک سرجیکل ماسک بھی پہنا ہوا تھا۔وہ بار بار دائیں بائیں دیکھتی۔یوں لگتا کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ساتھ چلتے آفیسر نے اسے ریلیکس ہونے کے لیے کہا۔)

''آف کورس۔ماہر نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ کو بتا دوں کہ وہ واپس آ رہا ہے۔''

(مالا بورڈنگ پاس اب کاؤنٹر پہ دکھا رہی تھی۔آفیسر نے اسے اسکین کیا اور اندر سرنگ میں جانے کا اشارہ کیا۔یہ سرنگ جہاز تک لے جاتی تھی۔
اس نے ایک نظر پلٹ کے پیچھے دیکھا۔اس کے ساتھ آئے آفیسر دور کھڑے دکھائی دیتے تھے۔وہ زخمی چہرے کے ساتھ مسکرائی۔اور ان کو ہاتھ ہلایا،انہوں نے سر کے خم سے جواب دیا۔
گزرتے ہوئے اس کے چہرے کو رک رک کے دیکھ رہے تھے۔اس نے گلاسز واپس لگا لیے۔ماسک اونچا کرلیا۔)

''کیا ماہر نے تمہیں کہا ہے کہ وہ یو کے آ رہا ہے؟'' مالک فرید نے اپنی بات دہرائی۔

(ماہر استنبول ائیر پورٹ پہ ایگا پاس کے فاسٹ ٹریک کاؤنٹر پہ کھڑا تھا۔قطار خالی تھی۔اس نے گہرا نیلا پاسپورٹ سامنے بڑھایا۔آفیسر نے اسے دیکھ کے عادتاً ایک غیر ضروری سوال لیا۔
''ماہر علی فرید... آپ کہاں جا رہے ہیں؟'')

''اس نے کہا تھا کہ وہ آپ کی ملکہ کے ملک واپس آنے کے لیے راضی ہے۔''
''تم نے اسکول میں جغرافیہ نہیں پڑھا تھا سوزی؟''

''پڑھا تھا۔ کیوں؟''

''ملکہ برطانیہ صرف برطانیہ کی ملکہ نہیں ہے۔ وہ دوسرے چند ممالک کی ملکہ بھی ہے۔'' مالک کی آواز میں بہت سارنج اتر آیا۔ رنج اور تکان۔

''ماہر واپس نہیں آ رہا۔ وہ کسی اور ملک جا رہا ہے۔''

''کہاں؟'' وہ حیران ہوئی۔

''وہ ملک جہاں صدیوں سے یورپ میں جرائم کر کے بھاگنے والے لوگ پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

(''ماہر علی فرید... آپ کہاں جا رہے ہیں۔؟'' کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھا ترک آفیسر اس سے مخاطب تھا۔

وہ ہلکا سا مسکرایا اور پی کیپ اتار کے چہرہ کیمرے کے سامنے کیا۔

''کینیڈا۔''

آفیسر نے پاسپورٹ واپس کیا اور آگے جانے کا اشارہ کیا۔ اس نے پی کیپ واپس پہنی اور آگے بڑھ گیا۔)

''کینیڈا؟'' وہ فون میں چلائی۔ ''وہ کینیڈا کیوں جا رہا ہے؟ وہاں کیا رکھا ہے؟'' شاپ میں لوگ مڑ مڑ کے اسے دیکھنے لگے۔

''اسے امید ہے کہ ایک لڑکی وہاں اس کی منتظر ہو گی۔''

''اللہ اللہ...'' سوزی نے بے اختیار ماتھے کو چھوا۔ اس کی ساری شاپنگ کا مزہ کرکرا ہو چکا تھا۔

(وہ جہاز کی کھڑکی سے نیچے جدہ کا سمندر دیکھ رہی تھی۔

''الوداع جدہ۔ میں اس شہر میں اب کبھی واپس نہیں آؤں گی۔'')

(وہ ٹانگیں لمبی کیے' سینے پہ بازو لپیٹے' آرام دہ سیٹ پہ بیٹھا کھڑکی سے نیچے استنبول کی اسکائی لائن اور مسجدوں کے مینار دیکھ رہا تھا۔

''الوداع استنبول... میں واپس ضرور آؤں گا۔'')

www.facebook.com/nemrahahmed.official

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''تصور پہ یقین رکھنے والے اگر مگر نہیں سوچتے۔''

وہ مبین منزل کے اوپر بنی اسٹڈی میں کھڑکی کے ساتھ بیٹھی تھی۔اس کے پینٹس' اور برشز آس پاس بکھرے تھے۔

کیف اپنا مگ اٹھائے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا جب بنا سوچے سمجھے مالا نے اسے پکارا تھا۔

''تم کیا تصور کرتے ہو؟''

وہ وہیں ٹھہر گیا۔کشمالہ کی طرف اس کی پشت تھی۔

''میں؟'' وہ دھیرے سے پلٹا۔

اس کا چہرہ آدھا روشنی اور آدھا اندھیرے میں تھا۔

''تمہاری سب سے بڑی خواہش کیا ہے' کیف' جسے تم تصور کرتے ہو؟''

وہ چند لمحے کھڑکی میں بیٹھی لڑکی کو دیکھتا رہا۔

''یہی کہ....''

جب وہ بولا تو آواز بہت آہستہ تھی۔

''کاش ہم مختلف حالات میں ملے ہوتے۔''

(اختتام حصہ دوم: مکہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(مالا کے تیسرا حصہ ''وین کوور'' کی پہلی قسط ان شاءاللہ اپریل 2023 کے مہینے میں شائع کی جائے گی۔)

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official